بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضور مجاہد ملت

حیات، خدمات اور اعترافات

محمد رحمت اللہ صدیقی

حضور مجاہد ملت

حیات، خدمات اور اعترافات

ترتیب
محمد رحمت اللہ صدیقی

ناشر
رضا دار المطالعہ
پوکھریرا، سیتامڑھی، بہار

نام کتاب: حضور مجاہدِ ملت حیات، خدمات اور اعترافات

ترتیب : محمد رحمت اللہ صدیقی

ناشر : رضا دار المطالعہ، پوکھریرا، سیتامڑھی، بہار

سنِ اشاعت: رجب المرجب ۱۴۳۹ھ / اپریل ۲۰۱۸ء

صفحات : ۲۸۸

تعداد : ۱۱۰۰

قیمت : ۲۵۰/روپے

ملنے کے پتے

محمد معین رضا عاکف

نیو مہاڈا بلڈنگ ۱۰۸، روم ۴۰۴،

پی۔ایم۔جی کالونی مانخورد، ممبئی، ۴۳ فون: 9930585533

ای میل: Siddiquirahmat92@gmail.com

- کتب خانہ امجدیہ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶
- مدنی کتاب گھر، ۵۲۳ مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶
- مکتبہ رحمانیہ رضویہ، محلہ سوداگراں، بریلی شریف

انتساب

عزیزم محمد معین رضا عاکفؔ صدیقی

اور عزیزم محمد مونس رضا واقفؔ صدیقی

کی والدہ ماجدہ کے نام

جن کی پیہم نوازشات کے باعث یہ چھوٹا سا دینی کام ہو گیا۔

ربِّ کعبہ، بطفیل حضور مفتی اعظم ہند

و

حضور مجاہد ملت

انھیں دونوں شہزادوں کے ساتھ بار بار، زیارتِ حرمین طیبین کی سعادتوں

سے بہرہ ور فرمائے۔

آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نیاز کیش

ابوالعاکف

محمد رحمت اللہ صدیقی

گلہائے عقیدت

۞ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا خان ازہری، بریلی شریف

۞ ماہر ہفت لسان حضرت علامہ مفتی عاشق رحمن قادری حبیبی، جامعہ حبیبیہ الہ آباد

۞ مصباحِ ملّت حضرت علامہ مفتی سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ

۞ سراجِ ملّت حضرت علامہ سید شاہ سراج اظہر قادری، دار العلوم مفتی اعظم ممبئی

۞ غیاثِ ملّت حضرت علامہ سید شاہ غیاث الدین احمد ترمذی، کالپی شریف

۞ حضرت مولانا سید شاہ غلام محمد صاحب، سجادہ نشین خانقاہ حبیبیہ دھام نگر شریف

۞ عالی جناب الحاج محمد طارق اشرفی کے پیر و مرشد پیر طریقت
حضرت علامہ سید محمد اشرف الجیلانی خطیب و امام باولا مسجد، ممبئی

۞ مفتی اعظم باسنی حضرت علامہ مفتی ولی محمد رضوی، ناگور شریف

نذرِ عقیدت

۞ حضرت مولانا ملک الظفر، دارالعلوم خیریہ نظامیہ، سہسرام

۞ حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفی نجم القادری، الجامعہ الرضویہ، پٹنہ

۞ حضرت مولانا مفتی شمشاد حسین رضوی، بدایوں شریف

۞ حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی علیگ

۞ حضرت مولانا عبدالرحیم نشتر فاروقی، ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف

۞ فاضل بغداد حضرت مولانا انیس علم سیوانی، لکھنؤ

۞ حضرت مولانا قاری صابر علی رضوی، مسلک اعلحضرت مسجد، لکھنؤ

۞ حضرت مولانا مفتی راحت علی خان رضوی، بریلی شریف

فہرست

باب اعترافات

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے حضور

سید اولادِ رسول قدسی، نیو یارک، امریکہ

وہ مرے مرشدِ اعلیٰ ہیں لکھوں لکھتا رہوں
دردِ دل کے وہ مداوا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

پھیلتا ان سے گیا مسلکِ اعلیٰ حضرت
چرخِ حق کے وہ ستارا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

حضرتِ حجۃ الاسلام کی آنکھوں کی ضیا
فیض یابِ شہِ والا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

خوب اعدائے شہِ دیں کے چھڑائے چھکّے
عظمتِ ملتِ بیضا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

جانے کتنوں کو نوازا ہے کرے کون شمار
وہ عنایات کے دھارا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

کبر و نخوت کے اُڑے ان سے عجب ہوش و حواس
سادگی کے وہ ہمالہ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

شاہدِ عدل ہے تدریس کا اندازِ حسیں
علم و حکمت کے وہ دریا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

حوصلہ، علم، عمل، عشق، ولایت، حکمت
سامنے ان کے صف آرا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

ہیں وہ ملت کے مجاہد اسے سب نے مانا
رہروِ نقشِ صحابہ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

پہنچے فریاد کو جس نے بھی پکارا ان کو
بےکسوں کے وہ سہارا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

تاحیات ان سے جماعت نہ ہوئی فوت کبھی
بے بدل نازشِ تقویٰ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

اتنی طاقت کہاں باطل میں جھکا پائے انھیں
عزمِ فاروق کا جلوہ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

سنتے ہی ذکرِ نبی اشک کا جھرنا نکلا
عاشقِ سرورِ بطحا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

دیکھ کر چہرۂ پُر نور جلوہ باری
وہ حسیں اور دلآرا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

ان کی شوکت کا چراغ اب بھی ہے روشن ہر سو
دین و مسلک کے اُجالا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

ان کے دامن سے ہے مربوط سکونِ قلبی
بحرِ غم کے وہ کنارا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

ان کی حق گوئی پہ نجدی ہے ہراساں اب بھی
پرتوِ رعبِ قتادہ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

جا بجا ہند میں شاہد ہے مدارس کا قیام
وہ سخاوت کا خزانہ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

احتیاط ان کی شریعت میں ہے بے مثل ایسی
روحِ خوشنودیِ مولا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

ان کے تبلیغی مشن میں رہی سیرت سازی
ارتقا کے وہ سویرا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

حاسدوں کا رہا ہر حربۂ سازش ناکام
رحمتِ رب کے وہ سایہ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

علم پر ان کے رہے صدرِ شریعت نازاں
اہلِ سنّت کا حوالہ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

جانے کتنوں کی کفالت کی، بنایا عالم
مخزنِ علم کے داتا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

کردیا اپنی رئیسی کو فقیری پہ نثار
حُبِّ اسلام کا جذبہ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

پیار کرتے ہیں ہر اِک خوردوکلاں سے یکساں
درسِ اُلفت کا تتمّہ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

ان کا ہر لمحہ ہے سانچے میں شریعت کے ڈھلا
سنتوں کا وہ نمونہ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

اعلیٰ حضرت کی ہیں ضوبار وہ پیشین گوئی
رشکِ اخیار نصیبہ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

جب وہ سو جائیں تو آتی ہے صدا ھوھو کی
یوں تصوف کے وہ دانا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

ظالموں سے وہ دبیں ان کا وطیرہ ہی نہیں
طرز اسلاف سراپا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

مجھ سے بے مایہ، یہ ہے ان کی نوازش بے حد
میرے سر کے وہ عمامہ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

کون ہے ان کے معاصر میں مساوی ان کا
وہ بڑے ارفع و بالا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

دورِ حاضر میں کہاں کون ہے ان سا بے باک
منفرد رہبر و ملجا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

پیکر حسن بنایا انھیں رب نے ایسا
جاذبِ قامتِ رعنا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

صدق و اخلاص کی خوشبو سے بسا ان کا وجود
سنیت کے گلِ زیبا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

احترام ان کو رہا نسبتِ دیں کا ملحوظ
حاملِ رفعت و رتبہ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

ان کی گفتار سے لپٹی ہے حلاوت ایسی
گلشنِ لفظِ شگفتہ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

رک گئی ریل بھی حضرت کی نمازوں کے لیے
وہ کرامت کے ثریا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

جیل میں رہتے ہوئے دیکھے گئے مسجد میں
غیب کے نوری اشارا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

پُر اثر طرزِ خطابت پہ خطابت ہے نثار
فیضِ خالق کے تجلاّ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

میرے والد جو رہے معتمدِ خاص ان کے
خوش نصیبی کے وہ جادہ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

میرے والد نے پڑھائی ہے جنازے کی نماز
ان کے پیارے وہ خلیفہ ہیں لکھوں لکھتا رہوں

ان کے اوصافِ حمیدہ کے ابھی تک قدسیؔ
معترف اہلِ زمانہ ہیں، لکھوں لکھتا رہوں

حضرت مولانا خالد علی شمسی رضوی

صحرائے مدینہ میں عشق کا طوفان

حضور مجاہد ملت حضرت علامہ مفتی شاہ حبیب الرحمٰن قادری عباسی علیہ الرحمہ (ولادت ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء- وصال ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء) جہاں اپنے اسلاف کے سچے جانشین، اخلاف کے مخلص رہبر ورہنما، مذہب مہذب اہلِ سنّت و جماعت کے ترجمان اور مسلک حقہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے نقیب و پاسبان تھے، وہیں دینی، ملّی، علمی، مناظراتی اور روحانی اعتبار سے بے شمار جواہر وزواہر آپ کے دامنِ حیات میں ٹکے ہوئے تھے، جنھیں دیکھ کر آدمی بے ساختہ پکار اُٹھتا تھا۔

نظر گم ہوگئی جلوؤں میں عارف
اندھیرا کردیا ہے روشنی نے

حضور مجاہد ملت کی بے شمار خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے مسندِ درس وتدریس پر بیٹھ کر نہایت قیمتی اور باصلاحیت علما کی جماعت تیار کی۔ فرقِ باطلہ اور دوسرے مذاہب کے درمیان دین اسلام کی شوکتوں کو اُجاگر کیا۔ آپ کی زندگی کے بیش تر لمحات حمایت حق اور اماتت باطل میں گذرے۔ آپ نے قدم قدم پر قوم وملت کو بالغ شعور کا اُجالا اور اسلامی اُصولوں کی روشنی میں زندگی گذارنے کا ہنر عطا کیا۔ آپ کی ذات میں دردِ

ملت کو مجسم دیکھا جا سکتا ہے۔

حضور مجاہد ملت جہاں اپنے علم وعرفاں، فضل وکمال اور جود ونوال کے تناظر میں درس مقامات معنوی اور مقالات خرد مندی کے ساتھ حریم خانۂ اسرار کے محرمِ راز اور روشن ضمیر پیر تھے، وہیں اہلِ سنت و جماعت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کی صلاح وفلاح کے لیے جو گردوں شکار کارنامے انجام دیے ہیں وہ تاریخ اہلِ سنت کے روشن ابواب ہیں۔ ان کی ہیبت حق نے جہاں باطل کے ایوانوں میں سراسیمگی پیدا کی، وہیں مغرور حاکمانِ وقت کا نشۂ حکمرانی بھی پامال کیا۔ ان کی ذات میں ہر باطل طاقت کی کلائی مروڑنے کی بھرپور صلاحیت تھی۔ ان میں منصوبہ سازی اور اسے عملی شکل دینے کا جو ہنر تھا عہدِ حاضر میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ ان کے قول وفعل میں فاصلہ نہیں تھا۔ اور ان کی خلوت وجلوت میں دوری نہیں تھی۔ وہ عشق و عرفان کی اس منزل پر فائز تھے جہاں اچھے اچھوں کی رسائی مشکل سے ہوتی ہے۔ اخلاص و وفاداری اور دین کی بالا دستی کی تڑپ کا جو پاکیزہ اور تقدس مآب جذبہ ان میں تھا، ان کے معاصرین میں اس کی مثال بمشکل ملے گی۔ ایثار وقربانی ان کی شخصیت کا شناخت نامہ ہے۔

حضور مجاہد ملت؁ حضور شمس العلما قاضی شمس الدین احمد رضوی جعفری کے نہایت عزت مآب، محترم اور ہم سبق ساتھیوں میں تھے۔ ان دونوں کے درمیان انتہائی مخلصانہ مراسم تا حیات قائم رہے۔ دونوں شخصیات ایک دوسرے کا بڑا احترام کرتی تھیں، اور مشکل حالات میں ایک دوسرے کے مشیر وہم راز بھی تھیں۔ جب دونوں ایک دوسرے سے ملتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ جنم کے بچھڑے گلے ملے ہیں۔ ہم طلبہ کے لیے یہ منظر بڑا پُرکیف، پُرمسرّت اور پُراثر ہوتا۔ شہر کے احباب جو ہمراہ ہوتے، وہ بھی اس منظر کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھتے، بڑوں کا عمل چھوٹوں کے لیے درس آموز، ادب آموز ہوتا ہے۔ آج اس طرح کے مناظر کو دیکھنے کے لیے آنکھیں ترستی ہیں۔

حضور مجاہد ملت ۱۹۸۰ء میں حج بیت اللہ کی سعادتوں کو اپنے دامن میں سمیٹنے کے لیے حرمین شریفین حاضر ہوئے۔ چونکہ آپ کی عادتِ کریمہ تھی کہ آپ خطرات کے ماحول میں

بھی اپنے عشق کا بے حجابانہ اظہار فرماتے۔ حق کی راہ میں آپ کبھی بھی کسی مصلحت کے شکار نہیں ہوئے۔ احباب عشق کو باحجاب رکھنے کی گذارش کرتے لیکن آپ احباب کی گذارش کو ہمیشہ نظر انداز کر دیتے۔ جماعت اہلِ سنّت کا جب بھی کوئی مقتدا حرم کی سرزمین پر رحمتِ الٰہی اور کرم رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے دامن میں سمیٹنے کے لیے حاضر ہوتا ہے، تو ہندوستان میں نجدی حکومت کے خبری اپنے آقاؤں کو قبل از وقت خبر نامہ بھیج دیتے ہیں۔ خبر کی روشنی میں نجدی حکومت کے کارندے ان پہ سخت نگاہ رکھتے ہیں۔ یہ سب جانتے ہوئے بھی حضور مجاہد ملت کے معمولات میں کوئی فرق نہ آتا۔ آپ نے کبھی نجدی اماموں کی اقتدا نہیں کی بلکہ جماعت ہوتی رہتی اور آپ عصا لے کر ٹہلتے رہتے۔ آپ کے عمل میں تسلسل کو دیکھتے ہوئے حکومت نے آپ کو گرفتار کر لیا۔ نجدی قاضی کے روبرو آپ کو پیش کیا گیا۔ قاضی نے آپ سے سوالات کیے۔ آپ نے اپنے جواب سے قاضی کو لاجواب کر دیا۔ آپ کے عشق کا بے باکانہ اظہار قاضی کو اچھا نہیں لگا۔ اور آپ کو سلاخوں کے پیچھے ڈھکیل دیا گیا۔ جب قاضی نے اپنا حکم سنایا تو آپ کے ہونٹوں پہ تبسم تھا۔ جیل کے اندر آپ کو جو اذیتیں دی جاتیں، اسے سن کر فولادی جگر بھی بیدِ لرزاں کی طرح کانپنے لگتا ہے۔ اظہارِ عشق کا یہ انعام تھا جس وقت آپ کو گرفتار کیا گیا، اس وقت آپ کی عمر ۷۶ رسال کی تھی۔ اس عمر میں عام طور پر لوگ سفر و حضر میں کسی سہارے کی شدت سے ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ نجدی درندے آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر تپتی ہوئی دھوپ میں گھنٹوں کھڑا کر دیتے۔ عرب میں رات میں جو ہوائیں چلتی ہیں اس کی تپش غیر عرب کے لیے برداشت سے باہر ہوتی ہے۔ اسی سے دن کی تپش کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن آپ کی صحت پہ اس کا کوئی اثر دیکھنے کو نہیں ملتا۔ جب آپ کو اذیت دی جاتی تو کبھی کبھی آپ پہ غشی طاری ہو جاتی۔ جب ہوش آتا تو آپ کے چہرے پر مسکراہٹ ہوتی۔ جب حضور شمس العلما کو آپ کی گرفتاری اور طوقِ سلاسل کی خبر ملی تو آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ آہ! یہی سنّت

اسلاف باقی رہ گئی تھی، اسے بھی ادا کر دیا۔

میرے مشرب سے مجھے کون ہٹا سکتا ہے
یہ اسیری تو میرا پیشہ آبائی ہے

نجدی حکومت کی اذیت رسانی کے حوالے سے خود حضور مجاہد ملت کا بیان ذیل میں ملاحظہ کریں۔ یہ بیان ۱۹۸۰ء کو حضور حافظ ملت کے سالانہ عرس کے موقع پر ایک میٹنگ میں دیا تھا، جس میں ملک وملت کے کئی سو مشاہیر شریک تھے اور یہی بیان ممبئی کی ایک پریس کانفرنس کو بھی دیا تھا۔ حضور مجاہد ملت فرماتے ہیں:

''حرم شریف کا پیش امام شیخ عبدالعزیز نجدی اہلِ سنّت کے مسلک وعقیدہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ میں نے اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ توسّل اور استعانت کے موضوع پر اس نے مجھ سے مناظرہ بھی کیا۔ میں نے بھرپور شکست دی۔ وہ میرے جوابات پر بوکھلا کر رہ گیا۔ حکومت نے میری اس حقانیت کو میرے قصور سے تعبیر کیا اور نتیجہ کے طور پر مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنائی گئیں۔ پیروں میں بیڑیاں ڈالی گئیں۔ انگلیوں کے نشانات لیے گئے۔ اور مختلف زاویوں سے میری تصویریں بھی کھینچی گئیں۔ اس کے علاوہ سلاخوں کے پیچھے میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر مجھے اس قدر اذیت پہنچائی جاتی تھی کہ میں بار بار بے ہوش ہو جایا کرتا تھا۔ مجھے تپتی ہوئی دھوپ میں کھڑا رہنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ کئی کئی گھنٹہ دھوپ میں کھڑا رہنا پڑتا تھا۔ اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود ہندوستان کا سفارت خانہ میرے سلسلے میں خاموش رہا اور مدد مانگنے کے باوجود بھی اس نے میری کوئی مدد نہیں کی۔'' (ماہ نامہ اشرفیہ کا حضور مجاہد ملت نمبر، مئی ۱۹۸۲ء، ص ۷۳)

حضور مجاہد ملت کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں فنائیت حاصل تھی۔ وہ ہر اُس چیز کو محبت کی نگاہوں سے دیکھتے جس کو محبوب سے کوئی نسبت وتعلق ہوتا۔ بارگاہِ غوثیت مآب میں حاضر ہوتے تو لنگر شریف سے کھانا لینے والے فقیروں کی لائن میں کھڑے ہو جاتے۔ حضرت مولانا مفتی عاشق الرحمٰن صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

۱۹۸۰ء میں حضور مجاہد ملت اپنے چند احباب کے ساتھ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اولیائے عراق قدست اسرارھم کی زیارت کی غرض سے بغداد شریف حاضر ہوئے اور تقریباً بیس روز قیام رہا۔ ہم لوگوں کی رہائش حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احاطے ہی میں تھی۔ اس کے اتر پورب کونے میں لنگر خانہ تھا۔ اس میں کئی کمرے تھے۔ ایک کمرے میں باورچی رہتا تھا۔ ایک میں دنبے پنکھے کی ہوا میں رہتے تھے۔ ایک کمرے میں بہترین چاول کے بورے لگے رہتے تھے۔ ایک جگہ پر دنبہ ذبح کیا جاتا تھا۔ اور ایک جگہ پر شوربا نام کا طعام تیار کیا جاتا تھا، جو چاول اور دنبے کے گوشت سے بنتا تھا۔ لنگر خانہ کا دروازہ دکھن کو تھا اور اُتر کی طرف دو کھڑکیاں تھیں جو شہر کے لوگوں کو شوربا دینے کے لیے کھولی جاتی تھیں۔ عصر کے قریب شوربا کی تقسیم ہوتی تھی۔ احاطۂ درگاہ کے اندر رہنے والے لوگوں کے لیے باورچی اندر ہی سے شوربا بھیج دیتا تھا۔ ہم لوگوں کا کھانا پکتا تھا۔ لیکن شوربا باورچی بھیج دیتا تھا۔ اس وقت جلال نام کا ایک پاکستانی باورچی تھا، وہ حسب معمول پہلے عورتوں والی کھڑکی کھولتا تھا اور لائن میں لگی عورتوں کو شوربا دے دیتا تھا۔ اس کے بعد مَردوں والی کھڑکی کھول کر لائن میں لگے ہوئے مَردوں کو تبرک (شوربا) دیتا تھا۔

ایک روز حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہم لوگ اس بارگاہ کے فقیر ہیں۔ ہم لوگوں کو باہر کھڑکی کے سامنے لائن میں لگ کر تبرک لینا چاہیے۔ چنانچہ ہم لوگ کاسۂ گدائی لے کر لائن میں کھڑے ہوئے۔ بعض کو یہ بات ناگوار ہوئی لیکن حضور مجاہد ملت کے روبرو کچھ کہنے کی ہمت نہ تھی۔ جب باورچی جلال نے حضرت کو دیکھا، کہا آپ کیوں تکلیف کر رہے ہیں؟ آپ برتن ہر روز کی طرح بھیج دیں۔ میں شوربا دے دوں گا۔ حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ نے فرمایا: نہیں، اس وقت میں یہیں سے لوں گا۔ لائن میں لگے ہوئے لوگوں میں سے کئی شخص شوربا لے کر چلے گئے۔ لیکن ایک لڑکا حضور کے آگے تھا۔ جلال نے اس لڑکے سے کہا کہ وہ پیچھے ہٹ جائے اور شیخ کو پہلے لینے دے۔ لیکن حضور مجاہد ملت نے انکار کر دیا اور فرمایا: نہیں! وہ لڑکا میرے آگے ہے، پہلے وہ لے گا۔ پھر میں لوں گا۔ ہم سب اس بارگاہ کے فقیر

ہیں۔ اسی طرح ہم لوگ کئی روز کاسۂ گدائی لے کر تبرک شوربا لینے کے لیے اس مردوں والی کھڑکی کے سامنے لائن میں لگے رہے۔ (مرد جوزاں مجاہد ملت، ص ۴۱۰، ۴۱۱)

حضور مجاہد ملت کا یہی حال معین بے کساں حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی بارگاہ میں بھی تھا۔ تپتی ہوئی دھوپ ہوتی اور آپ لائن میں فقیروں کے ساتھ گھنٹوں کھڑے رہتے۔ اس لیے کہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان دونوں بارگاہوں کا رشتہ انتہائی گہرا ہے۔ یہ دونوں شخصیات ربّ کائنات کے محبوبین میں ممتاز حیثیت کی حامل ہیں۔ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق کا یہی تقاضا بھی ہے کہ ان کے نام و نسبت کے سامنے جبین نیاز احترام کے سانچے میں ڈھل جائے۔

الغرض ان کے ہر مو پہ لاکھوں سلام ان کی ہر خو و خصلت پہ لاکھوں سلام
ان کے ہر نام و نسبت پہ نامی درود ان کے ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام
ان کے مولیٰ کی ان پر کروروں درود ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام
پارہائے صحف غنچہائے قدس اہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام

عشق قربانی چاہتا ہے۔ جان کی قربانی، مال کی قربانی، اولاد کی قربانی وغیرہ وغیرہ۔ عشق جب اوجِ کمال حاصل کر لیتا ہے تو اسے امتحان گاہ میں اُتارا جاتا ہے۔ اسے نارِ نمرود میں ڈالا جاتا ہے اور اسے کربلا سے گذارا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ السلام کا عشق جب اوجِ کمال کو پہنچا تو بطور امتحان اسے نارِ نمرود میں ڈالا گیا۔ حضرت خلیل نے لمحہ بھر کے لیے کچھ نہیں سوچا۔ بے خطر آتش نمرود میں کود پڑے۔ جب فرشتوں نے حضرت خلیل کی محبت پہ سوال اُٹھایا تو حضرت خلیل کو حکم ہوتا ہے کہ اپنے نورِ نظر حضرت اسمٰعیل کی قربانی پیش کرو۔ یہاں حضرت اسمٰعیل کی قربانی مقصود نہ تھی، بلکہ عشق کو سرفراز کرنا مقصود تھا۔ حضرت خلیل کی وارفتگی و خودسپردگی، حضرت اسمٰعیل کی والدین کی فرماں برداری، خدا کی اطاعت دکھانا مقصود تھا۔ اور دنیا والوں کو یہ دکھانا مقصود تھا کہ یہی حضرت اسمٰعیل ہیں جن کی نسل سے ہمارا محبوب جلوہ گر ہوگا۔ کم سنی میں حضرت اسمٰعیل کی اطاعت کا جب یہ عالم ہے تو ہمارے

محبوب کی اطاعت کا کیا عالم ہوگا۔

حضرت امام حسین کو کربلا میں جانے کی ضرورت نہ تھی۔ رب چاہتا تو یزیدیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا۔ لیکن حضرت امام کا عشق اوجِ کمال پہ پہنچ چکا تھا۔ انھیں انعام واکرام سے نوازنا تھا۔ اوران کی ذات کو قیامت تک کے لیے نمونۂ عمل بنا دینا تھا۔ ورنہ یزید جنگ جیت کر بازی نہیں ہارتا۔ یزید اور یزیدیوں کا نام ونشان مٹ گیا مگر حضرت امام حسین آج بھی دلوں میں زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ یہ ان کے عشق کا انعام ہے۔

حضور مجاہد ملت کا عشق بھی کمال کی ساری سرحدوں کو عبور کر چکا تھا۔ ان کا عشق اس لائق ہو چکا تھا کہ اسے انعام واکرام سے سرفراز کیا جائے۔ رب کی رحمت نے نجدیوں کو ورغلا دیا۔ نجدیوں نے انھیں گرفتار کیا۔ جیل میں ڈالا اور انھیں صبر آزما اذیتوں سے دوچار کیا۔ نجدیوں کی اذیتوں پر رب کی رحمت مسکراتی رہی۔ رب کی رحمت نے حضور مجاہد ملت کے عشق اور ان کی شخصیت کو عالم آشکار کر دیا۔ پوری دنیا غم والم کی تصویر بنی رہی اور رب کی رحمت حضور مجاہد ملت کو سرفراز کرتی رہی۔ اگر یہ اسیری اور اذیتوں کا طوفان انعامِ الٰہی نہیں تھا تو پھر دوسرے ہی سال کیسے طلب کیے گئے۔ سارے واقعات تازہ تھے، پھر حضوری کی اجازت کیسے مل گئی۔ اور پورے نشانِ عظمت کے ساتھ سارے ارکان ادا کیے۔ عشق آسان نہیں ہوتا ؂

یہ شہادت گہہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

جناب اسحاق صاحب لاہوری بیان کرتے ہیں کہ ادھر سعودی حکومت نے حضرت کو گرفتار کر کے بیئرِ عثمانی کی جیل میں بند کیا اور اُدھر خواب میں مجھے حضور مجاہد ملت کی کچھ اس طرح زیارت ہوئی کہ آپ فوجی وردی میں ملبوس بارگاہِ مصطفیٰ میں عین سنہری جالیوں کے سامنے مواجہہ عالیہ کے قریب ایک وسیع وعریض دسترخوان پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ رنگا رنگ کے کھانے، قسما قسم کے مشروبات خصوصاً زردہ، پلاؤ اور دیگر لوازمات آپ کے سامنے ہیں۔

اس دسترخوان پر چار پانچ اور بزرگ بھی جلوہ افروز ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے آپ کو اس دسترخوان سے اُٹھا اُٹھا کر عطا فرما رہے ہیں اور بعد از فراغت آپ ایک فوجی مجاہد کی حیثیت سے حضور کے مواجہہ کی طرف مارچ کرتے ہوئے سیلوٹ سے سلامی دیتے ہوئے غائب ہو جاتے ہیں۔

حاجی اسحاق نوری کا بیان ہے کہ آپ اس وقت نجدیوں کی جیل میں تھے۔ میرے دل میں معاً خیال آیا اور اس خواب کی تعبیر گونجی کہ حضرت مجاہد ملت کو سعودی حکومت امسال حج نہیں کرنے دے گی بلکہ قبل از حج واپس بھیج دے گی۔ چنانچہ اسی طرح وقوع میں آیا۔

مگر عجیب اتفاق کہ باوجود سخت پابندیوں کے دوسرے سال مجاہد ملت علیہ الرحمہ آخری بار سلام اور حج و زیارت کے لیے تشریف فرما ہوئے۔ میری ملاقات آپ سے منیٰ کے کیمپ میں ہوئی۔ حضرت قبلہ فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی موجودگی میں مَیں نے اپنا خواب اور حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نوازشات کا آپ سے ذکر کیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور زبان پر درود و سلام اور الحمد للہ الحمد للہ کے کلمات جاری ہو گئے۔

(نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۰۹، ۱۱۰)

حضور مجاہد ملت کی ذات مقبول بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھی۔ آپ کے لمحاتِ حیات سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ آپ دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہدایات کے مطابق ہی کوئی قدم اٹھاتے۔ آپ پورے طور پر اصحابِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عکسِ جمیل تھے۔ اگر کرمِ الٰہی اور نوازشِ رسالت پناہی نہ ہوتی تو تاریخ کے ماتھے پر اس طرح آپ کے نقوشِ حیات نمایاں نہ ہوتے۔ انعام و اکرام کے حوالے سے بہت ساری شہادتیں کتابوں میں بکھری ہوئی ہیں اور زبانوں سے بھی سنی جاتی ہیں۔ اللہ ہمارا حشر ان کے نیازمندوں میں فرمائے۔ آمین

سید التابعین حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کو کسی نے زاہد کہا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں کیا زاہد ہوں۔ زاہد تو امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں کہ دنیا آپ کے سامنے

پراگندہ نقاب آئی اور آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اسی تناظر میں عرض ہے کہ حضور مجاہد ملت خاندانی رئیس بلکہ رئیس اعظم اڑیسہ تھے۔ آپ چاہتے تو انتہائی عیش و آرام کی زندگی گذارتے مگر آپ نے اپنی حیات کا لمحہ لمحہ دین کی شوکتوں کے قیام اور اپنے فضل و کمال کی کائناتِ نور کے ساتھ اپنے دل کا درد جہاں بھر میں تقسیم کرتے ہوئے سفر ہی میں وصال فرمایا اور بحکم حدیث پاک ''مسافر کی موت شہادت ہے'' کے اعزاز سے شرف یاب ہوئے۔

دو ہی ہچکی کے لیے رخصت ہوا بیمارِ غم
ایک ہچکی موت کی اور اِک تمہاری یاد کی

حضور مجاہد ملت کے ایثار و قربانی کا یہ عالم تھا کہ بانٹتے بانٹتے جب ختم ہو جاتا تو گھر پہنچتے اور پھر ظاہری اسباب کی فراہمی کے ساتھ اپنے گھر سے روانہ ہوتے۔ آپ کی پوری زندگی اس حقیقت کی آئینہ دار تھی کہ

وہ تو دیتے تھے عیش دو عالم بھی مگر
عشق کی غیرتِ غم نے یہ گوارہ نہ کیا

علوم ابن عربی کی تابش، سوزِ رومی اور عشقِ جامی کے ساتھ زندگی و بندگی کا سوز و ساز اپنے محبوب کے قدموں میں نچھاور کرتے ہوئے حریم شوق میں پہنچ کر شاد کام و شربت دید ہوئے، ان کی عید ہوئی۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ ابد الآباد تک ان کی روحِ پاک پر اپنی رحمتوں کے بے حساب پھول برسائے اور ان کے غلاموں کو دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی کو اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کی طرف سے اجر عظیم عطا فرمائے۔ آپ اپنی جماعت کے نہایت مخلص عالم دین، مجاہدانہ عزیمت اور استقلال کے ساتھ حق گو، حق پسند اور حق نواز فاضل گرامی ہیں۔ علم و تحقیق کے آفاق پر طلوع ہوتے ہی اہلِ علم و انصاف نے آپ کے وجود گرامی میں شمس بازغہ کا جلال صاف طور پر ملاحظہ کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی یہی آب و تاب تا حیات باقی رکھے اور آپ کے دست و

بازو و بال و پر کی حیثیت سے علما کی جو جماعت آپ کے ساتھ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے حوصلے کو بلند رکھے اور ان کو دین و شریعت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ میخانہ

زیر نظر کتاب ''حضور مجاہد ملت، حیات و خدمات اور اعترافات'' کا ہم نے سرسری مطالعہ کیا ہے۔ کتاب کے حرف حرف سے جستجو، تحقیق اور بے لوث عقیدت کی خوشبو پھوٹتی ہے۔ ہم نے بہت ساری کتابوں پہ تقدیم و تقریظ پڑھی ہے لیکن اتنی طویل اور تحقیق کے زیور سے آراستہ تقدیم اب تک نگاہوں سے نہیں گذری۔ مولانا موصوف نے اپنی تقدیم میں حضور مجاہد ملت کی جو قلمی تصویر کھینچی ہے اس کی کوئی دوسری نظیر شاید نہ مل سکے۔ حضور مجاہد ملت کے حوالے سے اپنے موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ یہ کتاب ہر حلقے میں قبولیت عامہ حاصل کرے گی۔ رب کائنات سے پُرخلوص دعا ہے کہ وہ مولانا موصوف کو اپنی بے پناہ رحمتوں، برکتوں اور عنایتوں سے شادکام فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

گدائے کوچۂ رضا
محمد خالد علی شمسی رضوی

محمد رحمت اللہ صدیقی

تقدیم

اسلاف کی حیات و خدمات، کردار و عمل اور ان کی یادوں کے بجھتے ہوئے چراغوں کی لَو کو تیز کرنا ہر مومن کے دینی، ملّی اور اخلاقی فریضے میں داخل ہے۔ اس لیے کہ بدعقیدگی، بدعملی اور بے راہ روی کے ماحول میں ان کی حیات کے تابندہ نقوش دَم توڑتے جذبوں، ٹوٹتے حوصلوں اور منتشر خیالوں کو یقین و اعتماد کی منزل عطا کرتے ہیں۔ تاریخ پر جن لوگوں کی گہری نظر ہے وہ اس بات سے خوب اچھی طرح واقف ہیں کہ جب جب تاریکی کے سائے گہرے ہوئے ہیں، آزاد خیالی کا طوفان اُٹھا ہے اور فکری آوارگی کے مہلک جراثیم نے صالح نظریات کو متاثر کرنے کی کوششیں کی ہیں تو حضور مجاہد ملت جیسی علم پرور، پاکباز، دین پرست اور تقویٰ شعار شخصیت کے پاکیزہ کارناموں سے پھسلتے قدموں کو استقامت کی دولت، یقین کا نور اور اُمید کا سویرا ملا ہے۔

حضور مجاہد ملت علم و عمل، عشق و عرفان اور ایمان و یقین کی اس منزل پر فائز تھے جہاں

پہنچنے کی فکر میں بڑے بڑے صاحبِ فضل و کمال کے شاہین عقل کے بال و پر جلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ علوم و فنون کی کوئی ایسی شاخ نہیں، عشق و عرفان کی کوئی ایسی سرحد نہیں، جرأت و ہمت کی کوئی ایسی فصیل نہیں اور زہد و پارسائی کی کوئی ایسی منزل نہیں جہاں آپ نے اپنے وجودِ مسعود کا احساس نہ دلایا ہو۔ اگر آپ کی حیات کے سنہری اوراق اُلٹے جائیں، تاریخ کے دفاتر کھنگالے جائیں اور زمین کی وُسعتوں میں پھیلے ہوئے آپ کے نقوش یکجا کیے جائیں تو حکمت و دانائی کے درجنوں ابواب مرتب ہو سکتے ہیں۔ آپ کی کتابِ حیات کا ہر ورق چاند کی چاندنی سے زیادہ صاف و شفّاف اور سورج کی طرح درخشاں و تابندہ ہے۔

حضور مجاہد ملت یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم کی عملی تفسیر تھے۔ حوادث سے اُلجھتے ہوئے مقاصد تک پہنچنا اُن کی فطرت تھی۔ ان کی ذات معمارِ سُنّیت بھی تھی اور شعارِ سنّیت بھی۔ زمین پر بیٹھ کر افلاک کی وسعتوں میں ٹہلنا آپ کے معمولات میں داخل تھا۔ آپ کی ذات جماعت اہلِ سنّت کے لیے انعامِ الٰہی بھی تھی اور اسرارِ الٰہی بھی۔ آپ کو آپ کے عہد نے نہیں سمجھا۔ آپ کو آپ کا عہد سمجھ لیتا تو برصغیر میں آج مسلمانوں کی تاریخ مختلف ہوتی۔ جس طرح ماضی میں آپ کے نقوشِ پا مینارۂ نور تھے، اسی طرح آج بھی ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک مینارۂ نور بنے رہیں گے۔ آج کی قیادت آپ کے نقوشِ حیات کو رہنما بنا کر جماعتی مسائل کی بہت ساری پیچیدہ گتھیاں سلجھا سکتی ہے۔ آپ کی زندگی کے تمام تر نقوش روشن ہیں لیکن ان نقوش کو اپنی حیات کا حصہ بنانے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ آپ کی ذات تاحیات فانوس عشق و عرفان کی صورت میں روشن رہی۔ آپ نے جماعت اہلسنّت کو جو وقار و اعتبار بخشا ہے، اس کی کوئی دوسری مثال پیش کرنا بہت مشکل ہے۔ باطل قوتیں آپ کے وجود سے ہراساں رہا کرتی تھیں۔ بلا ضرورتِ شرعیہ کسی بھی باطل قوت سے اشتراک کے آپ سخت مخالف تھے۔ آپ کی شخصیت اپنے عہد میں کئی جہات سے ممتاز تھی۔ آپ کی شخصیت میں ملّی درد کو مجسّم دیکھا جا سکتا ہے۔ ملک و ملت کے حوالے سے آپ کے

جذبات وخیالات میں جو پاکیزگی تھی وہ اب کہیں نظر نہیں آتی۔ آپ کا علم، آپ کا عمل اور آپ کا عشق تقلیدی تھا۔ حرارتِ عشق آپ کو ہر وقت بے چین کیے رہتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا بستر ہر وقت بندھا رہتا تھا۔ تاعمر آپ کی فقیرانہ زندگی کی دہلیز پر رئیسی سر پٹکتی رہی۔ دنیا کی بڑی سے بڑی ظالم وجابر طاقتیں آپ کو کبھی مرعوب نہ کرسکیں۔ آپ ظلم وجبر کی ہر کلائی مروڑ دیتے تھے۔ اپنے زمانے میں پوری دنیا میں آپ سے بڑا کوئی دوسرا مجاہد نہ تھا اور اب تک آپ کا کوئی مثل پیدا نہ ہوسکا ہے۔ جماعتی روایات کو آپ نے جو تحفظ فراہم کیا ہے اس کی مثال سے ماضی قریب کی تاریخ خالی ہے۔ آپ کی زندگی کا ہر تیور اس شعر کا آئینہ دار تھا کہ

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہے مَردوں کی شمشیریں

حضور مجاہد ملت جس زمانے میں پیدا ہوئے وہ زمانہ مذہب ومسلک کے لیے بڑا پُرخطر، پُرآشوب اور نازک زمانہ تھا۔ مسلمان دینی، ملّی، صنعتی اور سیاسی اعتبار سے مایوسیوں کا شکار تھا۔ اسلامی اقدار وروایات کو کھلے عام نشانہ بنایا جارہا تھا۔ تقدیس الوہیت ورسالت کو شدید خطرات لاحق تھے۔ مسلمانوں کے دلوں سے چراغِ عشق رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بجھانے کی کوششیں جاری تھیں۔ محبوبانِ خدا سے بندگانِ خدا کے رشتوں کو ٹیڑھی نظروں سے دیکھا جارہا تھا۔ درس گاہوں اور خانقاہوں کا وقار داؤ پر لگا ہوا تھا۔ مسلمانوں سے ان کا تصلّب اور تشخص چھینا جارہا تھا۔ انھیں زندگی کے ہر شعبے میں بے دست و پا کرنے کی کوششیں تیز تھیں۔ ایسے پُرخطر ماحول میں آپ نے قومِ مسلم کو آبرومندانہ زندگی گذارنے کا حوصلہ بخشا اور باطل کی ہر سازش کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ بے نقاب فرمایا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرّہٗ نے باطل قوتوں سے مقابلے کے لیے جو ہتھیار تیار کیے تھے حضور مجاہد ملت انھیں ہتھیاروں سے لیس ہوکر میدان میں اُترے اور باطل کے ناپاک اِرادوں کو خاک میں ملاکر رکھ دیا۔ انھوں نے قومِ مسلم کو بامقصد زندگی گذارنے کے طریقے بتائے اور زندگی کے ہر شعبے میں اپنے وجود کا احساس دلانے، حکومت

وقت سے اپنے جائز مطالبات منوانے اور اجتماعی طور پر منظم رہنے کے لیے پُرزور تحریکیں چلائیں۔ مسلم مسائل کو اُٹھانے کی بنیاد پر آپ ہمیشہ حکومتِ وقت کی نگاہوں میں کھٹکتے رہے۔ چونکہ آپ خود ایک بڑے اسٹیٹ کے مالک تھے، آپ کے ساتھ جماعت بھی تھی اور جمعیت بھی تھی۔ حکومتِ وقت کے ساتھ ساتھ دوسری اسلام مخالف تحریکات کو آپ کی طاقت و قوت کا خوب اندازہ تھا۔ پھر بھی آپ کو مصائب و آلام سے دو چار ہونا پڑا۔ قید و بند کی دل خراش صعوبتوں سے گذرنا پڑا۔ اس کے باوجود مصائب و آلام کے تیز و تند جھونکے آپ کے حوصلوں کے چراغ کو کبھی بجھا نہ سکے۔ آپ نے اپنے کارناموں سے اپنے عہد پر دیرپا اثرات چھوڑے ہیں۔ جب بھی کوئی مؤرخ آپ کے عہد کی تاریخ مرتب کرے گا تو آپ کے ذکر کے بغیر وہ تاریخ مکمل نہ سمجھی جائے گی۔ ملّی مفادات کے باب میں آپ کی بے لوث قربانیوں کی ایک طویل تاریخ ہے، جسے منظم طور پر ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔ آپ ہی جیسی شخصیات پہ ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر چسپاں ہوتا ہے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضور مجاہد ملت کی ولادت ۸ر محرم الحرام ۱۳۲۲ھ/ ۲۲ر مارچ ۱۹۰۴ء میں ہوئی۔ اور وصال ۶ر جمادی الاوّل ۱۴۰۱ھ/ ۱۳ر مارچ ۱۹۸۱ء میں ہوا۔ آپ کی ۷۸ر سالہ زندگی سے ۲۸ر سال تعلیم و تربیت کے لیے نکال دیئے جائیں تو ۵۰ر سال بچ جاتے ہیں۔ یعنی آپ پورے ۵۰ر سال تک پورے ہوش و حواس کے ساتھ مذہب و مسلک اور قوم و ملّت کی خدمات انجام دیتے رہے۔ جب، جہاں، جیسی ضرورت پیش آئی آپ نے ملک و ملّت کے لیے خود کو پیش کیا۔ آپ کے وجود کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو دینی، ملّی، علمی اور سیاسی خدمات کے جذبے سے خالی ہو۔ بعض صوفیا کا فرمان ہے کہ جو سانس ذکرِ الٰہی سے خالی ہو کافر ہے۔ آپ کی حیات کا مطالعہ اس خیال کو اعتبار عطا کرتا ہے کہ آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ ذکر و فکر سے خالی نہ تھا۔ آپ کے دینی، ملّی اور جماعتی درد کو اس بات سے سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ جس شہر میں

جاتے قیام کے لیے کسی مسجد کا انتخاب فرماتے۔ عقیدت مندوں کی جماعت یہ چاہتی کہ حضور کسی کے گھر پہ قیام کریں۔ عقیدت مندوں کو آپ جواب دیتے کہ گھر کے دروازے عموماً دس بجے رات میں بند ہو جاتے ہیں لیکن خدا کے گھر کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ ہماری ضرورت قوم کو نہ جانے کس وقت پیش آ جائے۔ گھر میں قیام کرنے سے صاحب خانہ کو ہمارے لیے پوری پوری رات بیدار رہنا ہوگا اور یہ دقّت طلب کام ہے۔ مسجد میں نہ آنے کی پابندی، نہ جانے کی پابندی۔ مصلحین اُمت کی تاریخ میں ایسی مثال بہت کم ملے گی۔ آپ کی اس طرزِ زندگی پر جس قدر غور کیجیے حیرانیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ اس حوالے سے بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔ آپ نے اپنی دینی، ملّی، علمی اور سیاسی خدمات سے پورے عہد کو متاثر کیا۔ اور آج جو بھی آپ کی حیات کا مطالعہ کرتا ہے، متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ عہدِ حاضر کے مصلحین امت کے لیے آپ کی حیات کی ہر سانس مشعلِ راہ ہے۔

حضور مجاہد ملت کی زندگی کے مطالعہ کے دوران ایک قاری قدم قدم پر حیرت و استعجاب کا شکار ہوتا ہے کہ ایک رئیس وقت پہ فقیری کی تہیں اتنی گہری کیسے ہوگئیں؟ ان کی زندگی کی ہر سانس سے فقیری کی خوشبو پھوٹتی تھی۔ ان کے رئیسانہ تیور اس وقت دیکھنے کو ملتے تھے جب دینی وملّی قدروں کے فروغ کی راہ میں پیسے حائل ہوتے۔ دینی روایات کی تبلیغ و ترویج کے لیے ان کے خزانے کا منہ ہر وقت کھلا رہتا۔ ان کی فقیری کی دہلیز پہ اہلِ ثروت کی ہر وقت بھیڑ لگی رہتی اور ہر شخص آپ کی جنبش لب کا منتظر ہوتا۔ لیکن آپ کی زبان کھلنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتی، بلکہ ہزاروں بے مایہ لوگ آپ کی دعاؤں سے دولت وثروت کی کان کے مالک ہو گئے۔ فقیروں کی بارگاہوں میں ہر طرح کے لوگ حاضر ہوتے ہیں اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق سب بامراد ہوتے ہیں۔ ان کے یہاں ذات، برادری اور قبیلہ کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ حضور مجاہد ملت کا بابِ کرم چوبیس گھنٹے کھلا رہتا۔ آپ کے کرم کی بارش میں نہانے والوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ اس فہرست میں جماعتِ علما، جماعتِ فقہا، جماعتِ خطبا، جماعتِ مناظرین، جماعتِ محدثین، جماعتِ متکلمین، مناطقہ، فلاسفہ، جماعتِ طلبہ اور عوام سب نظر

آتے ہیں۔ آپ کی درس گاہ علم میں تشنگانِ علوم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر وقت بھیڑ سی لگی رہتی۔ بلکہ آپ کے بعض تلامذہ کی درس گاہوں میں بھی ہم نے علما کی جماعت کو زانوئے تلمذ تہہ کیے ہوئے دیکھا ہے۔ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے میں فخر محسوس کرتا ہوں کہ اپنی زندگی کا ایک طویل حصّہ میں نے حضرت مجاہد ملت کی خدمت میں گزارا ہے۔ سفر و حضر میں ان کی ہمر کابی کا بارہا شرف حاصل ہوا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ بارہ مناظروں میں ان کے ساتھ میں نے سفر کی سعادت حاصل کی ہے، جن میں سے آٹھ مقامات پر میں نے حضور مجاہد ملت کی صدارت میں کامیاب مناظرہ کیا ہے۔ یہ بالکل امر واقعہ ہے کہ مناظرہ کے اُصول ورُموز، بحث و استدلال کے ضابطے اور گفتگو کے قواعد و آداب کا جو سرمایہ بھی میرے پاس ہے وہ حضور مجاہد ملت ہی کا عطا کردہ ہے۔''

پاسبانِ ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''ہماری عام درسگاہوں میں ''میر قطبی'' کے بعد ''ملّا حسن'' پڑھائی جاتی ہے لیکن علوم و معارف کے اس بحر ذخار (حضور مجاہد ملت) نے جب درسگاہ سنبھالی تو ''ملّا حسن'' کی جگہ ''شرح مرقاۃ'' جیسی معریٰ کتاب کو جس پر ایک سطر کا حاشیہ تک نہیں، اسے داخلِ نصاب کیا اور اسی کتاب میں ملّا حسن، ملّا جلال، قاضی حمد اللہ، تک کے مباحث کو کھنگال دیتے، جو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ انھیں معقولات پر کس حد تک ید طولیٰ حاصل تھا۔''

حضور مجاہد ملت کے علمی تبحر کے حوالے سے پروفیسر شاہد اختر کا بیان ذیل میں ملاحظہ کریں:

''سرکار مجاہد ملت کی حیاتِ مبارکہ کا ایک بڑا حصہ چونکہ ملّی سربلندی اور سرفرازی کی کوششوں نیز بدعقیدگی کے خلاف گذرا۔ اس لیے لوگوں کو ان کے علمی تبحر کا کماحقہٗ اندازہ نہ ہوسکا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ بیسویں صدی کی آٹھویں دہائی تک مختلف علوم میں اپنے ہم عصر علما میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ معقولات پر ان کی دسترس کا یہ عالم تھا کہ ان کے زمانے

کے بڑے بڑے عالم کو ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں تھا۔ جس طرح میرؔ نے ''نکات الشعراء'' میں اپنے عہد میں پونے تین شاعروں کا وجود تسلیم کیا تھا۔ بیسویں صدی کے معقولات کے ایک مستند عالم صدر العلماء مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھیک اسی طرح اپنے عہد میں معقولات کے ڈھائی عالموں کا وجود تسلیم کیا تھا۔ بقول ان کے معقولات پر ان کے علاوہ پوری دسترس اگر کسی کو حاصل تھی تو وہ سرکار مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی ذات تھی اور ان کے توسّط سے ان کے شاگرد (شمس العلماء) مولانا نظام الدین بلیاوی صاحب قبلہ شیخ الحدیث مدرسہ فیض العلوم کو نصف رسائی۔ سرکار محدثِ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی سرکار مجاہد ملت کے تبحر علمی کو اس طرح خراجِ تحسین پیش فرمایا تھا۔ ''مجاہد ملت شاہ حبیب الرحمٰن علم کے بادشاہ ہیں۔'' [1]

حضور مجاہد ملت کا عہد علما و مشائخ کا عہد تھا۔ بڑی بڑی جامع علوم شخصیات ملک کے مختلف گوشوں میں موجود تھیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی درس گاہ کی تربیت یافتہ شخصیات کا ایک الگ نوری کارواں تھا۔ تلمیذ اعلیٰ حضرت حضور صدر الشریعہ کے فیض یافتہ علما کی جماعت الگ تھی۔ صدر الشریعہ کے تلامذہ کی فہرست کافی طویل ہے۔ دوسری درسگاہوں کے سند یافتہ علما بھی کم نہ تھے۔ یعنی اہلِ علم وفن کی جماعت غیر منقسم ہندوستان کے ہر گوشے میں موجود تھی۔ اور سب اپنی اپنی جگہ پر مصروفِ عمل تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کے تلامذہ کے بعد علما کی جو جماعت نظر آتی ہے ان میں حضور مجاہد ملت کی شخصیت مختلف جہات سے ممتاز نظر آتی ہے۔

اپنے معاصرین میں حضور مجاہد ملت کے امتیازات کی اگر فہرست تیار کی جائے تو خود ایک کتاب تیار ہو جائے۔ ذیل میں امتیازات کے چند نمایاں پہلو ملاحظہ کریں۔

حضور مجاہد ملت رئیس اعظم اڑیسہ تھے۔ یعنی اڑیسہ میں آپ سے بڑا کوئی رئیس نہ تھا۔ آپ کی ریاست ''رؤفیہ اسٹیٹ'' سے مشہور و معروف تھی۔ آپ کی دولت و ثروت کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ سالانہ اُنچاس ۴۹ ؍ ہزار روپیے برٹش گورنمنٹ کو ٹیکس ادا

کرتے تھے۔ اگر اس اُنچاس ہزار سے آج کی کرنسی خریدی جائے تو ایک کروڑ سے زائد رقم بنتی ہے۔ آپ کی ریاست ظلم و ناانصافی سے پاک تھی۔ آپ کے آبائے کرام بھی نرم دل، غریب پرور اور عدل پسند تھے۔ فقرا و مساکین کے لیے آپ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ آپ کے دروازے سے کوئی سائل کبھی محروم نہیں لوٹتا تھا۔ بلکہ تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ مانگنے والوں کو حاجت سے سوا دیتے تھے۔ سائلوں میں تشنگانِ علوم بھی ہوتے تھے۔ مریضانِ عشق بھی ہوتے تھے اور طالبانِ دنیا بھی ہوتے تھے۔ ان کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے سائلوں کی زبان پر کبھی کوئی حرفِ شکوہ نہیں دیکھا گیا۔ وہ بھیک دیتے بھی تھے اور سنتِ نبوی کے مطابق منگتا کی بھلائی کی دعائیں بھی کرتے تھے۔ سائلوں کے حوالے سے ان کا حال کچھ یوں تھا ؎

آتا ہے فقیروں پہ انھیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

(حضرت حسن بریلوی)

حضور مجاہد ملت رئیس ہی نہیں بلکہ رئیس اعظم تھے۔ آپ نے اپنی پوری ریاست کو دینی اقدار و روایات کے فروغ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آپ کی حیات کا اکثر حصّہ ریل میں گذرا یا جیل میں۔ برٹش گورنمنٹ سے آپ محاذ آرا رہے اور برٹش گورنمنٹ کے بعد جو حکومت آئی اُس کی بعض پالیسیوں سے بھی آپ متفق نہ تھے۔ آپ ہر اس پالیسی کے خلاف آواز بلند کرتے رہے جو سماج کے دبے کچلے لوگوں کے خلاف ہوتی۔ آپ کی صدائے احتجاج سے رائے عامّہ منٹوں میں تبدیل ہو جایا کرتی تھی۔ نتیجے کے طور پر حکومت اور اس سے جڑے ہوئے لوگ اپنی پالیسیوں پہ نظرِ ثانی کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ آپ کا مذہبی اور سیاسی دونوں مقام بہت بلند تھا۔ آپ کی ذات، صورت و سیرت اور عمل و کردار کے اعتبار سے بھی بے مثال تھی۔ انکساری، مہمان نوازی، فیاضی، سخاوت، خوش مزاجی، صبر و شکر اور قول و فعل میں یکسانیت کے اعتبار سے بھی بے مثال و بے نظیر تھی۔ اسلامی زندگی جن عناصر سے

تکمیل پاتی ہے وہ سارے عناصر آپ کی کتابِ حیات میں بہتر طریقے سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ آپ اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محسوس پیکر تھے۔ آپ کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے شمس العلماء حضرت علامہ مفتی شاہ نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام لکھتے ہیں:

''عشقِ حقیقی کے استغراق میں مجاہد ملت ہر آن یہی چاہتے تھے کہ مدینہ منورہ کی سرزمین ہو اور میں ہوں۔ بصورت آزادی یا بصورت قید مواقع پر ہرگز نگاہ نہیں رہتی تھی۔ کیوں کہ وہ اس کو میدانِ عشق کا فرضِ اولین سمجھتے تھے۔ جب حاضری ہوتی تو وہاں کے خس و خاشاک کو بوسہ دیتے۔ زمین کے چپہ چپہ کو چوم لیا کرتے تھے۔ جب دریافت کیا جاتا یہ کیا؟ تو فرماتے کہ میرے سرکار کا اس مقام پر کبھی قدمِ ناز پڑا ہو۔''[۲]

حضور مجاہدِ ملت کی پُتلیوں میں جمالِ گنبد خضریٰ منقش تھا۔ یہ اعزاز کٹھن ریاضت کے بعد ہی ملتے ہیں۔ انھیں یہ مقام حاصل تھا کہ ہند میں بیٹھ کر گنبد خضریٰ کی زیارت سے خود کو شادکام کرتے رہیں۔ ان کا عشق جنوں کی سرحدوں میں داخل ہو چکا تھا۔ آپ کی جلوت و خلوت میں ہر وقت نغماتِ رضا کی دھوم رہا کرتی تھی۔ جب ہند کا یہ عالم ہے تو دیارِ حبیب میں آپ کی وارفتگی کا حال کیا ہوگا؟ اس کیفیت کی تصویر لفظوں میں کھینچنا بہت مشکل ہے۔ شاہدین کا بیان ہے، آپ ذراتِ مدینہ کو آنکھوں سے لگاتے اور قدم قدم پر زمین کو بوسے دیتے اور آپ کی زبان پہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کے اس طرح کے اشعار ہوتے ؎

اے خارِ طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو
کوچہ کوچہ میں مہکتی ہے یہاں بوئے قمیص
یوسفتاں ہے ہر اک گوشۂ کنعانِ عرب
کنارِ خاکِ مدینہ میں راحتیں ملتیں
دلِ حزیں تجھے اشکِ چکیدہ ہونا تھا

حضور مجاہد ملت کے عشق کے حوالے سے حضرت مولانا عبدالکریم نعیمی بنگلہ دیش لکھتے ہیں:

''محبت کا تقاضا یہ بھی ہوتا ہے کہ محبوب کے تعلق داروں سے بھی محبت کرے۔ چنانچہ آپ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوستوں اور تعلق داروں سے اُلفت ومحبت کی۔ محبوبِ خدا کے دشمنوں سے دشمنی بحال رکھی۔ صحابۂ کرام، ازواجِ مطہرات، اہلِ بیت آلِ رسول اور اولیائے کرام کو جان و دل سے محبوب رکھا۔ کافروں، منافقوں اور تمام بدمذہبوں سے کلیۃً کلیۃً نفرت وعداوت تھی۔ محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق و اشتیاق بکثرت رکھتے تھے۔ شاہِ بطحا کی یاد اور ذکر پاک سے ہمیشہ رطب اللسان رہتے۔ سوتے میں یاد تھی، جاگتے میں یاد تھی، چلتے پھرتے میں یاد تھی۔ ہر حالت میں دل سے، زبان ذکر محبوب سے اپنے کو گرمایا کرتے۔ ذکر محبوبِ خدا کی فراوانی کے ساتھ ساتھ تعظیم وتوقیر سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام کے لیے آپ کی پوری زندگی وقف تھی۔ اپنے قول وفعل اور حال سے اس امتحان میں پوری طرح کامیاب تھے۔ آپ کی چشمانِ مبارک محبوبِ خدا کے حسن و جمال میں مستغرق رہتی۔ آپ کے کانِ مبارک محبوب کے ذکر ومدح اور ان کے کلام کے علاوہ ہر اس کلام سے بہرہ ور رہتا جس میں عشق حبیب کی آنچ ہوتی۔'' [۳۴]

پروفیسر شاہد اختر لکھتے ہیں:

''عشق کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ عاشق معشوق کی ایک ایک ادا پر جان نثار کرنے کی تڑپ اپنے اندر رکھے اور معشوق کے تصور سے ہی وصال کی لذتوں میں ڈوب جایا کرے۔ سرکار مجاہد ملت کے عشق کا یہ عالم تھا کہ اپنی زندگی کے معمولات میں وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اداؤں کی پیروی کرتے اور نام نامی اسم گرامی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آتے ہی تصورِ معشوق میں ڈوب کر مضطرب ہوجاتے۔ آنکھیں آنسو برسانے لگتیں۔ سرکار آسیؔ رحمۃ اللہ علیہ نے عشق کی ایک کیفیت یوں پیش کی ہے ؎

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
ہے شبِ گور بھی اس گل سے ملاقات کی رات

سرکار مجاہد ملت عشق کی اسی کیفیت میں سرشار تھے۔ جہاں موت بھی اس لیے لذت آ گیں تھی کہ اس گل سے ملاقات کی سبیل ثابت ہوگی۔ شروع میں شعلہ بار تقریر فرمایا کرتے تھے مگر بعد میں یہ حالت ہوگئی کہ تقریر کر ہی نہیں پاتے۔ دو چار جملوں کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر آیا اور رقت طاری ہوگئی، آواز رندھ گئی، آنسو جاری ہو گئے۔

اگست ۱۹۸۰ء میں سرکار مجاہد ملت کی تشریف آوری اپنے علاقے میں ہوئی۔ فقیر کو یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ ہوڑہ جا کر سرکار کو اپنے یہاں لاؤں۔ ایک دن پہلے فقیر ہوڑہ پہنچا۔ ٹکیہ پاڑہ سے باوڑیا، باوڑیا میں شب گذاری، پھر ٹکیہ پاڑہ اور ٹکیہ پاڑہ سے شیب پور شیب پور پتہ چلا کہ سرکار تیلینی پاڑہ تشریف لے جا چکے ہیں۔ جان میں جان آئی۔ گھر آیا تو پتہ چلا کہ سرکار غسل فرما رہے ہیں۔ غسل سے فراغت ہوئی تو کمترین نے قدم بوسی کی۔ سرکار نے پوچھا کہ تلاش میں زحمت تو ہوئی ہوگی۔ کمترین نے کہا، سرکار زحمت تو کیا ہوئی، ہاں جب ایک جگہ سے دوسری جگہ دوڑ رہا تھا، وحشتؔ کلکتوی کا یہ شعر زبان پہ جاری تھا ؎

ہے ارزاں اس قدر دیدارِ جاناں ہم نہ مانیں گے
زلیخا کیا سنائی ہے خیال اس کا ہے خواب اس کا

شعر کا سننا تھا کہ چہرہ متغیر ہوگیا۔ بار بار ؎ ہے ارزاں اس قدر دیدارِ جاناں ہم نہ مانیں گے.... کہتے اور آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔ کمترین نے اپنے عشق کی بات کی تھی۔ سرکار مجاہد ملت اپنے معشوق کے تصور میں ڈوب گئے۔'' [۴]

حضور مجاہد ملت کی پوری زندگی مذہبی درد سے عبارت تھی۔ بلکہ اگر کوئی مذہبی درد کو مجسم دیکھنا چاہے تو حضور مجاہد ملت کو دیکھ سکتا ہے۔ آپ نے مذہبی قدروں کے فروغ میں جو قربانیاں پیش کی ہیں، اس کے بیان واقعی کے لیے لغات میں الفاظ نہیں ملتے۔ گود سے گور تک کا کوئی لمحہ آپ کا خدمت دین متین سے خالی نہیں ملتا۔ آپ کی زندگی کی ہر سانس سے

اتباعِ شریعت کی خوشبو پھوٹتی ہے۔

آپ کی دینی، ملّی اور علمی زندگی کا انتہائی حسین نقشہ حضرت علامہ اسلم بستوی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ یوں کھینچا ہے۔

وہ مجاہد ملت .... جو رات کے زاہد اور دن کے مجاہد تھے۔

وہ مجاہد ملت .... جو اسوۂ صدیقی و فاروقی کا عملی نمونہ تھے۔

وہ مجاہد ملت .... جو سنّتِ عثمانی کی شانِ استغنا تھے۔

وہ مجاہد ملت .... جو ضربِ یداللّٰہی کے پَرتو تھے۔

وہ مجاہد ملت .... جو سنّتِ عشقِ بلالی کے پیکر تھے۔

وہ مجاہد ملت .... جو آبروئے ملت تھے۔

وہ مجاہد ملت .... جو مذہب و وطن کے وفادار تھے۔

وہ مجاہد ملت .... جو قوم و ملت کے قافلہ سالار تھے۔

وہ مجاہد ملت .... جو تصوف کے امام اور صوفیوں کے سردار تھے۔

وہ مجاہد ملت .... جو علم کا پہاڑ تھے۔

وہ مجاہد ملت .... جو پیکرِ حلم و مروّت تھے۔

وہ مجاہد ملت .... جو محبت کا دریا اور پیار کا سمندر تھے۔

وہ مجاہد ملت .... جن کے عشقِ رسالت پناہی نے نجدی حکومت کے در و بام کو ہلا دیا۔

وہ مجاہد ملت .... جن سے دنیائے وہابیت لرزہ براندام تھی۔

وہ مجاہد ملت .... جو بجائے خود ایک تحریک تھے۔ اس عہد گمرہی میں نشانِ منزل تھے۔ اس دورِ تاریکی میں ایک ''مینارۂ نور'' اور ایک تیز طرار قسم کی روشنی تھے۔ مگر آہ وہ ''مینارۂ نور'' ہم سے روپوش ہو گیا اور وہ روشنی ہم سے چھپ گئی۔ [۵]

مذکورہ اقتباس چند سطروں پر مشتمل ہے لیکن یہ حضرت مجاہد ملت کی پوری حیات کا

اشاریہ ہے۔ اس تاثر کی روشنی میں اگر کوئی ذی علم، ذی شعور اور صاحب نظر کی طرف سے پیش رفت ہوتی ہے تو حضور مجاہد ملت کی ایک اچھی اور خوب صورت تصویر سامنے آسکتی ہے۔ راقم نے کئی صاحب فکر ونظر کو اس حوالے سے غور وفکر کی دعوت دی ہے، لیکن اب تک کسی طرف سے حوصلہ افزا جواب نہیں مل سکا ہے۔ ممکن ہے مستقبل قریب میں امید کا کوئی سورج نکل آئے۔

حضور مجاہد ملت کی زندگی کے دو مضبوط پلیٹ فارم تھے۔ ایک مذہبی، دوسرا سیاسی۔ چونکہ آپ کے عہد میں مسلمان مذہبی اور سیاسی دونوں اعتبار سے زوال کا شکار تھا۔ ملک کی دوسری قومیں مسلمانوں کو زندگی کے تمام شعبوں میں بے دست و پا کر دینا چاہتی تھیں۔ انھیں یہ خطرہ تھا کہ اگر مسلمان سیاسی، سماجی اور معاشی طور پر خود کفیل ہوں گے تو ان سے نمٹنا بہت مشکل ہوگا۔ اور آج بھی حکومتی سطح پر یہی کوشش جاری ہے بلکہ آج مسلمانوں کے حالات کل سے بدتر ہیں اور آنے والا وقت اور بھی بُرا ہوگا۔ آج حکومت اپنے مشن میں پورے طور پر کامیاب ہو چکی ہے۔ حکومت کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں مسلمانوں کی موثر نمائندگی ہو۔ کل حضور مجاہد ملت جیسی مستحکم قیادت مسلمانوں میں موجود تھی۔ آج مسلمانوں میں کوئی مجاہد ملت نہیں۔ حضور مجاہد ملت کو حکومت کی بدنگاہی کا خوب احساس تھا، یہی وجہ تھی کہ آپ نے مسلمانوں میں جنونِ عشق کو تیز کرنے کی تاحیات جدوجہد جاری رکھی۔ آپ کو اعلیٰ حضرت نے اپنا مشن سونپا تھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے اغیار کے ناپاک عزائم کو بھانپ لیا تھا۔ آپ نے مسلمانوں کے حال کو ماضی سے جوڑنے کی بہت کوششیں کیں۔ اس سلسلے میں آپ کی تالیفات وتصنیفات دیکھی جاسکتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے جس تحریک کی بنیاد رکھی تھی، علم وعرفان اور شعور و آگہی کا جو چراغ روشن کیا تھا اسی چراغ کی لَو کو تیز کرنے کے لیے آپ نے بعد وصال حضور مجاہد ملت کا انتخاب فرمایا تھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کے زمانے میں علما، مشائخ اور مذہبی رہنماؤں کی کمی نہیں تھی لیکن دین کے نام پر متاعِ کائنات لٹا دینے کا

جو جذبہ حضور مجاہد ملت میں تھا وہ دوسروں میں نہ تھا۔ حضور مجاہد ملت نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کے انتخاب کو کبھی داغدار ہونے نہیں دیا۔ آپ نے نائب اعلیٰ حضرت کی حیثیت سے پورے عرب و عجم میں یہ کہتے ہوئے پیغامِ رضا، فکرِ رضا اور مسلکِ رضا کی دھوم مچا دی کہ

کیوں رضاؔ آج گلی سونی ہے اُٹھ میرے دھوم مچانے والے

حضور مجاہد ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کا انتخاب تھے۔ اس لیے آپ نے عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عشقِ شاہِ بغداد ہی کو اپنی حیات کا ترجیحی عنوان بنایا۔ اور ان آقایانِ کریم کے عشق کی تشہیر، ترویج اور تبلیغ کے لیے خود کو وقف کر دیا۔ آپ چاہتے تھے کہ پوری دنیا کا مسلمان عشقِ شاہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عشقِ شاہِ بغداد کی آنچ میں تپ کر کندن ہو جائے اور ہر شخص کی زبان پر یہی نغماتِ رضا مچلتے دکھائی دیں کہ

سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں
یادِ حضور کی قسم غفلتِ عیش ہے ستم
خوب ہیں قیدِ غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا
سورج اَگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے اُفقِ نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا
مرغ سب بولتے ہیں بول کے چپ رہتے ہیں ہاں اصیل ایک نوا سنج رہے گا تیرا
جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا
دلِ اعدا کو رضاؔ تیز نمک کی دُھن ہے اِک ذرا اور چھڑکتا اسے خامہ تیرا

حضور مجاہد ملت کے دل میں عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو چراغ روشن تھا، آپ چاہتے تھے کہ پوری دنیا عموماً اور پورا برصغیر ہند و پاک خصوصاً اس چراغ کی روشنی میں آجائے اور کان جدھر لگایا جائے یہی صدا سماعت سے ٹکرائے کہ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
ڈال دی قلب میں عظمتِ مصطفیٰ — سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

حضور مجاہد ملت جماعت اہلِ سنّت کے مذہبی قائد بھی تھے اور سیاسی بھی۔ مذہب اور سیاست ایک ہی سکّے کے دو رُخ ہیں۔ مذہب کو سیاست سے الگ سمجھنا جہالت اور نادانی ہے۔ جو لوگ مذہب کو سیاست سے جدا سمجھتے ہیں انھیں سیرتِ پاک کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ارسطو نے سیاست کی یوں تعریف کی ہے:

> ''فطرتِ انسانی اجتماع پسند ہے۔ اس لیے وہ اجتماعی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ اس صورت میں ان کے لیے ضروری ہے کہ آپس کے مشورے سے زندگی کی ضرورت کو آپس میں تقسیم کرلیں تا کہ زندگی اور ایک اچھا سماج وجود میں آئے۔'' ۶

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادتِ باسعادت سے قبل انسانی دنیا اجتماعیت کے مفہوم سے ناآشنا تھی۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اجتماعیت کا ایک بھرپور تصور دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔ اور آپسی مشورے سے ایک قابلِ تقلید سماج کو وجود بخشا۔ جسے صحابہ کی جماعت کہتے ہیں۔ روئے زمین پر صحابہ کی جماعت سے بہتر کوئی دوسری جماعت سورج نے اب تک نہیں دیکھا ہے۔ اسی لیے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مثل ہیں تم جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔

تاریخ سے اس بات کی بھرپور شہادت ملتی ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑا سیاسی قائد و رہنما آج تک روئے زمین پر کوئی پیدا نہیں ہوا ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک کوئی پیدا نہ ہوگا۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیاسی بصیرت کی شعاعیں کتبِ سیر میں بکھری ہوئی ہیں، یہاں تفصیل دی جاسکتی ہے نہ تفصیل کا موقع ہے۔ یہاں بطور نمونہ ابوابِ سیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے صرف ایک ورق ملاحظہ کریں:

اسلام کے فروغ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ اہل مکّہ تھے۔ وہ خود بھی اسلام

اور پیغمبر اسلام کی شدت سے مخالفت کرتے تھے اور دوسرے قبائل عرب کو بھی اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ اس لیے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اہلِ مکّہ سے صلح چاہتے تھے تا کہ اسلام کی دعوت وتبلیغ آزاد فضا میں ہو سکے۔ سن ۶ ھ میں حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے چودہ سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر مکّہ کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہلے ہی سے اندیشہ تھا کہ کفّارِ مکّہ ہماری راہ میں حائل ہوں گے اس لیے آپ نے اپنا ایک قاصد پہلے ہی سے مکّہ بھیج دیا تھا کہ وہ اہلِ مکّہ کی خبر لائے۔ جب اسلامی کارواں مقام ''عسفان'' کے قریب پہنچا تو قاصد خبر لے کر آ گیا۔ اور اہلِ مکّہ کے ارادوں سے آپ کو باخبر کیا۔ آپ کو یہ خبر بھی ملی کہ حضرت خالد بن ولید اور ابوجہل کا بیٹا عکرمہ دو سو سواروں کا ایک دستہ لے کر مقامِ غمیم تک پہنچ گئے ہیں۔ جب حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خالد بن ولید کے سواروں کی گرد نظر آئی تو آپ نے عام راستہ سے ہٹ کر اپنا سفر جاری رکھا۔ جب آپ مقامِ حدیبیہ میں پہنچے تو دیکھا کہ کفّارِ مکّہ کا ایک لشکر آمادۂ جنگ ہے۔ اہلِ اسلام کا یہ حال ہے کہ سب کے سب حالتِ احرام میں ہیں۔ حالتِ احرام میں جوئیں بھی نہیں مار سکتے۔ بہر حال آپ نے کفّارِ مکّہ سے گفت وشنید کا سلسلہ جاری کیا۔ اہلِ مکّہ کی طرف سے آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں جو شخص سب سے پہلے حاضر ہوا وہ بدیل بن ورقاء تھا۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بدیل بن ورقاء سے فرمایا کہ تم اہلِ مکّہ کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم جنگ کے لیے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم جنگ چاہتے ہیں۔ ہم یہاں صرف اور صرف عمرہ ادا کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔

مسلسل جنگ سے قریش کو کافی جانی و مالی نقصان سے دو چار ہونا پڑا ہے، اس لیے ان کے لیے بھی یہی بہتر ہے کہ وہ جنگ نہ کر کے ایک معینہ مدت تک کے لیے ہم سے صلح کا معاہدہ کر لیں۔ بدیل بن ورقاء نے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی باتیں قریش مکّہ کو سنائیں۔ قریش مکّہ آپس میں کافی بحث ومباحثہ اور غور وخوض کے بعد صلح پر اپنی آمادگی ظاہر کر دی، جو صلح حدیبیہ کے نام سے تاریخ میں شہرت رکھتی ہے۔ قرآن نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین سے تعبیر

کیا ہے۔ صلح حدیبیہ کی بعض دفعات پر بعض صحابہ معترض تھے ان کی نگاہ دفعات کے ظاہر پر تھی، پھر بعد میں انہیں دفعات کے اسلام کے حق میں ہونے کا اعتراف کرنا پڑا۔ بہر حال یہ طے کر دیا گیا کہ فریقین کے درمیان دس سال تک لڑائی بالکل موقوف رہے گی، صلح نامہ کی باقی دفعات ذیل میں ملاحظہ کریں۔

(۱) مسلمان اس سال بغیر عمرہ ادا کیے واپس چلے جائیں۔

(۲) آئندہ سال عمرہ کے لیے آئیں اور صرف تین دن مکّہ میں ٹھہر کر واپس چلے جائیں۔

(۳) تلوار کے سوا کوئی دوسرا ہتھیار لے کر نہ آئیں، تلوار بھی نیام کے اندر رکھ کر تھیلے وغیرہ میں بند ہو۔

(۴) مکّہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں، ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی مکّہ میں رہنا چاہیں تو اسے نہ روکیں۔

(۵) کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکّہ میں چلا جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۶) قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں دوستی کا معاہدہ کرلیں۔ (سیرت المصطفیٰ، ص:۲۶۹)

صلح نامہ کی دفعات سے بظاہر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھک کر صلح قبول کی ہے لیکن حقیقت میں یہ ساری دفعات قریش مکّہ کے خلاف ثابت ہوئیں۔ یہیں سے اسلام کے فروغ کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا۔ یہ تھی حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی بصیرت، اگر دفعات پر تفصیلی بحث کی جائے تو ایک کتاب تیار ہو جائے جنھیں تفصیل دیکھنی ہو وہ سیرت وسوانح کی معتبر کتب سے رجوع کریں۔

حضور مجاہد ملت کی نگاہوں میں سیرتِ پاک کا ہر ورق محفوظ تھا۔ آپ سیرتِ پاک کے اُجالے میں آپسی مشورے سے ایک ایسے سماج کو وجود دینا چاہتے تھے جس کا ہر فرد عشقِ

رسول ﷺ کے نشے میں سرشار ہو۔ چونکہ عشقِ رسول ﷺ ہی جانِ ایمان، روحِ ایمان ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

اللہ کی سر تا بہ قدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انساں وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

ہندوستان ۱۹۴۷ء میں آزاد ہوا، اور آزادی کے فوراً بعد تقسیم بھی ہو گیا۔ تقسیم کی صورت میں پاکستان کا وجود عمل میں آیا۔ ملک کی آزادی اور پاکستان کا وجود دونوں سے مسلمانوں کو نقصان تو ہوا، فائدہ نہیں ہوا۔ آزادی ہوتی اور تقسیم نہ ہوتی تو مسلمان اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھال لیتا لیکن تقسیم نے مسلمانوں کو اقلیت کی صف میں کھڑا کر دیا۔ اہلِ ثروت کی اکثریت پاکستان ہجرت کر گئی۔ انھیں یہ خوش فہمی تھی کہ پاکستان اسلامی ملک ہوگا، اس لیے وہاں عزت کی زندگی ملے گی۔ مگر یہ خوش فہمی ان کے لیے خواب یا سراب ثابت ہوئی۔ پاکستان میں مہاجرین کے ساتھ جو سلوک ہوا اور ہو رہا ہے، یہ بڑی المناک داستان ہے۔ مہاجرین کے ساتھ ظلم و زیادتی کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ بنگلہ دیش میں مہاجرین کا جو قتل عام ہوا، اس خونِ ناحق کی سرخی ابھی مٹی نہیں ہے۔ کچھ مہاجرین پاکستان اور بنگلہ دیش کی سرحد پر آج بھی افسوس ناک زندگی گذار رہے ہیں۔ انھیں بنگلہ دیش قبول کر رہا ہے نہ پاکستان۔

انگریزوں نے مسلمانوں سے ملک چھینا تھا۔ اس لیے انگریز جب تک ہندوستان پر حکمراں رہے مسلمانوں کو چین سے جینے نہیں دیا۔ انگریزوں کو یہ خوف تھا کہ مسلمان کبھی بھی حکومت کے خلاف کھڑے ہو سکتے ہیں، اس لیے انھیں آپس میں اتنا اُلجھا دو کہ انھیں اس پہلو پہ سوچنے کا موقع ہی نہ ملے۔ انگریز اپنی اس کوشش میں بہت حد تک کامیاب بھی رہے۔ آج ملک میں جتنی باطل تحریکیں اور جماعتیں نظر آ رہی ہیں، یہ سب کی سب انگریزی فکر و خیال ہی کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ تاریخ میں اس کے ڈھیر سارے شواہد موجود ہیں۔ ان شواہد کو یہاں پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔

ہندوستان پر جب تک انگریز حکمراں رہے مسلمان ظلم و زیادتی کی چکّی میں پستا رہا۔ ملک کی آزادی میں مسلمانوں کی قربانیاں دوسرے برادرانِ وطن سے کسی بھی طرح کم نہیں ہیں۔ اگر مسلمان آزادی میں حصہ نہ لیتا تو انگریزوں کو یہاں سے نکالنا دوسری قوموں کے لیے آسان نہ ہوتا۔ مسلمان یہ سوچ رہا تھا کہ آزادی کے بعد آزمائش کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ ان کی سوچ غلط ثابت ہوئی۔ آزادی کے بعد ملک کا جو قانون بنا، اس میں مسلمانوں کے ساتھ دوسری اقلیتوں کو بھی مکمل تحفظ دیا گیا ہے لیکن آزادی کے بعد جو حکومت آئی اس نے سابقہ حکومت ہی کے اُصولوں پر عمل کیا۔ اور مسلمانوں کے ابتلا و آزمائش میں مزید اضافہ ہو گیا۔ حکومت مسلمانوں کو زندگی کے کسی شعبے میں خوش حال دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ دوسرے برادرانِ وطن بھی مسلمانوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ ان کا گمان تھا کہ مسلمانوں کی خوش حالی کبھی بھی خطرہ بن سکتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کی خوش حالی حکومت کو اچھی لگتی نہ دوسرے برادرانِ وطن کو۔ ملک میں جس شہر کا مسلمان خوش حالی کی طرف بڑھتا حکومت خوش حالی کی راہ میں حائل ہو جاتی۔ اس کی بہت ساری نظیریں پیش کی جا سکتی ہیں۔

حضور مجاہد ملت ملک میں مسلمانوں کے ساتھ حکومت کے رویّے سے سخت نالاں تھے۔ آزادی کے بعد فسادات کا جو سلسلہ شروع ہوا، وہ کسی طرح بھی رُکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ فسادات میں صرف مسلمان ہی نشانے پر ہوتے۔ مسلمانوں کے ساتھ دوسری اقلتیوں کا بھی نقصان ہوتا۔

حضور مجاہد ملت عدل پسند بھی تھے اور امن پسند بھی۔ ملک میں جہاں بھی فساد کی آگ لگتی اس آگ میں انھیں اپنا گھر جلتا ہوا محسوس ہوتا۔ آپ ملک کو ہر طرح کے فتنہ و فساد سے پاک دیکھنا چاہتے تھے۔ ظلم و ناانصافی کہیں ہو اور کسی پر ہو، آپ اس کے خلاف صف آرا ہو جاتے۔ نتائج کی آپ کو قطعی فکر نہ ہوتی۔ شرعی اُصولوں کی روشنی میں مسلمانوں کو زندگی کے ہر شعبے میں کامیاب و بامراد دیکھنا حضور مجاہد ملت کے مقاصدِ حیات میں شامل تھا۔ حکومت حضور مجاہد ملت جیسے غیرت مند شہری کے خواب کو شرمندۂ تعبیر ہونے دینا نہیں چاہتی تھی۔ فسادات کا

تسلسل اور مسلمانوں کے جانی و مالی نقصانات سے حضور مجاہدِ ملت مسلسل پریشان رہا کرتے تھے۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ یہ فسادات کا سلسلہ ختم ہو جائے اور مسلمان عزت و خوش حالی کی زندگی گذارے۔ کہاں کیا ہوتا ہے اور کس طرح ہوتا ہے، آپ کی نگاہیں اچھی طرح دیکھ رہی تھیں۔ مسلمانوں کی تباہی و تاراجی سے متاثر ہو کر آپ نے ۱۹۷۵ء میں انسدادِ فسادات کے عنوان پر غور و خوض کے لیے زعمائے جماعت و اہلِ دماغ کی ایک اہم مجلس بلائی۔ بحث و مباحثہ کے دوران آپ نے انسدادِ فسادات کے حوالے سے ایک پانچ نکاتی تجویز رکھی، جو تھوڑی ترمیم کے بعد قبول کر لی گئی۔ وہ تجویز ذیل میں ملاحظہ کریں:

۱: جہاں بھی فرقہ وارانہ فساد ہو وہاں کے ڈپٹی کمشنر، ایس ڈی او، ایس پی اور تھانے کے عملے کو فوراً معطل کر دیا جائے اور غیر جانب دارانہ تحقیقات کے بعد اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ حکّام نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں مجرمانہ کوتاہی اور چشم پوشی سے کام لیا ہے تو جملہ متعلقہ افسران کو اپنی ملازمتوں سے بالکل برخاست کر دیا جائے۔ (اکتوبر ۱۹۷۹ء)

۲: فساد پر قابو پانے کے لیے جہاں بھی باہر سے پولیس کا دستہ یا فوج کی کوئی کمپنی بھیجی جائے، اس میں سنتری سے لے کر افسر تک دونوں فرقوں کے افراد کو برابر نمائندگی دی جائے۔

۳: جس محلے، جس علاقے یا جس قصبے یا شہر میں جس فرقے کی اکثریت ہو، وہاں کی اکثریتی فرقے کے ذمے دار افراد سے اس بات کا مچلکہ لیا جائے کہ وہ اپنے یہاں کی اقلیت کی حفاظت کریں گے۔ باہر کے حملہ آوروں کو اگر اخلاقی طور پر خود نہ روک سکیں تو اس کے لیے پولیس کی مدد حاصل کریں گے۔ اگر انھوں نے باہر کے حملہ آوروں کو خود نہ روکنے کی کوشش کی اور نہ اس سلسلے میں پولیس کی مدد لی تو قانوناً انھیں ہر طرح کی سزا کا مستوجب گردانا جائے۔ یہ بھی ان کا فرض ہوگا کہ اپنے علاقے کے سماج دشمن عناصر کو شر انگیزی سے وہ باز رکھیں اور اگر وہ ان کا اخلاقی دباؤ محسوس نہ کریں تو انھیں پولیس کے حوالے کر دیں۔

۴: جہاں بھی فساد ہو وہاں کے متاثرہ افراد کو جانی و مالی نقصانات کا معقول معاوضہ دیا جائے۔ معقول معاوضہ سے مراد یہ ہے کہ جانی نقصان کا معاوضہ فی کس ایک لاکھ روپے

کے حساب سے ان کے ورثاء کو دیا جائے۔ اس کے علاوہ مقتول کے خاندان کے ذریعہ معاش کے لیے مقتول کے کسی وارث یا قریبی رشتے دار کو روزگار بھی فراہم کیا جائے اور مالی نقصان کے معاوضے سے مراد یہ ہے کہ جو بھی نقصان ہوا ہو اس کی بھرپور تلافی کی جائے۔

۵: بلوائیوں اور بانیانِ فساد کو ایسی عبرت ناک سزا دی جائے کہ آئندہ کوئی شخص فساد کرنے یا فساد میں حصّہ لینے کی ہرگز ہمت نہ کرے۔ بلکہ فرقہ وارانہ فسادات کے ملزمین کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے ثبوت اور شہادت کے سلسلے میں ایسی قانونی لچک پیدا کی جائے کہ مظلوموں کی حق تلفی نہ ہو۔

حکومتِ وقت سے مذکورہ بالا فارمولا کو قانونی حیثیت تسلیم کرانے کے لیے جدوجہد بھی کی، جس کا خاطر خواہ نتیجہ بھی برآمد ہوا۔ چنانچہ مذکورہ بالا مطالبات میں سے اکثر کو تسلیم کرلیا گیا۔ ۹

فسادات کے تسلسل نے حضرت مجاہد ملت کو اندر سے بے چین کر کے رکھ دیا تھا۔ آپ قومِ مسلم کو آبرومندانہ زندگی گذارتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے۔ مسلمانوں کو ملک میں عزت و آبرو کی زندگی حاصل رہے اور ملک کے قانون نے اسے جو حقوق دیئے ہیں وہ سارے حقوق اسے بے تکلف ملتے رہیں۔ اس حوالے سے آپ نے ان لوگوں سے بھی اشتراکِ عمل کی خواہش ظاہر کی جو بنام مسلمان اسلامی قدروں پر شب و روز حملہ آور تھے۔ اس تعلق سے آپ نے جمعیۃ العلماء ہند کے ناظم عمومی مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کے نام ایک مراسلہ جاری فرمایا۔ وہ مراسلہ ذیل میں ملاحظہ کریں۔

جناب مولانا حفظ الرحمن صاحب ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند و ممبر پارلیمنٹ

بعد ما ہوا المسنون! غالباً آپ پر پوشیدہ نہیں کہ مسلمانانِ ہند اس وقت مذہبی و معاشرتی، جانی و مالی تباہ کاریوں کے ایک نازک ترین دور سے گذر رہے ہیں۔ فی الحال مثال کے طور پر فیروز آباد کا روح فرسا واقعہ تحریر کرنے کے بعد وقت کے ایک اہم امر کی طرف آپ کی توجہ دلانی ہے۔

فیروز آباد میں مسجد کی بے حرمتی اور ظلماً مسلمانوں کی شہادت اور آبرو ریزی وغیرہ جیسے دل خراش واقعات کے بعد جب وہاں کے مسلمانوں نے پولیس واہل کارانِ حکومت اور بعض ارکانِ حکومت کی بے عنوانیوں کے خلاف احتجاج کیا اور ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کے لیے تیار ہوئے اور حکومت نے احساس کیا کہ یہ بے عنوانیاں غالباً قانونی طور پر طشت از بام ہوجائیں گی، تو اسی اثنا میں بم کا واقعہ کرا کے انھیں مزید ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا گیا اور کچھ دنیاوی وجاہت رکھنے والوں کو حراست میں لے کر پھر ان کی کوئی شنوائی نہ کی۔

بخلاف اس کے قتل و غارت گری کرنے والوں کو کسی نہ کسی بہانے چھوڑ دیا گیا۔ وہاں کے مسلمان پریشان ہوکر جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جناب نے وزیر اعظم سے ملاقات کر کے اطمینان بخش جواب مسلمانوں کو سنا دیا۔ اور ان کی ضمانت کے متعلق وزیر اعلیٰ یوپی کی کارروائی سنا کر بہت کچھ اطمینان دلایا۔ لیکن نتیجہ صفر نکلنے پر وہاں کے مسلمان مایوس ہوگئے۔

اس کے بعد پھر مسلمانوں کو دھمکایا گیا کہ جب تم لوگ اپنے جائز حق کو پائمال کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوگے یعنی مسجد کے مشرقی پھاٹک کو بند کرانے پر تیار نہ ہوگے، اس وقت تک تمہاری کوئی شنوائی نہ ہوگی۔ مجبوراً وہ لوگ تیار ہوئے، تو انھیں ایک مہینہ کے لیے عارضی ضمانت پر رہا کیا گیا۔

اسی پریشانی میں مسلمانوں نے مسجد کے پھاٹک کے سامنے دیوار چن دی اور اس پر پلاسٹر بھی کر دیا گیا۔ حالانکہ اب تک حکومت کی طرف سے پہلے بلوے میں جو مسجد، عیدگاہ اور مقابر کی بے حرمتی ہوئی تھی، اس کا کوئی انتظام نہیں ہوا اور دوبارہ بلوے میں جو خوں ریزی و سفّا کی اور حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزارِ مقدس کی بے حرمتی اور وہاں کے رہنے والے مسلمانوں کا صفایا اور نہ جانے کیا کیا مظالم ڈھائے گئے، جس کا اب تک کوئی مداوا نہ ہوا اور نہ ہی اب تک ان دہشت زدہ مسلمانوں سے مقدمہ اٹھایا گیا۔ مجھے یہ تمام باتیں اس وقت معلوم ہوئیں جب کہ اپنے دوسرے دورے میں بیسویں شعبان المعظم مطابق ۷ر

فروری ۱۹۶۱ء کو فیروز آباد حاضر ہوا اور یہ بھی سننے میں آیا کہ جناب وہاں تشریف لائے تھے۔ لوگوں کو تسلی دی اور ہمت افزائی کی اور ساتھ ہی ساتھ مصالحت کی ہدایت بایں طور فرمائی تھی:

کہ دیوار تو اٹھانا ہی پڑے گا لیکن مصالحت باوقار ہونا چاہیے۔ جس سے وہ اور بھی بدحواس ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے شہری و مذہبی حق کے خلاف وہ کر گزرے جو انھیں نہ کرنا تھا اور پولیس اور حکام بھی جو انھیں نہ کرنا چاہیے تھا کر گزرے اور کر رہے ہیں۔

اور یہ بھی سننے میں آیا کہ اس وقت ذلت وخواری کی جس سطح پر مصالحت ہو رہی ہے، اس کے خلاف احتجاج کرنے والوں کے لیے موجودہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے دھمکایا ہے کہ میرے ہاتھ میں ڈنڈا ہے، جو اس کے خلاف کرے گا کچل کے رکھ دوں گا۔

یہ ہے اہنسا پرست اور سیکولر اسٹیٹ کا ڈھونگ رچانے واقلیت نوازی کا شور مچانے والی حکومت کا طرزِ عمل۔

اس وقت جبل پور میں جو غارت گری کا بازار گرم ہے اس سے بھی غالباً جناب اچھی طرح واقف ہوں گے، جس کی طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے۔

لٰہذا گذارش ہے کہ پنڈت جی اور گپتا صاحب سے مل کر جلد ایسی صورت پیدا کریں کہ فیروز آباد کے مسلمانوں کا خوف و ہراس ختم ہو جائے اور کم از کم مقدمات فوراً اُٹھائے جائیں۔ انھیں حالات کے پیش نظر ''کانگریس'' نے جو اقلیت کی کمیٹی بنائی ہے، جس کے غالباً آپ بھی ممبر ہیں۔ آج کی تقریب میں اسی طرف آپ کی توجہ دلانی ہے کہ اقلیت بورڈ کوئی ایسی صورت اختیار کرے جس پر اقلیت کو اطمینان وبھروسہ ہو، ورنہ کانگریس یا کمیٹی یا حکومت کے اعتماد کر لینے سے اقلیت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ کیوں کہ انھیں کے اعتماد سے دستورِ ہند مرتب ہوا۔ لیکن وہ آج تک اقلیت کا اعتماد نہ حاصل کر سکا، جو چاہیے تھا۔ فقیر کا اپنا خیال ہے کہ قوانین بن جاتے ہیں، دستور سازی ہوتی ہے مگر اس پر عمل درآمد نہیں ہونے پاتا۔ اقلیت کے خلاف جو قانونی کارروائی و ہنگامہ خیزی ہوتی ہے اس کا کوئی مداوا نہیں ہوتا۔ اور اقلیت کو آئینی طور پر قانونی و دستوری حقوق حاصل کرنے کے لیے قانون میں کوئی اطمینان بخش

صورت بھی نہیں ہے۔

لہٰذا دستور میں یقینی طور پر ایسی ترمیم ہونی چاہیے جس سے اقلیت کو اپنا قانونی حق طلب کرنے میں سہولت و آسانی ہو۔ اس سلسلہ میں فقیر کی ذاتی رائے ہے کہ اقلیت کی ایک وزارت قائم ہونی چاہیے، جس کے ممبری کے انتخاب کا حق صرف اقلیت کو ہوگا۔ اگر چہ اس وزارت میں کسی قسم کا کوئی خاص محکمہ نہ ہوگا مگر عملی طور پر اس وزارت کو ہر محکمہ بالخصوص پولیس اور حکام سے گہرا تعلق ہوگا کہ جس شعبہ میں اقلیت پر مظالم ہوں اس کے مدافعت میں یہ وزارت قانونی کارروائی کرے گی۔ ایسے حالات میں پولیس اور حکام کو بھی باز پرس ہونے کا خطرہ رہے گا۔ لہٰذا ''سیّاں بھئے کوتوال، اب ڈر کا ہے کا'' کا جو تخیل کارفرما ہے، اس کی روک تھام ہو سکے گی۔

اگر یہ باتیں بذریعہ مراسلات طے ہو جائیں تو فبہا ورنہ میں اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود تبادلۂ خیال کی جو بھی مناسب صورت اختیار کی جائے گی، اس کے لیے تیار ہوں۔

اب سے کچھ دنوں پہلے بعض اراکین ''جمعیۃ علماء ہند'' نے اشتراکِ عمل کے لیے فقیر کی طرف پہل کی اور گفتگو بھی ہوئی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اس کی طرف بھی جناب کی خصوصی توجہ چاہتا ہوں۔

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کٹکی صدر جمعیۃ علماء اڑیسہ نے کٹک میں مجھ سے ملاقات کی اور یہ کہا کہ اس وقت بھارت کے مسلمان خوف و ہراس، اُمید و بیم کے جس بحرانی دَور سے گذر رہے ہیں، اور آئے دن مسائلِ دینیہ سے متعلق جو قانون بن رہے ہیں ان کی اصلاح اور شر پسند عناصر کا مقابلہ بغیر اتحاد و اشتراک کے ناممکن ہے۔ اگر کسی موقع پر گورنمنٹ کسی فریق کے مطالبے پر دست اندازی کرے اور دوسرا فریق بیٹھ کر مذاق اُڑائے اور اس پر ہنسے تو کیسے کام چلے گا؟ اور فیروز آباد میں اتفاقاً مولوی ابوالقاسم صاحب شاہ جہاں پوری ناظم ''جمعیۃ العلماء اتر پردیش'' سے ملاقات ہوگئی تو انھوں نے مسلمانوں کی تباہی و بربادی، پولیس اور حکام کی زیادتیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اسی قسم کی گفتگو کی تو دونوں حضرات سے

فقیر نے قریب قریب یہی کہا کہ اپنے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے آپ حضرات پولیس اور حکام اور حکومت کے جن مظالم کے متعلق بھی کوئی اقدام کریں گے فقیر اپنی ''جماعت آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کے ساتھ اشتراک کرے گا۔

مولوی اسمٰعیل صاحب کٹکی نے تو اسے منظور کر لیا مگر مولوی ابوالقاسم صاحب کو اس پر تامّل رہا۔ ابھی بہرائچ شریف میں سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانۂ عالیہ پر مولوی ابوالقاسم صاحب سے ملاقات ہونے پر پھر اس کا تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ اگر میری بات آپ کی سمجھ میں نہیں آتی تو ارکانِ جمعیۃ سے مشورہ کر لیں۔ ہوسکتا ہے ایوانِ جمعیۃ میں اس کا حل تلاش کر لیا جائے اور مشترکہ طور پر کوئی کام ہو جائے۔ لیکن اب تک اس کی کوئی اطلاع موصول نہ ہوئی۔

لہٰذا اب جناب سے گذارش ہے کہ ان مسائل پر غور کر کے اس خلیج کو دور کریں۔ اور اپنی رائے سے مجھے مطلع کریں۔

جواب کا منتظر۔

فقیر حبیب الرحمٰن قادری غفرلہ خادم منصب صدارت تبلیغ سیرت، الٰہ آباد۔ ۴؍ رمضان المبارک مطابق ۲؍فروری ۶۱ء روز دوشنبہ مبارکہ، دھام نگر، ضلع بالیسر، اڑیسہ

مگر مولانا حفظ الرحمٰن نے اپنی تنظیمی مضبوطی کے باعث حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی پیش کش کو اہمیت نہیں دی، ورنہ اسلامیانِ ہند کی تاریخ میں ایک باوقار باب کا اضافہ یقینی تھا۔

مجاہد ملت کے نام ایک مکتوب اور اس کا جواب

محبّ مکرم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب زید مناقبکم ومعالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوانِ عشق
او بصحرا رفت و مادر کو چہارسو اشدیم

ابھی ابھی ''جمعیۃ العلماء اڑیسہ'' کے آرگنائزر مولوی سید شمس النبی صاحب کی زبانی آپ کے دلی جذبات و احساسات معلوم کر کے مسرّت ہوئی۔ آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے یہی تو ''جمعیۃ العلماء'' کا میثاق بھی ہے کہ ہر مکتبۂ فکر کے مسلمان اپنے اپنے عقیدوں پر قائم رہتے ہوئے انڈین یونین کے اندر وحدت کلمہ کی بنیاد پر مکمل اتفاق کے ساتھ اپنے حقوق کا تحفظ کریں۔

حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدظلہٗ اس وقت آسام کے دورے پر ہیں۔ مورخہ ۲۴؍ فروری کو میری ملاقات ان سے کلکتہ میں ہو رہی ہے اور ۲۶؍ فروری کو جمعیۃ کی مجلس عاملہ ہے۔ یہ ناکارہ بھی اس مرکزی مجلس کا ایک ممبر ہے، جس کا آپ کو علم ہے۔ احقر ان شاء اللہ مذکورہ باتوں کی بنیاد پر آپ کی یک جہتی و ہم آہنگی کی سعی کرے گا۔ اور براہِ راست آپ کا تعلق و ربط مرکز سے قائم کرنے کی کوشش کرے گا۔ السعی منی والاتمام من اللہ تعالیٰ۔ متوقع ہوں کہ عریضہ ھٰذا کو شرف قبولیت سے نواز کر دو سطر جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم

احقر محمد اسمٰعیل عفی عنہ صدر جمعیۃ العلماء اڑیسہ

جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب صدر جمعیۃ العلماء اڑیسہ بعد ماھو المسنون۔ آنکہ جناب کی تحریر موصول ہوئی، جس میں غلطی سے تاریخ ۲۸؍ فروری لکھی ہے۔

جناب مولوی شمس النبی صاحب سے جو گفتگو ہوئی، اس کا ماحصل وہ نہیں جو آپ کی اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے۔ فقیر نے ان کو وہی جواب دیا جو سالہا سال پہلے جناب کو جامع مسجد کٹک میں جواب دیا تھا۔ اور فیروز آباد ضلع آگرہ میں مولانا محمد قاسم شاہجہاں پوری کو جو اس وقت ناظم جمعیۃ العلماء یوپی تھے، جواب دیا تھا اور اسی قسم کی تحریر جناب مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ناظم عمومی جمعیۃ العلماء دہلی کو بذریعہ رجسٹری بھیجی تھی جو اَب تک لاجواب رہی۔ مختصر یہ کہ فقیر اِن اُمور میں جو مسلمانانِ ہند کے تحفظ دین و مذہب و جان و مال کے متعلق

گورنمنٹ سے مطالبہ ہے، اس میں محض اشتراکِ عمل کے لیے اس شرط پر تیار ہے کہ اپنے عقائد پر قائم رہتے ہوئے ہی نہیں بلکہ علماء دیوبند کی عبارات کو بہ قطعیہ متعینہ متیبنہ کے متعلق ہم لوگوں کی جو تحقیق ہے، اس کو بالکل وضاحت سے تحریراً و تقریراً بلا روک ٹوک ہر موقع پر ظاہر کرنے کا اختیار رہے گا۔ اور علمائے دیوبند کو بھی ہم لوگوں کے متعلق جو خیالات رکھتے ہیں اس کو بے روک ٹوک ظاہر کرنے کا انھیں اختیار ہوگا۔ تاکہ عوام کو دھوکا نہ ہو اور دین میں فتنہ نہ واقع ہو۔

فقط

محمد حبیب الرحمٰن۔ خادم منصب صدارت آل انڈیا تبلیغ سیرت

۱۹؍ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ، مطابق ۱۹؍ فروری ۱۹۶۸ء بروز دوشنبہ مبارک۔[10]

حضور مجاہد ملت دینی، ملّی اور انسانی درد کا استعارہ تھے۔ چوٹ کسی کو لگتی، درد کا احساس ان کو ہوتا۔ ظلم کسی پہ ہوتا، ان کی آنکھیں اشکوں سے لبریز ہو جاتیں اور ناانصافی کسی کے ساتھ ہوتی، آپ مضطرب ہو جاتے۔ اور اس وقت تک مضطرب رہتے جب تک مظلوم کو انصاف نہیں مل جاتا۔ آپ مسلمانوں کے جاں فروش مذہبی رہنما بھی تھے اور سیاسی بھی۔ اور دنیا اسی پس منظر میں آپ کو دیکھتی، لیکن آپ کی سیاست مذہب و مسلک کے زیر اثر تھی۔ اسلامی سیاست کا مفہوم بھی یہی ہے۔ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو بھی فریادی آتا، اس کی فریادرسی اسی وقت فرماتے۔ احادیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کی بکثرت نظیریں موجود ہیں۔ حضور مجاہد ملت کی ذات اخلاقِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے مستنیر تھی۔ آپ تاحیات اخلاقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داعی و پیامی کی حیثیت سے خود کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ چونکہ آپ کے عہد میں ملی سطح پر مسلمان ظلم و زیادتی کا شکار تھا لیکن امن دشمن عناصر کے نشانے پر دوسرے بے گناہ بھی آجاتے۔ جب کسی شہر یا بستی میں آگ لگائی جاتی تو مسلمانوں کے ساتھ دوسری قوموں کا بھی جانی و مالی نقصان ہوتا۔ یہ اور بات ہے کہ مسلمانوں کا نقصان دوسری قوموں سے زیادہ ہوتا۔ اس لیے آپ کی صدائے

احتجاج میں صرف قومی درد نہیں ہوتا بلکہ قومی درد کے پہلو بہ پہلو دوسری قوموں کا بھی درد ہوتا۔

۱۹۴۷ء کے بعد ملک میں فسادات کا جو سلسلہ شروع ہوا، وہ کسی بھی طرح رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ فسادات کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو ہر طرح سے کمزور کرنا تھا۔ لیکن اس کا اثر ملکی معیشت پر بھی پڑتا۔ آپ ۱۹۷۷ء میں میسا کے تحت جیل سے رہا ہوئے تھے۔ رہائی کے بعد ملکی وقومی حالات نے آپ کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ آپ نے فوراً چھ نکاتی مطالبات کی کاپی تیار کی اور صوبائی لیڈر بیجو پٹنائک سے ملے اور اپنا ایک نمائندہ چودھری چرن سنگھ کے پاس بھیجا، لیکن مذکورہ لیڈروں نے آپ کے مطالبات پر کوئی توجہ نہیں دی۔ مجبور ہو کر آپ دانش وروں کی ایک جماعت، جس میں مولانا ناصر فاخری الٰہ آبادی، حاجی شریف احمد خان پیلی بھیت اور مشتاق احمد خاکسار فیض آبادشامل تھے، کے ساتھ پرائم منسٹر ہاؤس دہلی میں آر، کے، دھون، بنسی لال، مسز پوربی مکھرجی اور عبدالرحمٰن انتولے وغیرہ سے ملاقات کی اور ان کے سامنے اپنے مطالبات رکھے اور ان کے سامنے تقریر کی اور بغیر کسی خوف کے آپ نے فرمایا کہ تیس ۳۰؍سال سے جتنے فسادات ہوئے ہیں وہ کانگریس پارٹی کے اشارے پر ہوئے ہیں اور ان میں جو جانی و مالی نقصانات ہوئے ہیں، اس کی ذمے دار کانگریس پارٹی اور پولیس ہے۔ پھر آپ نے عبدالرحمٰن انتولے کی خصوصی دعوت پر زعمائے حکومت کی ایک جماعت سے تفصیلی گفتگو کی اور ہندوستانی قوم اور مسلمانوں کے بنیادی مسائل سے انھیں آگاہ کیا اور ان سے ان مسائل کو حل کرنے کا مطالبہ کیا۔ آپ کے مطالبات کیا تھے؟ ذیل میں ملاحظہ کریں۔

۱: حکومت ہند کوٹھاری کمیشن کے سفارشات کے اس حصّے کو منظور نہ کرے جس کا تعلق مسلمانوں کے مذہبی، تعلیمی اِداروں سے ہے، جنھیں عام طور سے مدرسہ کہا جاتا ہے۔

۲: دستورِ ہند کے دفعہ ۳۰؍میں ترمیم نہ کی جائے۔

۳: ضابطہ فوجداری کا دفعہ ۱۲۵؍مسلمانوں پر نہ ہو۔

۴: پنجاب، ہریانہ، راجستھان، دہلی اور مغربی بنگال کے غیر مسلم علاقوں میں جو

مسجدیں ہیں انھیں متعلقہ علاقوں کے مسلمانوں کے حوالے کیا جائے۔

۵: اقلیتوں کی جان و مال کے تحفظ کی گارنٹی دی جائے۔ اگر فرقہ وارانہ فساد ہوتو متعلقہ سینئر ڈسٹرکٹ افسروں کو معطّل کیا جائے اور انکوائری کا حکم دیا جائے۔

۶: سُنّی وقف بورڈ میں ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کو نمائندگی دی جائے اور مسلمانوں کے اوقاف، جائدادوں کی نگرانی کی جائے۔

۷: مسلمانوں کے مذہبی معاملات کے سلسلہ میں حکومت کو مشورہ دینے کے لیے علما کا ایک بورڈ بنایا جائے۔ اس بورڈ میں تبلیغ سیرت کو نمائندگی دی جائے۔

۸: ان افسروں کے خلاف کارروائی کی جائے جنھوں نے نس بندی کے سلسلے میں زیادتیاں کی ہیں۔ فائرنگ سے جب بھی موت ہوتو وارثین کو معقول رقم دی جائے۔

(۱۶/ مارچ ۱۹۷۷ء اسٹیٹسمین اور ۱۶/ مارچ ۱۹۷۷ء آزاد ہند، کلکتہ) [۱۱]

حضور مجاہد ملت مسلمانوں کو دین وشریعت سے جوڑنا چاہتے تھے، چونکہ دینی وشرعی اُصولوں پر سختی کے ساتھ عمل ہی باوقار زندگی کی ضمانت ہے۔ دنیا میں مسلمان اُس وقت بے آبرو ہوا ہے، جب دین سے اس کا رشتہ ٹوٹا ہے۔ دین سے بے غبار رشتہ بابِ رحمت الٰہی کو کھول دیتا ہے۔ مسلمان جب تک احکام الٰہی کے زیر اثر رہا، سربلندیاں اس کے قدموں میں سمٹی رہیں۔ دین پہ استقامت سے دامنِ حیات دارین کی سعادتوں سے بھر جاتا ہے۔ دین کی اساس عشق رسالت ہے۔ عشق ہی آدابِ خود آگاہی سکھاتا ہے۔ تب جا کر فقیروں پہ اسرارِ خدا آگاہی کے ابواب کھلتے ہیں۔ ہندوستان پہ مسلم حکمرانی کا زمانہ قریب قریب ایک ہزار سال پہ محیط ہے۔ مسلمانوں سے اقتدار کا چھن جانا دین وشریعت سے بے توجہ ہو جانے کا ہی نتیجہ ہے۔ کلیسائی اقتدار کی مدت سو سال پر محیط ہے۔ اس سو سالہ حکومت کو مسلمانوں پہ سزا کے روپ میں دیکھا جانا چاہیے۔ اسی عہد میں مسلمان فرقوں اور جماعتوں میں تقسیم ہوا ہے۔ ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا رشتہ کمزور ہوا ہے۔ اور اولیائے عظام، محبوبانِ الٰہی کے اختیارات وتصرفات کے معاملے میں وہ شبہات کا شکار ہوا ہے۔

مسلمانوں کی تمام تر خامیوں کے باوجود ہدایت و رہنمائی کا باب اس کے لیے کبھی بند نہیں ہوا ہے۔ مصلحین اُمت کا قافلہ اسے صراطِ مستقیم پہ لانے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہا ہے۔ اور جو طاقتیں مسلمانوں کے مفادات سے اُلجھتی رہی ہیں مصلحین اُمت ان طاقتوں سے محاذ آرا رہے ہیں۔ حضور مجاہد ملت اپنے عہد میں مصلحین امت کے سالار کی شکل میں نمودار ہوئے۔ آپ نے زندگی کے ہر موڑ پر مسلم مفادات کی پُرزور وکالت کی اور مسلمانوں کو پُرسکون زندگی دلانے کے لیے ہر طرح کی قربانیوں کے لیے خود کو ہمہ وقت تیار رکھا۔ جب کسی شہر یا علاقے میں مسلمانوں کو ستائے جانے کی انھیں خبر ملتی تو بے چین ہو جاتے اور اس وقت تک بے چین رہتے، جب تک حالات معمول پر نہ آجاتے۔ آپ مسلمانوں کے مفادات کے لیے پیہم حکومت سے محاذ آرا، رہے۔ ۱۹۷۷ء میں علی گڑھ میں مسلمانوں کی عزت و آبرو لوٹی گئی، ان کے خون کی ہولیاں کھیلی گئیں۔ جب آپ کو یہ خبر ملی تو آپ تڑپ گئے، فوراً آپ نے اس وقت کے صدر جمہوریہ نیلم سنجیوا ریڈی کے نام ایک تفصیلی اور پُر درد خط لکھا، اور صدر جمہوریہ سے مطالبہ کیا کہ بحالیِ امن کی فوراً کوشش کی جائے۔ وہ خط مطالبات کے ساتھ ذیل میں ملاحظہ کریں:

عالی جناب نیلم سنجیوا ریڈی، صدر جمہوریہ ہند۔۔۔ آداب عرض!

فقیر نے اس خط سے قبل ایک خط لکھنؤ کانپور میں پولیس اور پی۔ اے۔ سی کے ذریعے مسلمانوں پر ظلم، بربریت، قتل عام، لوٹ، آتش زدگی اور خواتین کی بے حرمتی اور بنارس میں صرف اور صرف پی اے سی نے جس میں ایک بلوائی بھی شریک نہیں تھا، بہانہ بنا کر سات کوٹھیوں کے لوٹنے اور پولیس کے ذریعہ بدترین فرقہ وارانہ فساد برپا کرانے کی سازش کے بارے میں بنارس کے بڑے فساد کے قبل خط تحریر کیا تھا اور چند مطالبات بھی کیے تھے، جس کے بارے میں آپ نے کوئی معقول اقدام نہیں کیا۔ جنابِ من! اگر آپ نے کوئی اقدام کیا ہوتا تو بنارس میں بھیانک فرقہ وارانہ فساد نہ ہوتا۔ پی اے سی اور پولیس کو مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے جرم میں بجائے سزا دینے کے آپ کی یو پی حکومت نے انعام تقسیم کیا تھا، جس

کے نتیجہ میں صوبہ کے اندر تقریباً تیس ۳۰ / سے زائد فرقہ وارانہ فسادات ہوئے۔ جس کے نام پر سازش کر کے پولیس اور پی اے سی نے مسلم اقلیت پر پولیس ایکشن کیا اور جس کی بدترین مثال علی گڈھ میں دی جا رہی ہے۔ پی اے سی کے ظلم کی علی گڈھ میں مثال یہ ہے کہ نماز پڑھتے مسلمان کو گولی مار کر شہید کر دیا اور مسلمانوں کے گھروں میں گھس کر پولیس اور پی اے سی نے ظلم و بربریت، تشدد و قتل عام، عورتوں کی عصمت دری ولوٹ کا بازار گرم کیا ہے اور بلوائیوں کی پشت پناہی ضلع حکام نے کی ہے۔ حکمراں جماعت علی گڈھ کے جنتا پارٹی کے صدر راور ان کے بیٹے نے تقریباً پانچ گھنٹے مسلسل مظلوم و بے بس مسلمانوں پر فائرنگ کی ہے اور بلوائیوں کی قیادت کی۔ بلوائیوں کی پشت پناہی اور انھیں گرفتار ہونے پر یوپی حکومت کے بعض وزیروں نے اپنے عہدہ کا اثر ناجائز استعمال کر کے بلوائیوں کو چھڑا لیا ہے اور بعض نامزد رپورٹ والوں کو بھی گرفتار نہیں کیا گیا۔

صرف ایک محلہ مانک چوک میں بارہ مسلمانوں کو ہلاک کیا گیا اور کچھ مسلمانوں کو درختوں میں لٹکا کر پھانسی دی گئی اور مسلمانوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ مسلم محلّوں کو بموں سے اُڑا دیا گیا۔ اس لیے فقیر یوپی کی کانگریس (ا) کی صدر محسنہ قدوائی (ایم پی) کو اس بات کا اعتماد ہے کہ علی گڈھ میں تقریباً ڈیڑھ دو سو مسلمانوں کو ہلاک وزخمی کیا گیا اور پچاس لاکھ روپیہ سے زائد کی املاک کو نذرِ آتش ولوٹا گیا۔ اقلیتوں کو تباہ و برباد کرنے کی مکمل ذمے داری جنتا پارٹی اور جنتا کی اساس راشٹریہ سیوک سنگھ پر عائد ہوتی ہے۔ فقیر باوجود یہ کہ علی گڈھ کے فساد زدہ علاقوں تک نہیں پہنچا اور نہ ہی اب تک کوئی بیان دیا ہے، اس لیے کثیر تعداد میں ذمہ داروں کے بیانات شائع ہوئے۔ لوگوں نے حتی الوسع امدادیں بھی دیں۔ اگرچہ وہ بالکل ناکافی ہیں۔ اس قسم کے واقعات کے لیے مندرجہ بالا اُمور وقتی طور پر ضروری ہے۔ لیکن فقیر کے نزدیک اس کو مرض کا اصل مداوا سمجھنا بالکل غلط ہے۔ لیکن مسلمانوں پر جس ظلم و بربریت کا مظاہرہ کیا گیا محقق ذرائع سے معلوم ہوتا رہا۔ جس سے بھارت کے کروڑوں مسلمانوں کے ساتھ اپنا دل بھی مضطرب ہے۔ کیوں کہ کانگریسی دور میں جتنے مظالم اقلیتی طبقے ہریجن اور

مسلمانوں پر خصوصاً ہوئے اسے کہیں زیادہ ظلم و بربریت، قتل، لوٹ، آتش زدگی اور عورتوں کی عصمت دری جنتا حکومت کے دور میں پولیس اور پی اے سی نے کھلّم کھلا کیا ہے اور مظالم دن بدن بڑھتے جارہے ہیں۔ اس کے باوجود آپ کی زبان وقلم پر مہر سکوت کس قدر المناک ہے۔

لہٰذا حکومت مسلم اقلیتوں کی جان و مال کی حفاظت کرنے میں ناکام ہوگئی ہے۔ بلکہ تباہ و برباد کرنے میں اعلیٰ درجے کی شریک کار ہے۔ اس لیے اب اسے حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، اس لیے آپ اپنے خصوصی اختیارات کا استعمال کر کے پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کو توڑ دیجیے، تاکہ عوام کے اعتماد کا ووٹ حاصل کریں۔ خصوصی طور پر یوپی حکومت کو باقی رہنے کا اخلاقی، سیاسی اور قانونی حق ہی نہیں ہے۔ اس لیے آج بھی علی گڈھ کے فساد زدہ علاقوں میں روزانہ دھماکے ہو رہے ہیں۔ انھیں روکنے، فساد کو بند کرنے میں حکومت ناکام ہوگئی ہے۔ ہریجنوں، مسلمانوں اور سکھوں، مزدوروں، طلبا اور دیگر پسماندہ طبقوں پر جو ظلم اور ستم پولیس اور پی اے سی کے ذریعے ہو رہا ہے۔ وہ اظہر من الشّمس ہے۔ عوام کا اعتماد اب یوپی حکومت پر نہیں رہا۔ اس لیے فوری طور پر یوپی اسمبلی توڑ کر نیا الیکشن کرائیں۔ مطالبات حسب ذیل ہیں:

جو لکھنؤ، کانپور، بنارس وغیرہ کے سلسلے میں فقیر نے کیا تھا، وہی مطالبات علی گڈھ کے لیے بھی کر رہا ہے۔

۱: ہائی کورٹ کے جج کے ذریعے واقعے کی انکوائری کروا کر مظلوموں کے ساتھ انصاف کیا جائے۔

۲: جو مظلومین شہید ہوئے ہیں، ان کے ورثا کو تاعمر پنشن دی جائے اور مجروحین کو معاوضہ دیا جائے۔ جن مکانوں، دکانوں کو لوٹا گیا یا جلا دیا گیا ہے یا کسی قسم کا نقصان پہنچا، انھیں پورا معاوضہ دیا جائے۔

۳: انکوائری کے دوران تمام پولیس افسران و حکام کو معطل کیا جائے۔

۴: انکوائری کے بعد مجرم، پولیس، پی اے سی اور افسران و حکام پر قتل و ڈکیتی وغیرہ

کے مقدمات چلا کر عبرت ناک سزا دی جائے، تا کہ آئندہ پولیس و پی اے سی اور حکام کو کسی پر ظلم وستم کرنے کی جرأت نہ ہو۔

۵: بلوے کے دوران بے جا اقلیتی فرقے کے جن لوگوں کو قتل، آتش زدگی وغیرہ کے مقدمات میں ماخوذ کیا گیا ہے، انھیں فوراً رہا کیا جائے۔

لٰہذا مندرجہ بالا مطالبات کو آپ فوری طور پر بذاتِ خود اپنی حکومت سے تسلیم کروا کے مسلمانانِ ہند پر ہونے والے مظالم کی روک تھام کریں۔ اگر آپ نے فوری توجہ نہ کی تو فقیر حسب اعلان سابق تن تنہا مجبور ہوگا اور راشٹر پتی بھون کے سامنے دھرنا دے گا اور عالمِ انسانیت سے اپیل کرے گا کہ ہریجنوں، مسلم اقلیت، سکھوں، مزدوروں پر ہونے والے مظالم کو روکنے کے لیے عملی اقدام کرے۔ فقط

فقیر محمد حبیب الرحمٰن قادری غفرلہٗ

خادم منصب امارت کُل ہند خاکسارانِ حق، الٰہ آباد

۲؍ذوالحجہ ۹۸ھ۔ ۲۲؍نومبر ۷۸ء

(نوائے حبیب مجاہد ملت نمبر، ص ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴)

حضور مجاہد ملت نے جہاں صدر جمہوریہ کو خط لکھ کر اپنے خدشات کا اظہار کیا اور ان کے سامنے اپنے مطالبات رکھے، وہیں اس وقت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے نام بھی ایک مختصر خط جاری فرمایا، وہ خط حسب ذیل ہے۔

آنریبل جنابہ اندرا گاندھی صاحبہ وزیر اعظم ہند بالقابہا

آداب عرض!

نہایت افسوس قریب قریب مایوسی کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہوں کہ آپ کی جماعت کے ساتھ اپنی جماعت کی نمائندگی کے اعتبار سے میرا جو معاہدہ ہوا، وہ اب تک صرف ہوائی ہو کر رہ گیا۔ معاہدے کی کسی دفعہ کا پورا تو ہونا درکنار یو پی اسمبلی لکھنؤ آرٹیکل نمبر ۳۰۰؍کی ترمیم سے متعلق سرکاری بل پر بحث کرتے ہوئے آپ کی جماعت کانگریس (آئی)

کے ممبران نے بھی اس آرٹیکل کی ترمیم سے اتفاق کیا۔ جن صوبوں میں آپ کی پارٹی کی حکومت رہی ان میں بھی معاہدے کی دفعات میں سے کسی ایک دفعہ پر عمل درآمد نہ ہوا۔ اس کی شکایت میں نے صدر کانگریس (آئی) یوپی جنابہ محسنہ قدوائی سے کی، لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ اس سے مجبور ہو کر آپ سے شکایت کی۔ آپ نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ کبھی کبھی مخالفین مجھ سے سوال کرتے رہتے ہیں کہ جناب آپ کے معاہدے کی دفعات میں سے کسی دفعہ پر عمل درآمد ہوا؟ لاچار نفی میں جواب دینا پڑتا ہے۔

اور حالیہ فسادات میں حسب دستور سابق اس قسم کی بات بنائی جارہی ہے کہ پاکستان کی حرکت ہے۔ کبھی حزب مخالف کا بہانہ ہو رہا ہے، کبھی بڑی طاقتوں کا بہانہ ہو رہا ہے۔ یہی حال جنتا حکومت میں رہا اور آپ کی حکومت میں بھی یہی ہو رہا ہے، بلکہ بہانے کے طور پر جن جماعتوں کے نام لیے جاتے ہیں، ان میں زبردستی ''خاکسارانِ حق'' کا بھی اضافہ ہوا۔ ہندوستان میں جو بھی حکومت قائم ہوئی ہے، وہ مسلمانوں کی جان و مال کی تباہی و بربادی کے لیے اسی قسم کے بہانے بناتی ہے۔ ایسے موقع پر وہی مثل صادق آتی ہے کہ ع

کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری

آزادی کی ہوا کے آتے ہی میرے صوبہ اُڑیسہ کے قصبہ بھدرک میں سب سے پہلے مسلمان پولیس کی گولیوں کا نشانہ بنے۔ اس کے بعد مسلسل مظالم روز بروز بڑھتے گئے۔ اب تو کثرت سے پی اے سی اور پولیس کی لوٹ مار شروع ہوگئی ہے۔ آخر یہ کب تک؟ یہ مسلمانوں کی خون کی ہولی کب تک کھیلی جائے گی؟ ان کے جان و مال کو برباد کرنے اور ان کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی کرنے کا جواز بہانے بنا کر کب تک نکالا جائے گا؟ اسی بہانے بازی سے پولیس و پی اے سی کی ہمت افزائی اور ان کے مظالم میں زیادتی ہوتی چلی جارہی ہے۔ آخر کب تک مسلمانوں کو بے وقوف بنایا جائے گا اور دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکی جائے گی؟ آخر کار یا تو ہندوستان کے مسلمان ختم ہوجائیں گے یا ان مظالم کا پردہ فاش ہو کر رہے گا۔ کیا مظالم کی یہ روز افزوں ترقی اور معاہدے کی دفعات میں سے کسی ایک دفعہ پر بھی

عمل درآمد نہ ہونا مجھے اس قابل رکھے گا کہ میں موافقت میں کوئی جملہ بول سکوں؟

کانگریس سے میرا معاہدہ ایسے دور میں ہوا جو کانگریس کے لیے انتہائی خطرناک تھا۔ میں نے ذلّت وخواری کی پروانہ کرتے ہوئے بس بھر موافقت کی اور اب تک معاہدہ کی بنا پر موافقت کرتا چلا آیا۔ لیکن اب خوں ریز ہولی کی کثرت سے ہمت ٹوٹ رہی ہے۔ اگر آپ کی مرکزی حکومت اور آپ کی جماعت کی صوبائی حکومتوں نے پولیس و پی اے سی کے خوں ریز مظالم اور فتنہ انگیزی کو نہایت سختی سے نہ روکا تو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔ مسلمان تو تباہ ہوں گے ہی بہت ممکن ہے کہ آپ کی حکومت کو بھی خمیازہ بھگتنا پڑے۔ الحذر۔ الحذر۔ الحذر۔

آنے والی رات کو خدا نے چاہا تو بغداد مقدس کی روانگی ہے اور ہندوستان کے مسلمانوں کو گولیوں کے نشانے پر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ میرے لیے اب کوئی چارہ نہیں ہے۔ سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ مبارک پر عرض کروں گا۔

(فقیر محمد حبیب الرحمٰن قادری غفرلہٗ۔ ۴؍ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۵؍ستمبر ۱۹۸۰ء) ۱۵

(نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۸۷ تا ۱۹۱)

حضور مجاہد ملت کی شخصیت سنجیدہ مطالعہ چاہتی ہے۔ عام طور پر اُن کی شخصیت کا مطالعہ ہوتا ہی نہیں ہے اور اگر ضرورتاً کوئی مطالعہ کرتا ہے تو اس کی نگاہ ان کی کتابِ حیات کے صرف متن پہ ہوتی ہے۔ وہ حاشیے اور بین السطور کو دیکھنے کے لیے وقت نہیں نکال پاتا، جبکہ ان کی کتابِ حیات کا ہر ورق حاشیوں سے بھرا ہوا ہے۔ جب ہم ان کی کتابِ حیات پہ لگے ہوئے حاشیوں کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ہماری حیرانیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ان کی ولادت اڑیسہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ہوئی تھی۔ جہاں زندگی کی ساری سہولتیں آج بھی میسر نہیں ہیں۔ بھدرک ضلع ہے اور اس سے تیس کلومیٹر کے فاصلے پر دھام نگر ہے۔ آج ہائی وے سے دھام نگر تک پختہ سڑک بن گئی ہے، لیکن اب سے پچاس سال پہلے کی سڑک دھول سے بھری ہوئی تھی۔ حضور مجاہد ملت دھام نگر سے بھدرک تک کا سفر بس سے کرتے اور

بھدرک کے گرد و نواح کا سفر عام طور پر سائیکل سے طے کیا کرتے تھے اور سائیکل سے سفر کا سلسلہ ۱۹۶۰ء تک جاری رہا۔ آپ بہت بڑے رئیس تھے مگر آپ نے زندگی کے کسی موڑ پر رئیسی کا سہارا نہیں لیا، عظمتوں کا یہ عالم تھا کہ علم، عمل اور عشق کی جامع شخصیات بھی آپ کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت پیش کرنے کو اپنے لیے سعادت سمجھتی تھیں۔ آپ کی شخصیت میں جمع ظاہری کمالات کو جب ایک انسان دیکھتا ہے تو وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہونے والے فرد کے اندر اتنے سارے کمالات کہاں سے آگئے۔ یہ تو ظاہری کمالات کا معاملہ ہے۔ ان کے باطنی کمالات کی بھی ایک الگ دنیا ہے۔ حضور حجۃ الاسلام نے اپنی سندِ خلافت میں ان کے بعض کمالات سے پردہ اُٹھایا ہے۔ اس سندِ خلافت پہ بھی عام طور پر لوگوں کی نگاہ نہیں جاتی۔ ان کی شخصیت کا ہر باب ہمیں پل پل سوچنے کی دعوت دیتا ہے۔ ان کے مزارِ پاک سے آج بھی یہ صدا بلند ہوتی ہے کہ ع

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

حضور حجۃ الاسلام کی عطا کردہ سند خلافت سے مٹھی بھر حروف ذیل میں ملاحظہ کریں:

میں نے علم اور صلاح مبین کی پیشانی کو سعادت کے نوروں سے درخشندہ اور سرداری کی علامتوں کے پھولوں سے مسکراتے ہوئے دیکھا۔ اس ذات کی وجہ سے جو شخصیتوں میں سراپا خیر و برکت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بات ڈالی اور میرے پروردگار نے مجھے الہام کیا کہ میں ان کو مکمل عام اجازت دوں تو میں نے نیک بخت، قابلِ تعریف بھائی کو اجازت دی جو اچھے، لائق، مہربان، صوفی باصفا، وفادار، مخلص، تیز، حسین، مضبوط دل والے، ٹھوس منصب والے اور مستحکم رائے والے۔ بلند سنتوں کے حامی اور قابلِ نفرت فتنوں کی سرکوبی کرنے والے، ہم عصروں اور فضل و کمال والوں میں قابلِ فخر، عمدہ عادات واطوار والے، فضل اور اونچے اخلاق والے، فاضل، کامل، لائق ادیب، ذہین حبیب میرے محبوب و محبّ ہیں۔ میرے دل کا ٹکڑا، میرے جگر کی تسکین، میرے قلب کی راحت، میری آنکھ کے نور، اس زمانے کے بہتر فرد اور اس زمانے کے نادر شخص، بڑوں کی آنکھ کی پتلی، مولانا مولوی محمد حبیب

الرحمٰن ولد شیخ محمد عبد المنان (اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے)۔ (ماہنامہ اشرفیہ کا مجاہد نمبر ص ۳۰)

حضور مجاہد ملت کو جیل جانے کی ضرورت کیا تھی؟ قدرت نے انھیں ہر طرح کی نعمتوں سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ انھوں نے کبھی کسی عہدے کی خواہش کا اظہار نہیں کیا۔ انھوں نے خود کو کبھی کسی لائق ہی نہیں سمجھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی زبان میں وہ تاحیات یہی اعلان فرماتے رہے ع

محصور جہاں دانی و عالی میں ہے — کیا شبہ رضا کی بے مثالی میں ہے
ہر شخص کو اِک وصف میں ہوتا ہے کمال — بندے کو کمال بے کمالی میں ہے
کس منہ سے کہوں رشکِ عنادل ہوں میں — شاعر ہوں فصیح بے مماثل ہوں میں
حقّا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو — ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کامل ہوں میں

حضور مجاہد ملت عرش نشین تھے، لیکن خود کو خاک نشین سے زیادہ کبھی نہیں سمجھا۔ ان کی ذات دینی، ملّی اور انسانی درد کا پیکر تھی۔ ہم پانی سے وضو کرتے ہیں لیکن وہ اشکوں سے وضو کیا کرتے تھے۔ ہم اپنے گرد و پیش کی خبر نہیں رکھتے ہیں، وہ پوری دنیا کو آئینے کی طرح دیکھتے تھے۔ ان کی نگاہ صرف ملکی سیاست ہی پر نہیں تھی بلکہ عالمی سیاست پہ بھی تھی۔ اگر آپ کسی دوسری قوم میں پیدا ہوئے ہوتے تو آپ کی زندگی سے وابستہ ہر سانس کو قرینے سے محفوظ کیا جاتا۔ اور آپ کو عالمی شخصیات میں نمایاں مقام دیا جاتا۔ مگر ہم نے ان کی ذات کو صرف عرس تک محدود کر دیا ہے۔ سال میں صرف ایک بار ان کے آبائی گاؤں میں ان کا عرس منایا جاتا ہے، لنگر لٹائے جاتے ہیں اور پورے ملک میں خاموشی ہوتی ہے۔ جبکہ ہر گاؤں اور ہر شہر میں ان کے نام اور کام پہ محافل و مجالس کا اہتمام ہونا چاہیے۔ اور ان کی شخصیت سے جڑے ہوئے ہر وصف کو بڑے پیمانے پر اُجاگر کیا جانا چاہیے۔ اس طرح نسلِ نو اُن سے قریب ہوتی اور اس کے اندر ملک و ملت کے لیے کچھ کر گذرنے کا جذبہ پیدا ہوتا۔

حضور مجاہد ملت کی شخصیت طاق میں سجانے کی نہیں ہے بلکہ دلوں میں بٹھانے کی ہے۔ انھوں نے دنیا کو ہر طاقت سے بے خوف ہو کر کام کرنے کا مزاج دیا ہے۔ وہ باطل

قوتوں کے ساتھ تاحیات حکومت وقت سے بھی محاذ آرا رہے۔ حکومت سے ان کا مطالبہ تھا کہ ملک کے ہر خطّہ کو پُرامن بنایا جائے اور فتنہ پرور عناصر کو سخت سے سخت سزا دی جائے، لیکن حکومت کے مزاج کی کسی شاعر نے یوں ترجمانی کی ہے اور صدفی صد سچ ترجمانی کی ہے کہ

بڑا گہرا تعلق ہے سیاست کا تباہی سے
جب کوئی شہر جلتا ہے تو دلّی مسکراتی ہے

حضور مجاہد ملت کی نظر عالمی امن پہ تھی۔ دنیا میں کہیں بھی فساد کی آگ بھڑکتی، دنیا میں کہیں بھی انسانیت کا قتل ہوتا تو آپ اس کے خلاف آواز بلند کرتے اور حکومت سے مطالبہ کرتے کہ بحالی امن کی موثر کوشش کی جائے۔ جب بیت المقدس پر اسرائیل نے قبضہ کیا اور برما میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا تو آپ نے اپنے شدید رنج وغم کا اظہار کیا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر شوکت علی صدیقی لکھتے ہیں:

''صرف ہندوستانی مسلمانوں ہی کی اصلاحِ حال پر آپ کی نظر نہ تھی بلکہ عالم اسلام کا سب سے بڑا حادثہ ''بیت المقدس'' پر امریکی شہ پر اسرائیلی یہودی حکومت نے غاصبانہ قبضہ کرلیا تو آپ نے پورے شدومد سے احتجاج کیا اور ہمیشہ فلسطینیوں کے موقف کی نہ صرف تائید کی بلکہ دامے، درمے، قدمے، سخنے مدد بھی کی۔ عالم اسلام کے علاوہ دیگر ممالک میں جو کچھ پیش آتا، اس پر بھی آپ نظر رکھتے اور مسلمانوں پر جو مصیبتیں ٹوٹتیں اور بلائیں آتیں، انھیں دیکھ کر آپ تڑپ اُٹھتے۔ چنانچہ برما کے مسلمانوں پر جب عرصۂ حیات تنگ ہوا، بنگلہ دیش میں انھیں کثیر تعداد میں ڈھکیل دیا گیا اور بلٹز اخبار کی رپورٹ کے مطابق ۴۴۴ر عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔ چالیس (۴۰) علما کو زندہ دفن کیا گیا۔ ایک لاکھ تینتیس ہزار قرآن پاک نذر آتش کیے گئے۔ سولہ ہزار مسلمانوں کو دریا برد کیا گیا۔ بعد (کی خبر) ۳۸ر ہزار مسلمانوں کو دریا میں غرق کردیا گیا۔ چار سو (۴۰۰) مسلم اساتذہ کو گولی ماردی گئی۔ دوسو سے زائد مسلم بستیوں کو اُجاڑا گیا۔ اکیس ہزار مسلمانوں کو لاپتہ کردیا گیا۔ دس ہزار مسلم خواتین کے پستان تراشے گئے۔ چار سو مساجد و مدارس کو منہدم کردیا گیا۔ جوان وخوب

صورت مسلم خواتین کو گرفتار کر کے برما کے دارالحکومت کے حوالہ کیا گیا، تو آپ نے سخت احتجاج کیا۔ مندرجہ ذیل پمفلٹ کے ذریعے آپ نے رائے عامہ کو بیدار کیا۔''

فقیر غفرلہ القدیر بنگال واڑیسہ کے مختصر دورے سے آج بتاریخ ۲۵/ جمادی الآخر مطابق ۲/ جون ۷۸ء بروز جمعہ مبارکہ واپس آیا۔ بعد نمازِ جمعہ بعض احباب نے اخبارات سیاست، جدید کانپور مورخہ ۲/ جون ۷۸ء اور بلٹز بمبئی مورخہ ۲۷/ مئی ۷۸ء پڑھ کر سنائے۔

اخبار سیاست میں برما کے مسلمانوں پر بے جا ظلم، بے تحاشہ بربریت، قتل عام اور عورتوں کی آبروریزی کی مختصر داستان تھی۔ بلٹز میں ان جانکاہ، روح فرسا واقعات کی تفصیل آئی ہے۔ اور ہارون رشید صاحب نے حکومت کے بیان کو غلط ثابت کیا ہے۔ سیاست میں احسن رضا خاں صاحب کا بیان شائع ہوا ہے، جس میں انھوں نے مسلمانوں سے عموماً اور علما سے خصوصاً مطالبہ کیا ہے کہ جلسہ وجلوس وغیرہ کر کے اور بیانات دے کر احتجاج کریں۔

فقیر کی رائے میں یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کا وفد جا کر حکومت برما کے سفیر مقیم دہلی سے ملے اور احتجاج کرے اور ہندوستان کے وزیر اعظم و وزیر خارجہ سے مل کر حکومت برما کے ان بے تحاشہ مظالم کے متعلق حکومت ہند کے سکوت پر اظہارِ افسوس کرے۔

مسلمانانِ ہند اگر اب بھی متنبہ نہ ہوں اور اپنے اوپر ہونے والے روزمرہ کے مظالم کو روکنے کے لیے جان توڑ کر کوشش نہ کریں اور جان کی بازی نہ لگائیں تو یاد رکھیں کہ وہ دن دور نہیں ہے جب ہندوستان بھی برما کا رنگ دکھائے گا، جس کے ابتدائی نمونے بعض شہروں میں ابتدائی رنگ دکھا چکے ہیں۔

خدا کرے کہ مسلمانانِ ہند کو ہوش آئے اور وہ اپنی آئندہ نسل کو ہندوستان میں مسلمان رہنے اور باعزت زندگی بسر کرنے کے لیے پوری جدوجہد کریں اور اس میں اگر جان کی بازی کی نوبت آئے تو اس سے بھی دریغ نہ کریں۔

ناشر:- **ناظم نشرواشاعت آل انڈیا تبلیغ سیرت**، ۱۴۰/ اترسوئیا، الٰہ آباد

آپ کی اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے جلسہ اور جلوس کا سلسلہ شروع ہوا، جس میں مسلمانوں پر ڈھائے گئے مظالم کی شدّت سے مخالفت کی گئی اور رائے عامہ ہموار کیا گیا۔ بنگلہ دیش کے سفارت خانہ نئی دہلی سے رابطہ قائم کر کے برما کے تباہ حال مسلمانوں کے لیے ریلیف کمیٹی آپ کی قیادت میں بنائی گئی، جس کے دو صدر تھے۔ ایک تو اُتر پردیش کے سابق چیف منسٹر (وزیر اعلیٰ) وشوناتھ پرتاپ سنگھ تھے۔ دوسرے جنگ آزادی کے رہنما سابق وزیر صحت (ہیلتھ منسٹر) اُتر پردیش شری سالک رام جیسوال تھے۔ ریلیف کمیٹی کے جنرل سکریٹری یو پی کے سابق ہوم منسٹر اور مرکزی ڈپٹی منسٹر دہلی شری دھرم ویر صاحب اور تیسرے تحریک خاکسارانِ حق کے سالار جناب مشتاق احمد صاحب تھے۔ جب بنگلہ دیش اور برما میں سمجھوتہ ہو گیا تو ریلیف کمیٹی توڑ دی گئی۔ (نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۸۵، ۱۸۶)

حضور مجاہد ملتؒ اسلام کے سرفروش داعی، مبلغ اور باوزن رہنما تھے۔ اور اسلام ہر اس عمل کی مخالفت کرتا ہے جس سے انسانیت، آدمیت اور شرافت کا چہرہ لہولہان ہو۔ اسلام ایک شخص کے ناحق قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے۔ اسلام زمین کو ہر طرح کے فساد سے پاک دیکھنا چاہتا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جن لوگوں سے اذیتیں ملتی تھیں، آپ ان کو دعائیں دیتے تھے۔ اسلام کے ہر داعی کے سامنے اسلام کا پورا منشور ہوتا ہے۔ وہ خود کو ہر اس عمل سے بچاتا ہے جس سے اسلام کی شفّافیت مجروح ہو۔

حضور مجاہد ملت اسلامی اُصولوں کو برتنے میں اپنے عہد میں سب سے زیادہ حریص تھے۔ فرائض، واجبات، سنن اور نوافل کی تو بات چھوڑ یئے، وہ ہنگامی حالات میں مستحبات کو بھی نظر انداز نہیں کرتے تھے۔ سفر میں عام طور پر لوگ فرائض کو ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن آپ سنن و نوافل کا بھی التزام فرماتے۔ التزام عبادت میں گاڑی کے چھوٹ جانے کی کبھی فکر نہیں کی۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ نماز کی نیت باندھتے اور ٹرین چلی جاتی، تو آپ دوسری ٹرین سے آگے کا سفر فرماتے۔ اس سلسلے میں آپ احباب کے مشورے کو قطعی اہمیت نہیں دیتے۔ فرماتے کہ ٹرین کے چھوٹ جانے کے باب میں ربّ نہیں پوچھے گا، لیکن

نماز کے قضا ہو جانے پر سوال ہوگا۔ اور اس وقت ہمارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ آپ قول وفعل دونوں سے دین کی تبلیغ فرماتے۔ آپ فرماتے کہ مبلغین کے قول وفعل میں فاصلہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر قول وفعل میں فاصلہ ہے تو تبلیغ کبھی موثر نہیں ہوسکتی۔ آپ کی شریعت پہ مداومت واستقامت کو دیکھ کر پتھروں کو بھی پسینہ آجاتا۔ مسجد نبوی شریف میں جماعت کے وقت آپ عصا لے کر ٹہلتے رہتے۔ اہلِ عقیدت عرض کرتے کہ حضور آپ ان کی اقتدا نہیں کرتے ہیں، یہ ٹھیک ہے مگر ان کی جماعت کے وقت آپ کا اس طرح گشت لگانا خطرے کو دعوت دینا ہے۔ فرماتے میں ایسا اس لیے کرتا ہوں کہ یہ مجھ سے پوچھیں، تو میں ان کو بتاؤں کہ تمہاری اقتدا میں نماز نہیں ہوتی۔ آج نامی گرامی لوگ حکومت کے خوف سے جماعت میں شامل ہوجاتے ہیں۔ ان کے اس عمل سے عوامی اعتقادات مجروح ہوتے ہیں۔ ایسے عمل سے صلح کلیت کو فروغ ملتا ہے۔ اس لیے قائدین کی نگاہ حال، مستقبل دونوں پر ہونی چاہیے۔

حضور مجاہد ملت اخلاقِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بے غبار آئینہ تھے۔ اور جو اخلاقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آئینہ ہوتا ہے اس سے ایسے عمل کی توقع نہیں کی جاسکتی جس سے انسانیت شرمندہ ہو۔ خواص ہو یا عوام، اپنا ہو یا بیگانہ .... آپ سب کے حقوق کی بھرپور رعایت فرماتے۔ ظلم کسی پہ ہوتا، آپ کے لیے ناقابلِ برداشت ہوتا۔ آپ اس ظلم کے خلاف احتجاج فرماتے۔ آزادی کے بعد فسادات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا۔ فسادات کا مقصد مسلمانوں کو تاراج کرنا تھا۔ مگر فسادات میں دوسرے برادرانِ وطن کو بھی نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا، اور ملک کی معیشت بھی متاثر ہوتی۔ فسادات میں مکانات جلتے، دکانیں جلتیں، گاڑیاں جلائی جاتیں، کاروبار کا عمل رُک جاتا، نقل وحمل کا نظام درہم برہم ہوجاتا۔ یعنی دوسرے برادرانِ وطن کو بھی شدید دشواریوں سے گذرنا پڑتا اور گورنمنٹی اِملاک بھی بڑے پیمانے پر تباہ وبرباد ہوتیں۔ جان کسی کی جاتی، مال کسی کا نقصان ہوتا، غم آپ کو ضرور ہوتا۔ آپ کو صرف مسلمانوں کے قائد کے روپ میں دیکھنا درست نہیں ہے۔ آپ جس طرح مسلمانوں کے قائد تھے، اسی طرح دوسرے برادرانِ وطن کے بھی قائد

تھے۔اس وقت کی ہر بڑی سیاسی پارٹی آپ کی طرف للچائی ہوئی نگاہ سے دیکھتی۔آپ جس پارٹی میں شامل ہوجاتے،اس کے عوامی اعتبار میں اضافہ ہوجاتا۔لیکن آپ کی جنگ منصب کے لیے نہیں تھی،اقتدار کے لیے نہیں تھی،اور مال و دولت کے لیے نہیں تھی۔یہ ساری چیزیں پہلے سے آپ کے پاس موجود تھیں۔اوران ساری چیزوں کو آپ کب کے ٹھکرا چکے تھے۔آپ کی جنگ انسانیت کے لیے تھی۔شرافت کے لیے تھی۔آدمیت کے لیے تھی۔اور امن و شانتی کے لیے تھی۔اس وقت امن دشمن عناصر کا نشانہ صرف اور صرف مسلمان تھے۔اس لیے آپ مسلم مفادات کی شدت سے وکالت کرتے۔اس طرح دنیا سمجھتی کہ یہ صرف مسلمانوں کے قائد و رہنما ہیں۔جبکہ حقیقت اس سے مختلف ہے۔

حضور مجاہد ملت خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ فساد کیوں ہوتا ہے،کن لوگوں کے اشارے پر ہوتا ہے اوراس کی پلاننگ میں کون لوگ شریک دخیل ہیں۔ہمارا ماننا یہ ہے کہ اگر حکومت نہ چاہے تو ملک میں ایک پرندہ بھی پَر نہیں مار سکتا۔مسجد،مندر یہ عوامی ایجنڈہ نہیں ہے، بلکہ یہ خالص سیاسی ایجنڈا ہے۔ایک دانشور کا بیان آیا تھا کہ اس نے اپنے چند ہندو دوستوں سے کہا کہ تم لوگ ہم سے جو لینا چاہو لے لومگر بابری مسجد ہماری ہمیں دے دو۔ان لوگوں نے جواب دیا کہ اگر ہم بابری مسجد سے دست بردار ہوجاتے ہیں تو ہمارے پاس کوئی ایشو نہیں رہ جائے گا۔کوئی بھی سیاسی لیڈر کسی خاص فرقہ و جماعت کا وفادار نہیں ہوتا۔اس کی نگاہ صرف اقتدار پر ہوتی ہے۔حصولِ اقتدار کی راہ میں اگر کوئی رکاوٹ بنتا ہے تو اسے وہ اپنی راہ سے ہمیشہ کے لیے ہٹا دیتا ہے، چاہے اس کا تعلق کسی مذہب، کسی دھرم اور کسی جماعت سے ہو۔

حضور مجاہد ملت کی سیاست نقائص سے بالکل پاک تھی۔آپ کی سیاست کو دیکھ کر عہدِ صحابہ نگاہوں میں پھرنے لگتا ہے۔آپ کا کبھی کوئی ذاتی مفاد نہیں رہا۔آپ کسی کے خون سے زمین کو رنگین دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔کوئی بچہ یتیم ہوجائے،کوئی عورت بیوہ ہوجائے اور کوئی مسکراتا ہوا گھر ماتم میں تبدیل ہوجائے،یہ آپ کو قطعی پسند نہیں تھا۔

اس حوالے سے آپ نے جہاں صوبائی و مرکزی سربراہوں کو متنبہ کیا، ان کے سامنے اپنے مطالبات رکھے، وہیں عوامی رائے عامہ کو بھی ہموار کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ آپ نے مسلمانوں کے ساتھ دوسرے برادرانِ وطن کو بھی سوچنے اور غور کرنے کی دعوت دی۔ آپ نے ہر دین و دھرم کے ماننے والوں کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ فسادی فساد کی آگ لگا کر چلے جاتے ہیں اور اس آگ میں بے گناہوں کے گھر جلتے ہیں۔ فساد کی آگ دین دھرم دیکھ کر اپنا سفر متعین نہیں کرتی، بلکہ اس کے سامنے جو آتا ہے، اسے وہ جلا دیتی ہے۔ سیاسی قائدین محلوں میں دادِ عیش دیتے رہتے ہیں۔ جب آبادیاں جل کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو جاتی ہیں تو سیاسی قائدین آکر مظلوموں کے سامنے مگرمچھ کے آنسو بہاتے ہیں۔ سید اولادِ رسول قدسیؔ حضور مجاہد ملت کے حلقۂ ارادت میں شامل ہیں۔ حضور مجاہد ملت کی صحبتیں بھی ان کو ملی ہیں۔ قدسیؔ کے والد ماجد کو حضور مجاہد ملت کے تلامذہ و خلفا میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ مرشد کی صحبتوں کے اثرات ان کے اوراقِ حیات میں ملتے ہیں۔ حق کے اظہار میں ان کی بے باکی مسلّم ہے۔ اڑیسہ کی سرزمین پر کسی بھی جہت سے ان کا کوئی مدمقابل نہیں ہے، بلکہ ملکی پیمانے پر بھی ان کے امتیازات و خصوصیات ہیں۔ انھوں نے اپنے عہد کو اپنے فن سے متاثر کیا ہے۔ ان کی کچھ نظمیں ایسی ہیں جن میں حضور مجاہد ملت کے جذبات و احساسات کے عکوس نمایاں ہیں۔ ذیل میں وہ نظمیں اس لیے دی جا رہی ہیں تاکہ ان نظموں میں سیاسی بازی گروں کا آپ چہرہ دیکھ سکیں اور جب بھی حالات کشیدہ ہوں تو اس وقت آپ سمتِ سفر متعین کرنے میں کسی غلطی کے شکار نہ ہوں۔ نظمیں پیش ہیں:

یومِ آزادی

یومِ آزادی کی خوشیاں
روشنی آزادیوں کی ہر طرف ہے بے نشاں
دیکھیے کنیا کماری سے حسیں کشمیر تک
شیطنت کی ہے حکومت

شادماں عریانیت، حسنِ تمدن بے نقاب
اور سلگتی ہے یہاں انسانیت کی آبرو
ظلم واستبداد کا بازار ہر سو گرم ہے
بہہ رہا ہے ہند میں معصوم کلیوں کا لہو
بستیاں آتش زدہ، آبادیاں مفقود ہیں
مفلسی نالاں، رئیسی رقص میں مصروف ہے
اور رہبر!
رشوتوں کے انبساط و کیف میں سرشار ہے
بربریت کی بنا ہے، رہزنوں کا باپ ہے
رہبری کے نام پر یہ بدنما اک داغ ہے
کیا یہ آزادی ہے؟ اور ہندوستاں آزاد ہے؟
یومِ آزادی کی خوشیاں!!!
کس طرح خوشیاں منائیں
آج بھی ہم قید ہیں
اب ضرورت ہے ہمارے خون کی، اس ہند میں
آیئے خالد سا پھر ایمان ہم پیدا کریں
توڑ دیں گے قید و بندش کی سلاخوں کو ضرور
اور مٹا دیں گے مظالم کے نشانوں کو ضرور
چھین لیں گے اپنا حق، پھر چھین لیں گے اپنا حق
اور بتا دیں گے حکومت کا انھیں اک زاویہ
زاویہ صدیق کا، مولیٰ علی کا اور عمر کا اور پھر حسنین کا ۱۲

خونی الیکشن

وہ اک پر سکوں شہر تھا
یعنی، شہروں کا دل تھا
ہر اِک خطۂ شہر میں امن کی تھیں بہاریں درخشاں
نہ مذہب کا تھا کوئی جھگڑا، نہ تفریقِ نسل و زماں
سب کے سب مثلِ شیر و شکر تھے وہاں
تھیں اخوت کی شمعیں فروزاں ہر اِک قلب میں
ہر بشر میں رواداریوں کا تھا اک جذبۂ بے کراں کارفرما
دگر شہر کے لوگ تھے پیکرِ رشک باہم محبت کا حسنِ سماں دیکھ کر
کچھ فسادی عناصر کی آنکھوں میں لیکن
کھٹکتا رہا خار بن کر یہ گہوارۂ امن و راحت
وہ سازش پہ سازش کیے جارہے تھے
کسی طرح مل جائے موقع انھیں
تا کہ بہنے لگیں شہر میں ہر طرف خون کی ندیاں
اور سنائی دیں آہ و بکا کی صدائیں
لرز اُٹھے چیخوں سے دھرتی کا قلب و جگر
ان کی خونی تمنا کو مل جائے تسکیں کا ساماں
یہ دیرینہ خواہش تھی ان کی
بڑا انتظار ان کو تھا کامیابی کا تمغہ ملے
وہ تو بیٹھے تھے موقع کی بس تاک میں
جوں ہی آیا زمانہ الیکشن کی ہنگامہ آرائیوں کا

ہوئے سارے اشرار یکجا
میٹنگیں ہوئیں کو بہ کو خفیہ انداز میں
ایسے بھڑکائیں شعلے فسادات کے
سارا ماحول آتش کدہ بن کے رہ جائے پل میں
کسی کو خبر کالے کرتوت کی ہو نہ پائے
سمجھنے لگیں سب کے سب
ناگہاں ہو گیا رونما حادثہ
سازشیں تھیں بھیانک بہت
آن کی آن میں کُشت وخوں کا ہوا گرم بازار ہر سو
گھروں میں لگائی گئی آگ بے دردیوں سے کہیں
اور کہیں لاش ہی لاش کے ڈھیر آئے نظر
اور گلیوں میں بہتی تھی ندی لہو کی
دھواں ہی دھواں چھا رہا تھا فضاؤں میں ہر سو
تھمے جوں ہی طوفاں فسادات کے
پھر تو امیدواروں کا تانتا بندھا ہر گلی میں
مگر مچھ کے آنسو تھے آنکھوں میں ان کی
دلاسا دیے جا رہے تھے مصائب کے ماروں کو رو کر
ہمیں ووٹ دے کر کرو کامیابی سے سرشار پہلے
بجا دیں گے ہم اینٹ سے اینٹ ہر اِک فسادی کا تم دیکھنا
مالی امداد ہم سب کریں گے تمہاری
مکانات پختہ بنا دیں گے سب کے
ہر اک سمت آجائیں گی امن وراحت کی دل کش بہاریں

دکھاتے رہے سبز باغات ووٹوں کے دلال سب
سچ تو یہ تھا
یہ سب لیڈروں کی ہی سازش کا گندہ اثر تھا
اسی طرح دورِ الیکشن میں ہوتا رہا ہے
اسی طرح ہوتا رہے گا [۱۳]

حضور مجاہد ملت دردِ انسانی کا ایک پیکر جمیل تھے۔ ان کے جذبات، احساسات اور خیالات سے دنیا کما حقہ واقف ہوجاتی تو ان کے قدم ناز پہ عقیدت کے پھول پیش کرنے سے اسے فرصت نہ ملتی۔ آپ جو کرتے تھے، جو کرنا چاہتے تھے، عوام اور اہلِ اقتدار سے جو آپ کی امیدیں تھیں اس میں ذاتی مفاد کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔ ملک امن کا گہوارہ بن جائے، ملک کا ہر شہری ہر طرح سے محفوظ ہوجائے اور ملک کا ہر شہر و علاقہ ترقی پذیر ہوجائے، یہی آپ کی دلی حسرت تھی۔ ہر شخص کو اپنے مذہبی اُصولوں پہ عمل کرنے کی آزادی ہو۔ ملکی قوانین میں اس کی بھرپور وضاحت ہے۔ ملک کے قانون نے اپنے شہریوں کو جو حقوق دیئے ہیں ان کا عملی نفاذ ہو۔ ان کے کاغذی اظہار و اعلان سے کسی کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ جس طرح دوسرے برادرانِ وطن کا اس ملک پہ حق ہے، وہی حق مسلمانوں کا بھی ہے۔ کوئی مسلمان پاکستان کا ایجنٹ ہے، نہ دلال۔ ہر مسلمان اپنے ملک کا وفادار اور اپنے ملک کا مفاد چاہتا ہے۔ یہی سچائی ہے، جو اس سچائی کے خلاف آواز اُٹھائے اسے سخت سے سخت سزا ملنی چاہیے۔ اور یہ ذمہ داری حکومت کی ہے۔ حکومت کسی کے ساتھ امتیاز نہ برتے، ورنہ ملک کی ترقی متاثر ہوگی۔

حضور مجاہد ملت اہلِ اقتدار سے لے کر ملک کے ہر شہری کو حقیقت حال سے آگاہ کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہے۔ ملک میں کئی تنظیمیں تھیں جو مخصوص فرقہ کے ذہنوں میں زہر گھولتی تھیں اور نتیجہ میں امن کی پیشانیاں لہولہان ہوجاتی تھیں۔ آپ ملک کے ہر شہری کو ان تنظیموں سے بھی ہوشیار رہنے کی تلقین کرتے تھے اور حکومت سے ان تنظیموں پر پابندی لگانے کا مطالبہ بھی کرتے تھے۔ ملک دشمن عناصر میں خاکی وردی تقسیم نہ کی جائے۔ یہ کام

کرتا کون ہے، اس پہ نگاہ رکھی جائے۔ اور شناخت ہو جانے کے بعد انھیں سلاخوں کے پیچھے ڈالا جائے۔ تا کہ دوسرے لوگ اس سے سبق حاصل کریں۔ بہر حال حضور مجاہد ملت نے عوامی ذہنوں سے تعصب، تنگ نظری اور فرقہ پرستی کے جراثیم کو نکالنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ آپ کو اپنی کوشش میں جزوی کامیابی بھی ملی۔ یہی وجہ ہے کہ ''تحریک خاکسارانِ حق'' میں دوسرے برادرانِ وطن بھی شامل تھے۔ حضور مجاہد ملت نے حکومت اور عوامی ذہنوں کی صفائی کے لیے ایک طویل تحریر بعنوان ''ہندوستان میں سیکولرازم کی بقا کے لیے ضروری لمحۂ فکریہ'' جاری کی، وہ پوری تحریر ذیل میں ملاحظہ کریں۔

عید کے دن مراد آباد سے جو خلفشار شروع ہوا، اس کا رنگ ایسا تھا کہ صرف یوپی ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا، اگر ذمے داران فوری کارروائی نہ کرتے تو۔ اس خلفشار کی ابتدا ہو چکی تھی، جیسا کہ الٰہ آباد میں پولیس کے سامنے ہی پانی کے لینے کے بارے میں دو آدمیوں میں جھگڑا ہوا اور جب جھگڑا بڑھ گیا تو پولیس نے یک طرفہ کارروائی کرتے ہوئے صرف مسلمانوں کو گولی کا نشانہ بنایا، ان کی دوکانیں لوٹیں اور خدا جانے کیا کیا ناجائز حرکتیں کیں۔ ساتھ ہی ساتھ فیروز آباد کی مسجد پر شر پسندوں نے غالباً بم پھینکا لیکن ہماری جماعت ''خاکسارانِ حق'' خصوصاً اس کے سالار کی ہوشیاری کی وجہ سے جھگڑا نہ ہو سکا اور امن وامان کی فضا برقرار رہی۔ الٰہ آباد، فیروز آباد کے علاوہ اور بھی نہ معلوم کہاں کہاں اس طرح کی شر انگیزیاں کر کے امن وسکون کی فضا کو مکدر کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن مراد آباد کے حالیہ فساد میں شر انگیز فسادیوں نے ایک نیا طریقہ اپنایا، وہ یہ کہ عید کی نماز کے وقت عیدگاہ میں نمازیوں پر سؤر دوڑا دیا تا کہ مسلمان رنج وغم اور غصّہ کی وجہ سے بدحواس ہو کر بھڑک اُٹھے اور پولیس کے بھیس میں آر ایس ایس کے درندوں کو اپنی درندگی اور بہیمیت کے مظاہرہ کا موقع مل جائے اور ایسا ہی ہوا۔ مسلمانوں کو تباہ وبرباد کرنے اور بے گناہ مسلمانوں کے خلاف حکومت کے دماغ کو خراب کرنے کے لیے اور ملک کی امن وامان کی فضا کو زہریلی کرنے کی یہ ایک منظم اور سمجھی بوجھی سازش تھی، جو پہلے سے چل رہی تھی اور

اندر اندر اب بھی چل رہی ہے۔ حالیہ فرقہ وارانہ فسادات اس کا واضح ثبوت ہیں۔

مگر یہ بات واضح رہے کہ ہوش مندی سے کام نہ لیا گیا تو ان فسادات کی لپیٹ میں آ کر جہاں مسلمان تباہ و برباد ہو رہے ہیں اور ہوں گے۔ وہیں ہندوؤں کا بھی کچھ نہ کچھ نقصان ضرور ہوگا اور ساتھ ہی ساتھ اندرا کانگریس محفوظ نہ رہ سکے گی اور کوئی تعجب نہیں کہ یہ طوفانِ بدتمیزی حد سے گذر جائے تو ملک بھی تباہی کے دہانے پر آ جائے۔

لہٰذا ملک میں برپا ہونے والے حالیہ فرقہ وارانہ فسادات مسلمانوں، انصاف پسند ہندوؤں اور حکومت کے لیے ضروری لمحۂ فکریہ ہیں موجودہ حالات کے پیش نظر کس کو کیا کرنا چاہیے، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(ا) حالیہ فسادات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جنتا حکومت جو دراصل آر ایس ایس اور جن سنگھ کی حکومت تھی، اس نے اپنے دورِ حکومت میں حکومت کے ہر شعبہ خصوصاً پولیس میں کثرت سے ''مسلم کش'' ذہنیت رکھنے والے آدمیوں کو بھر دیا اور اب چال یہ چلی جا رہی ہے کہ مسلمانوں کو بھڑکاؤ اور جب یہ بھڑک کر سامنے آئیں تو پولیس کے وردی میں ملبوس ہمارے آدمی قیامِ امن کے نام پر نہایت اطمینان سے مسلمانوں کو گولیوں کا نشانہ بنائیں۔ مکان، دوکان لوٹیں وغیرہ جو ناکردہ حرکتیں کر سکتا ہے کریں اور اس میں ان کی جماعت بھی پولیس کی مددگار ہو جائے اور اگر پولیس و آر ایس ایس اور جن سنگھ کا آپس میں گٹھ جوڑ نہیں ہے تو مرادآباد میں جھگڑا مسلمانوں اور پولیس کا تھا۔۔۔ ہندوؤں کے الجھنے کا کیا معنی؟

اور شر پسند عناصر کسی مندر سے یا ہندوؤں کے کسی مقامِ عبادت میں گائے کا سر یا گوشت ڈال سکتے ہیں اور اس طرح ہندو مسلم فساد کی آگ بھڑکا سکتے ہیں اور نتیجے میں بے چارے بے گناہ مسلمانوں کو بدنام کر سکتے ہیں اور اس پُرفتن اور شر انگیز ماحول میں عجب نہیں کہ پھر کوئی فسادی پیسے کی لالچ میں فسادات کرانے کی غرض سے سوّر کاٹ کر مسجد میں ڈال دے یا کوئی فسادی گائے کا گوشت مندر میں ڈال دے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی نوع فساد بڑھے اور مسلمان گولیوں کا نشانہ بنیں اور آسانی سے تباہ و برباد کیے جائیں۔ جہاں زیادہ

تباہی و بربادی ہوگی، ظاہر ہے وہاں حکومت کی بدنامی بھی ہوگی۔ گویا فسادی اس طریقے سے ایک تیر میں دو شکار کریں گے یعنی مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنا اور حکومت کو بدنام کرنا دونوں مقصد بیک وقت حاصل ہو جائیں گے۔ ع

چہ خوش بود کہ ہر آید بیک کرشمہ دو کار

خدا کرے کہ موجودہ خلفشار جلد سے جلد فرو ہو جائے لیکن اس وقت فسادات کے فرو ہو جانے کے بعد یہ سمجھ لینا کہ واقعتاً فسادات بالکل فرو ہو گئے غلط ہے، غلط ہے، تباہی ہے، تباہی ہے۔ ہرگز ہرگز کسی کو مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ ہمیشہ کے لیے اس کو اُکھیڑ پھینکنے کے لیے سرتوڑ کوشش کرنی چاہیے۔

اس لیے جس طرح جسم سے جب تک مادۂ فساد کو ختم نہ کیا جائے محض آپریشن کر کے دس بیس پھوڑے ٹھیک کر دینے سے حقیقی فائدہ نہ ہوگا بلکہ جسم میں موجود مادۂ فاسد کی وجہ سے سیکڑوں پھوڑے نکل کر صحت کو برباد کر سکتے ہیں۔ اسی طرح جب تک حکومت فسادی مادّوں کا صفایا نہ کرے گی فسادات ہوتے رہیں گے، مسلمان تباہ ہوتے رہیں گے اور حکومت بھی بدنام ہوتی رہے گی۔

لہٰذا حکومت اس معاملہ میں نہایت سنجیدگی سے غور و فکر کر کے ایسا قوی اقدام کرے کہ جس سے یہ فسادی اپنے ناجائز مقصد میں ناکام ہو جائیں۔

(۲) اب مسلمان اس موقع پر غور و فکر کریں کہ فسادی لوگ جو مسجد میں سؤر دوڑا کر یا سؤر کا گوشت ڈال کر انھیں اُبھارتے اور بھڑکاتے ہیں اس سے ان کا کیا مقصد ہے؟ تو ان کا مقصد صاف ظاہر ہے کہ مسلمان بے قابو ہو جائیں اور بھڑک کر خود ہی تباہ و برباد ہو جائیں اور فسادیوں کا مقصد پورا ہو جائے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اس طرح کے روح فرسا و جاں گداز موقعوں پر اپنے خون کا گھونٹ پی کر صبر و تحمل سے کام لیں۔ بجائے جوابی کارروائی کرنے کے حکومت کو مطلع کریں اور نہایت خفیہ طریقے پر اس کا پتہ لگائیں کہ ایسی حرکتیں کون کر رہا ہے۔ موقع پر اس کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کریں، بلکہ حکومت کو ضرور مطلع کریں اور اگر بار بار ایسی حرکت اور حکومت فساد میں ملوث فسادیوں کو عبرت ناک سزا دے کر فسادات

کو نہ بند کرائے تو اس وقت نہ تو فقیر کو آپ لوگوں کو منع کرنے کی ہمت ہوگی اور نہ ہی آپ میں ماننے کی سکت ہوگی۔ ظاہر ہے کہ مرتا کیا نہ کرتا کی مثال صادق آئے گی۔

مسلمانو! اگر آپ حضرات نے میری گذارش پر ہوش اور سنجیدگی کے ساتھ غور نہ کیا اور برافروختہ ہو گئے تو نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ ابھی جو کچھ ہو رہا ہے اس سے بد سے بدتر حال ہوگا اور تباہ کاری فسادی کامیاب سے کامیاب ہوں گے۔ وما علینا الّا البلاغ۔

(۳) حکومت کو چاہیے کہ بڑی ہوشیاری سے فسادات کو روکنے کی کارروائی کرے اور نہایت چاق و چوبند ہو کر فسادی مادّوں کا صفایا کرے۔ پولیس کی زیادتیوں پر غائر نظر کرے، ورنہ جہاں مسلمان تباہ ہوگا وہیں کچھ نہ کچھ حکومت کو بھی خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ مثال کے طور پر کرفیو کے اندر مارے جانے والے اور لوٹے جانے والے مسلمانوں کے متعلق معتمد ذرائع سے تحقیق کرے۔ اگر یہ نہ ہوا اور پولیس کی زیادتی بڑھی تو ظاہر ہے.....

جسے بار بار کہنے کی ضرورت نہیں

(۴) انصاف پسند ہندؤں کو چاہیے کہ ہندو مسلمان مل کر مشترکہ طور پر ایک جماعت تیار کریں۔ اس جماعت کا نام یہ ہو کہ ہند، مسلمان، پولیس میں بھی جو فساد کا آغاز کرے یا کرائے ''البادی اظلم'' کی بنا پر اگر اسے گورنمنٹ کے سامنے پیش کر کے کیفر کردار کو پہنچائے اور فساد ہو جانے کی صورت میں یہ جماعت کوشش کرے کہ حملہ کا سلسلہ بند ہو جائے اور جب حملے کا سلسلہ بند ہو جائے گا تو فساد خود بخود رُک جائے گا۔

اسی لیے فقیر نے ایک جماعت ''خاکسارانِ حق'' نام کی قائم کی ہے، جس کے سپاہی میں بلا تخصیص ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی غرض کہ ہر وہ شخص جو یہ چاہتا ہے کہ فرقہ وارانہ فساد نہ ہو، وہ شریک ہوسکتا ہے۔ چاہے تو لوگ الگ سے اس کی کوشش کریں یا اس جماعت میں شریک ہو کر کوشش کریں، بہر حال مقصد حاصل ہے۔

اخیر میں یہ فقیر بتانا ضروری سمجھتا ہے کہ جونیر مرکزی وزیر داخلہ مسٹر یوگیندر مکوانا نے جے پور میں اخباری نمائندوں سے ۲۵ / اگست ۱۹۸۰ء کو بات چیت کرتے ہوئے جہاں پر

انھوں نے راشٹریہ سویم سنگھ (آر ایس ایس) اور بھارتیہ جنتا پارٹی (سابقہ جن سنگھ) کو فسادات کا ذمے دار ٹھہرایا ہے، وہیں آگے چل کر انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ خاکسار تحریک کا مراد آباد میں پھر زندہ ہونا بھی حکومت کے علم میں ہے۔ انتہی بلفظہ [۱۴]

لہٰذا گذارش ہے کہ اس خاکسار سے مراد پرانے خاکسار ہیں یا خاکسارانِ حق؟ اگر پرانے خاکسار مراد ہیں تو وہ اس کے جواب دہ ہو سکتے ہیں، فقیر کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور اگر ''خاکسارانِ حق'' مراد ہیں تو حکومت کے علم میں یہ بھی ہونا چاہیے کہ مراد آباد میں ''خاکسارانِ حق'' کے سپاہی میں ہندو بھی شامل ہیں۔ البتہ مراد آباد کے واقعہ میں مسلمان اپنے مذہبی و دینی جذبہ کی بنیاد پر ناقابلِ برداشت صدمے میں آپے سے باہر ہو گئے۔ مراد آباد کے علاوہ جہاں جہاں بھی فساد ہوا، وہاں کے مسلمانوں نے ہوش سے کام نہیں لیا، وہاں ہمارے سپاہی بھی غالباً اپنی کمزوری کی وجہ سے بے بس ہو گئے۔ اس کا فقیر کو بہت صدمہ ہے اور فیروز آباد میں اس سے پہلے بھی بہت اچھا رول ادا کیا ہے۔ اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ امن و امان قائم رہا۔ خدا کرے ہر جگہ ہماری جماعت مضبوط ہو جائے۔ تو پھر اُمید ہے کہ ایسے مواقع پر اچھا رول ادا کرے گی۔۔۔ تقریباً ۳۳؍ سال سے ہندوستانی مسلمان پولیس کے ذریعے سے آزادی کی سزا بھگتتے آئے اور یہ کہہ کر ہندوستانی مسلمان پاکستان کے ایجنٹ ہیں، اسی وجہ سے وہ فساد پھیلاتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ مسلمانوں کے قتل و غارت گری اور تباہی و بربادی کا جواز نکالا جاتا رہا اور وہی پرانا طریقہ مراد آباد کے فساد میں اختیار کیا گیا۔ جس کا مسٹر بہوگنا نے ایک انٹرویو شائع شدہ ''بلٹز'' ۳۰؍ اگست ۱۹۸۰ء میں اعتراف کیا ہے اور انھوں نے اس میں یہ بھی اعتراف کیا کہ ''شریمتی اندرا گاندھی نے سی ایف ڈی کے ۳۱؍ نکاتی پروگرام لفظ بہ لفظ تقسیم کیے تھے اور بعد میں اسے کانگریس آئی کے مینی فیسٹو میں شامل کر لیا گیا تھا۔ اس میں صاف لکھا ہوا ہے کہ جہاں بھی فساد ہوگا مہلوکین کے خاندان والوں کو معاوضہ دیا جائے گا اور قصوروار پولیس افسران کو معطل کر دیا جائے گا۔ انھیں عبرتناک سزائیں دی جائیں گی۔ اسی طرح ضلع مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کو بھی معطل کر دیا

جائے گا۔ لہٰذا موجودہ کانگریس (آئی) کی حکومت اس پر عمل کرے، تاکہ مسلمانوں پر ہونے والے پولیس کے مظالم کا انسداد ہو سکے اور اگر حکومت خاموش رہی اور مظالم جاری رہے تو ہر انصاف پسند معمولی عقل والا بھی یہ سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ یہ فساد نہ صرف فرقہ پرستوں کی حرکت ہے بلکہ یہ حکومت کی مہربانی ہے۔ اس کے بعد جسے جو بھگتنا ہے، بھگتے۔

(فقیر حبیب الرحمٰن قادری غفرلہٗ)

(نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی تحریک، تحریکِ عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہلے سے زندہ بھی تھی اور توانا بھی تھی۔ اسے مزید توانائی کی بھی ضرورت تھی اور اجتماعی پلیٹ فارم کی بھی۔ بغیر اجتماعیت اور مضبوط پلیٹ فارم کے اس تحریک کو آگے بڑھایا نہیں جا سکتا تھا۔ حضور مجاہد ملت نے اسی مقصد کے تحت "آل انڈیا تبلیغ سیرت" کی بنیاد رکھی۔ "آل انڈیا تبلیغ سیرت" غیر سیاسی تنظیم تھی۔ اسی تنظیم کے پلیٹ فارم سے آپ نے مسلمانوں کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دھاگے میں پرونے کی بھی کوشش کی اور حکومتِ وقت کے سامنے اپنے جائز مطالبات بھی رکھے۔ متعدد بار حکومتِ وقت آپ کے مطالبات کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور بھی ہوئی۔

آل انڈیا تبلیغ سیرت کی شہرت اپنے قیام کے ابتدائی دنوں ہی میں پورے ہند و پاک میں پھیل چکی تھی۔ "آل انڈیا تبلیغ سیرت" کے قیام کے حوالے سے ڈاکٹر شوکت علی صدیقی لکھتے ہیں:

"تقسیم ہند کے بعد ملک کی متعدد سیاسی جماعتوں کو سیاست سے توبہ کرنا پڑی۔ اور مذہبی جماعتوں کا شیرازہ غیر متوقع طور پر بکھر کر رہ گیا۔ چنانچہ اہلسنّت و جماعت کی ساڑھے تیرہ کروڑ تعداد بھی اس انقلاب سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ اور اس کا بھی وہی حال ہوا جو کسی انقلاب کے بعد ملک کی قوموں پر ہوتا ہے۔ چنانچہ عوام وخواصِ اہلِ سنّت و جماعت بھی اس محور پر گردش کرتے رہے کہ ہماری کوئی تنظیم ہونی چاہیے یا نہیں۔ اثبات ونفی کا یہ نظری

پہلو دراز سے دراز ہوتا گیا۔ بالآخر انتہائی صعوبتوں کے بعد اکابر علمائے اہلِ سنّت کی سرپرستی میں حضور مجاہد ملت نے ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کی بنیاد ڈال دی اور فیض آباد، الہ آباد، ممبئی کی متعدد نشستوں کے بعد بریلی شریف میں باتفاق رائے مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن علیہ الرحمہ کی صدارت میں ارکانِ تبلیغ سیرت کا انتخاب عمل میں آیا۔ بریلی شریف میں دستورِ اساسی ترتیب دیا گیا۔ اور ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۸ء میں پانچ اغراض و مقاصد پر مشتمل الہٰ آباد میں ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اغراض و مقاصد درجِ ذیل ہیں:

(۱) مسلمانوں کے عقائد و اعمال اور تنظیم اتحاد کی اصلاح۔

(۲) ہر زبان جس میں اسلامیات کا عظیم الشان ذخیرہ ہے اس کی بقا کی تدبیریں کرنا۔

(۳) ترقیِ مدارس اور تمام مدارسِ اسلامیہ کو منظم کرنا اور ان کے نصاب میں یکسانیت پیدا کرنا۔

(۴) مساجد، مقابر، خانقاہوں اور قبرستانوں کا ہر طرح تحفظ کرنا اور ان کی ترقی کے لیے جدو جہد کرنا۔

(۵) اشاعت و تبلیغ، مقاصد کا پرچار اور ہر جگہ انجمن کی شاخوں کو قائم کرنا۔ ؎

''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کا ایک اعلامیہ جس میں ملّی درد و کرب کو مجسّم دیکھا جا سکتا ہے، یہ اعلامیہ انجمن اسلامیہ مراد پور، پٹنہ کی سہ روزہ کانفرنس ۹، ۱۰، ۱۱/ اپریل ۱۹۵۴ء کے موقع پر شائع ہوا تھا۔ ذیل میں ملاحظہ کریں:

اللہ اکبر! وقت کی پکار!

مسلمانوں سے پُر زور اپیل

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

برادرانِ اسلام! یاد رکھیے کہ اس متحرک دنیا میں کوئی چیز ساکن نہیں۔ قومیں ترقی کرتی ہیں یا گر کر مٹ جاتی ہیں۔ اس لیے یا تو اسلام پھیلانے کی کوشش کرو ورنہ قدرت کا عمل

مسلمانوں پر بھی حاوی ہو جائے گا۔

کچھ شک نہیں کہ نیکی وسچائی کے اندر بڑھنے اور پھیلنے کی قوت موجود ہے۔ مگر پھر بھی پھیلانے والوں کی ضرورت ہے۔ بیج میں پھولنے، پھلنے کی طاقت موجود سہی، مگر تخم ریزی کے ساتھ پانی دینا، حفاظت کرنا اور محنت اُٹھانا شرط ہے۔ سچائی کا پھل حاصل کرنے کے لیے یہ سب مرحلے ضروری ہوتے ہیں۔ آج اسلام کی سچائی بھی پھل پانے کے لیے کسان کی کاوشوں کی محتاج ہے۔ ''کھیتی خصمان سیتی'' کا مشہور مقولہ کم کوش عالموں اور حال مست امیروں کے لیے سامانِ عبرت رکھتا ہے۔ اسلام دوستی کے دعویٰ کے ساتھ آرام طلبی حرام ہو جاتی ہے۔ اس لیے اے مسلمانو! تم اسلام کے تقاضے اور سچائی کی پکار کو سنو۔ اے بے قرار روح، سچی تڑپ اور درد رکھنے والا دل پیدا کرو، جو تمہاری سوئی ہوئی قوتوں کو بھی بیدار کر دے اور تمہارے اِرد گرد نیند کے ماتوں کو بھی ہشیار کر دے۔

یہ کیا حال ہے کہ باطل پُر جوش اور حق کم کوش ہے۔ باطل جسے سر چھپانا چاہیے، وہ سرفراز ہے، مگر سرفرازی جس دین کی قسمت میں تھی، اسے سر چھپانے کو جگہ نہیں ملتی۔ ایسا کیوں ہوا؟ صرف اس لیے کہ مدّعی اسلام خدمت وتبلیغ کے لیے کوشش صرف نہیں کرتے۔

ان حالات میں مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسہ و دیگر علمائے عظام و مخلص رہنمایانِ قوم نے باہمی مشورہ سے ۱۳۶۸ھ میں پانچ اغراض و مقاصد پر مشتمل الٰہ آباد میں ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' قائم کی اور یہیں اس کا مرکزی دفتر قائم کیا۔ جس نے باوجود اپنے محدود وسائل اور مالی مشکلات کے شاندار کامیابی حاصل کی۔ اس کے مخلص کارکنوں کی تبلیغی جدوجہد اور سرگرمیوں سے اب تک بھارت کے طول و عرض میں تین سو سے زیادہ دینی مدارس و مکاتب قائم ہو کر چل رہے ہیں اور ملک کے مختلف اطراف میں اس کی شاخیں قائم کر کے مبلغین مذہبی تنظیم و تبلیغ کی خدمت میں مصروف ہیں۔

حضرات اس نازک دور میں اس ملک کے چار کروڑ مسلمانوں کو اگر آپ خوش حال مذہبی تعلیم سے بھرپور اور امن وسلامتی کے گہوارہ میں دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کے مقاصد سے

تعاون کیجیے اور اپنی پوری ہمت سے اس کی مالی امداد فرمائیے، تاکہ یہ اپنے مقاصد کے حصول میں ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔ وما علینا الّا البلاغ ۞

حضور مجاہد ملت کے زمانے میں مذکورہ دفعات سے مسلمانوں کو درپیش مسائل کا بھرپور اندازہ ہوجاتا ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں، گمراہ اور بدمذہب جماعتیں مسلمانوں کے عقائد و اعمال کو تباہ کرنے پر تُلی ہوئی تھیں اور اتحادِ اسلامی پر تسلسل کے ساتھ ضربیں لگا رہی تھیں۔ مسلمانوں کے ہجرت کر جانے کے باعث بہت سے مقامات پر مساجد، مدارس اور مقابر ویران ہو گئے تھے۔ انھیں آباد کرنا اور ان کے تحفظ کی راہیں تلاش کرنا انتہائی اہم و ضروری تھا۔ زبانوں کا تحفظ، مساجد و مدارس کا فروغ، نصابِ تعلیم میں یکسانیت انھیں ایک دوسرے سے مربوط کرنا وقت کا اہم تقاضا تھا اور بھی بے شمار اہم مسائل تھے جن پہ عملی پیش رفت کی شدید ضرورت تھی۔ مسلمانوں کو باہم متحد کرنا اور ان کے قلوب میں عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنچ سلگانا حضور مجاہد ملت کے ترجیحی مقاصد تھے اور آپ نے ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کے پلیٹ فارم سے اپنے مقاصد کے حصول کی پُرجوش جدوجہد کی۔ ملک کے اکثر مرکزی شہروں میں تاریخی اجتماعات منعقد کیے۔ ان اجتماعات سے آپ نے جو تاریخی خطابات کیے ہیں ان کی دھمک آج بھی محسوس کی جا رہی ہے۔ آپ اپنی تقریر میں جس جرأت و بے باکی کا مظاہرہ فرماتے تھے جماعت اہلِ سنّت کی سو سالہ تاریخ میں اس کی کوئی دوسری نظیر نہیں ملتی۔ ذیل میں آپ کی تقریر کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں۔

''میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ لاکھوں کے اس مجمع میں حکومت ہند کے ظالم سربراہوں کے وفادار کتّے بھی موجود ہیں۔ وہ میری تقریر کے الفاظ نوٹ بھی کر رہے ہوں گے۔ تو اے حکومت کے کتّو! یہ بات اچھی طرح نوٹ کرلو کہ میں اپنی تقریر کا ذمہ دار خود ہوں۔ منتظمین جلسہ، سامعین اور دوسرے مقررین پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ میری حق گوئی کو اگر ظالم حکمراں جرم سمجھتے ہیں تو اس جرم کی سزا بھگتنے کے لیے میں ذاتی طور پر خود تیار ہوں۔ کسی دوسرے کو تختۂ مشق ہرگز نہ بنایا جائے۔ اس لیے کہ میں جو کچھ بول رہا ہوں وہ

کسی کے اشارے، کنایے پر نہیں، بلکہ یہ میرے ضمیر کی آواز ہے۔ جو میرے ہونٹوں سے نکلنے کے لیے بے چین رہتی ہے۔ میں بولتا ہوں اور بولتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ حق و انصاف کا پرچم ہر جگہ بلند ہو جائے یا میری روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔'' ۱۶؎

اس کے اور بھی روشن شواہد موجود ہیں۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔

''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کی دینی، ملّی اور سیاسی کارگذاریاں ایسی نہیں جو لفظوں میں سمیٹ دی جائیں بلکہ اس کے لیے دفتر درکار ہے۔ ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کی خدمات سے برصغیر ہند و پاک کا کوئی بھی انصاف پسند آدمی چشم پوشی نہیں کرسکتا۔ حضور مجاہد ملت کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو باہم متحد کرنا اور عشقِ رسالت ﷺ سے ان کا رشتہ مضبوط کرنا تھا۔ اور اس میں آپ بہت حد تک کامیاب بھی تھے۔ اگر اس زمانے کے بعض علما و مشائخ ذاتی مفاد اور زمینی تعصب سے بالاتر ہو کر آپ کے دوش بدوش ہوتے تو آج برصغیر ہند و پاک کے مسلمانوں کی تاریخ جدا ہوتی۔ آپ کے عزائم اور کارناموں کو مثبت انداز میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کی اب تک کوئی مثبت کوشش نہیں ہوسکی ہے۔ یہ کام کسی دردمند کی تلاش میں ہے۔

آل انڈیا تبلیغ سیرت کے زیر اہتمام ۹، ۱۰، ۱۱/ اپریل ۱۹۵۴ء کو ایک عظیم الشان کانفرنس انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ بہار میں رکھی گئی تھی۔ ہفت روزہ اخبار آگرہ میں اس کانفرنس کے جو اشتہارات، مراسلے اور تجاویز چھپیں، اس سے کانفرنس کی اہمیت اور حضور مجاہد ملت کے جذبۂ دینی کو بخوبی سمجھا سکتا ہے۔ کانفرنس کے اشتہار، مراسلے اور تجاویز کے حرف حرف سے قومی و ملّی درد کا آتش فشاں پھوٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ذیل میں اشتہار، مراسلے اور تجاویز کے اقتباسات ملاحظہ کریں۔

برادرانِ اسلام! کبھی آپ نے غور کیا ہے کہ سرفرازیِ دین جس کی قسمت میں تھی آج اسے سر چھپانے کی جگہ کیوں نہیں ملتی؟ کیا آپ کو احساس ہے کہ آج یہ مسلمان زبوں حال کیوں ہے؟ اس کی اخلاقی و مذہبی حالت کیوں پست ہے؟ یہ تعلیمی و اقتصادی بدحالی کا شکار

کیوں ہے؟ یہ در بدر کی ٹھوکریں کیوں کھا رہا ہے؟ ان تمام مسائل پر غور وخوض کرنے کے لیے اشد ضرورت ہے کہ صوفیائے کرام، علمائے عظام اور تمام مسلمان عزم محکم اور ایثارِ کامل کے ساتھ ایک جگہ سر جوڑ کر بیٹھیں۔ انھیں مقاصد کے پیش نظر ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کا سالانہ جلسہ اس مرتبہ ۹، ۱۰، ۱۱/ اپریل ۱۹۵۴ء کو انجمن ہال پٹنہ بہار میں ہو رہا ہے۔ جس میں ملک کے چار کروڑ مسلمانوں کو خوش حال، تعلیم یافتہ اور امن وامان کے گہوارے میں دیکھنا چاہتے ہیں تو اس میں شرکت کر کے اپنی مسلم دوستی اور دینی عقیدت کا ثبوت دیں۔

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

(۱) آل انڈیا تبلیغ سیرت کانفرنس پٹنہ کا عظیم الشان اجلاس حکومت جمہوریہ سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اکثر ملک دشمن افراد ایسی تحریر وتقریر شائع کرتے ہیں، جن سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ عظمت کو ٹھیس پہنچتی ہے اور مسلمانوں کے قلوب چور چور ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا ایسی تمام کتابیں اور تحریریں ضبط کر لی جائیں اور ایسے لوگوں کو سخت سے سخت سزا دے کر ملک کے امن عامہ میں سکون اور مسلمانوں کے مجروح قلوب کو مطمئن کرے۔

(۲) آل انڈیا تبلیغ سیرت کانفرنس پٹنہ کا عظیم الشان اجلاس تجویز پیش کرتا ہے کہ ہندوستان کی مساجد پر جو دوسروں کا ناجائز قبضہ ہوتا جا رہا ہے حالانکہ ہندوستان کے سیکولر اسٹیٹ کے دستورِ اساسی میں مذہب ومعابد کے تحفظ کا یقین دلایا گیا ہے۔ باوجود اس کے ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' اور مختلف اِداروں نے اس قسم کا بار بار مطالبہ کیا ہے مگر افسوس کہ حکومت ہند نے اس طرف اب تک کوئی اطمینان بخش اقدام نہیں کیا۔ لہٰذا یہ اجلاس مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد مساجد کو دوسروں کے قبضۂ ناجائز سے نکال کر مسلمانوں کے حوالے کر کے مسلمانوں کے اضطراب کو دور کریں۔

(۳) آل انڈیا تبلیغ سیرت کانفرنس پٹنہ کا یہ عظیم الشان اجلاس ہندوستان کی ہر

جماعت سے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہے، سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ بھی ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کی ہر دو تجاویز یعنی بازیابیِ مساجد و تحفظ ناموسِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تائید میں خود بھی حکومت جمہوریہ ہند سے پُرزور مطالبہ کریں اور ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کے ساتھ اس معاملہ کی جدوجہد میں ہم نوائی کریں اور بغرض اطلاع اخبارات میں تجاویز کو شائع کرادیا جائے۔ ۱۷

حضور مجاہد ملت نے ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کی بنیاد جن مقاصد کے حصول کے لیے رکھی تھی، آج یہ تحریک اپنے قیام کے مقاصد کو بھول چکی ہے۔ آج جن لوگوں کا اس پر غاصبانہ قبضہ ہے، اسے وہ لوگ اپنے خالص ذاتی مفاد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اور استعمال بھی صرف انتخابات کے وقت ہوتا ہے۔ اور سودا بھی انتہائی سستا ہوتا ہے۔ کوئی بھی سیاسی پارٹی دس بیس ہزار میں اسے خرید لیتی ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے اس کا سودا ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ حضور مجاہد ملت کو دنیا کی کوئی طاقت کبھی خرید نہیں سکی، لیکن ان کے خوابوں کا تاج محل، ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' بڑی آسانی کے ساتھ بِک رہی ہے۔ اس پہلو پہ دردمندوں کی شدید توجہ درکار ہے۔ اس کی بازیابی میں اگر دردمند حضرات کامیاب ہو جاتے ہیں تو ملّی مفادات کی بہت ساری راہیں کشادہ ہوسکتی ہیں۔ اس عمل سے حضور مجاہد ملت کی روح کو تسکین بھی حاصل ہوگی۔

حضور مجاہد ملت بہت بڑی شخصیت کے مالک تھے۔ بہت بڑی کی حد کیا ہے؟ ہمارے پاس ان کی شخصیت کو ناپنے کا کوئی پیمانہ نہیں ہے۔ ان کے عہد نے ان کی بے پناہ عظمتوں کا اعتراف کیا۔ آج بھی ان کی عظمتوں کا خطبہ پڑھا جا رہا ہے۔ لیکن ان کے سینے میں جو ملّی درد تھا، جو تڑپ تھی اور حق کا جو آتش فشاں تھا آج اس درد، تڑپ اور آتشِ عشق کو کوئی قبول کرنے کے لیے آمادہ و تیار نہیں ہوتا۔ ان کے عشق کی تپش اور ان کی زندگی کا پاکیزہ حسن نقلی مجنوؤں کے ہجوم میں چھپتا جا رہا ہے۔ اُن کے مشن اور ان کی حیات کے تابندہ نقوش کو وقت کے نقلی مجنوؤں سے بچانے کی ضرورت ہے۔ انھوں نے بے راہ روی، بدعقیدگی اور

صلح کلیت کی نسوں کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ آج ان کی تعمیر کردہ چہار دیواری میں صلح کلیت کا اژدھا ٹہلتا دکھائی دیتا ہے۔ انھوں نے مسلکِ اعلیٰ حضرت کا جو حصار باندھا تھا آج لوگ اس حصار کو توڑنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ انھوں نے اپنے خونِ جگر سے خوش عقیدگی، جرأت و بے باکی اور صدق وصفا کے جو چراغ روشن کیے ہیں ان چراغوں کی روشنی کو تیز سے تیز کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ آزاد خیالی، فکری آوارگی اور مسلک بیزار عناصر کے منصوبے خاک میں مل جائیں۔ انھوں نے جماعتی وقار کو جس حوصلے سے اعتبار بخشا ہے۔ اس حوصلے کے فروغ میں اگر کوئی طاقت مزاحم ہوتی ہے تو اس طاقت کو شدت کے ساتھ کچل دینے کی ضرورت ہے۔ ان کی کتابِ حیات میں ہمارا تابناک مستقبل محفوظ ہے۔

حضور مجاہد ملت کی زندگی اپنے اندر بے پناہ وسعت رکھتی ہے۔ آپ کی حیات کے بے شمار ابواب ہیں اور ہر باب آفاقیت کی چادر میں لپٹا ہوا ہے۔ اہلِ زبان وقلم نے آپ کی حیات کی کچھ جہتوں کو اُجاگر کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ مگر ان میں بہت کم جہتوں کے ساتھ انصاف ہوا ہے۔ کسی بھی بڑی شخصیت کے بکھرے ہوئے نقوش کو سمیٹنے کے لیے باضابطہ بورڈ کی ضرورت ہوتی ہے اور اہلسنّت میں اس طرح کا کوئی تصور نہیں ہے۔ جو کام ہو رہا ہے انفرادی طور پر ہو رہا ہے۔ اہلِ سنّت میں آج اشتراکِ عمل کا بھی تصور نہیں ملتا۔ اشتراکِ عمل سے بھی کام کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔ شخصیتوں کا تعارف بھی اشتراکِ عمل چاہتا ہے۔ حضور مجاہد ملت کے حوالے سے اگر اشتراکِ عمل ہو جائے تو ان کی زندگی کے ہر نقش کو بآسانی محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ جماعت اہلِ سنّت میں کسی بھی شخصیت پر کام کرنے والوں کی حوصلہ شکنی تو ہوتی ہے، حوصلہ افزائی نہیں ہوتی۔ حوصلہ افزائی سے بھی کام کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔ حضور مجاہد ملت کی زندگی کا ہر ورق تحفظ، تشہیر اور تحقیق چاہتا ہے۔ اہلِ زبان وقلم نے آپ کے حوالے سے جو عناوین تراشے ہیں ان میں بعض بہت باوزن ہیں اور آپ کی حیات سے میل بھی کھاتے ہیں۔ حضرت علامہ شاہ عاشق الرحمن صاحب قبلہ نے آپ کی ذات کو ''مردِ جوزاء'' سے تعبیر کیا ہے۔ علامہ موصوف نے مردِ جوزاء کی پینتالیس خوبیاں گنائی ہیں۔ وہ ساری خوبیاں

حضور مجاہد ملت کی کتابِ حیات میں بہتر انداز میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ حضور مجاہد ملت کو سمجھنے کے لیے مردِ جوزاء کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ کتاب میں پیچیدگی ہے، ژولیدگی نہیں ہے۔

''حضور مجاہد ملت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت'' یہ عنوان حضور مجاہد ملت کی زندگی کا سرنامہ بھی ہے اور شناخت نامہ بھی۔ حضور مجاہد ملت کی زندگی کو آپ جتنے خانوں میں تقسیم کریں ہر خانے کا رشتہ اسی عنوان سے آ کر ملتا ہے۔ بلکہ آپ کی پوری زندگی اسی عنوان پر گردش کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یہ عنوان مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب نے تراشا ہے۔ یہ عنوان تفصیل طلب ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا ایک ضخیم مقالہ ''حضور مجاہد ملت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت'' ابھی حال ہی میں کتابی شکل میں منظر عام پر آیا ہے۔ اس مقالہ میں ڈاکٹر صاحب نے سمندر کو کوزے میں سمیٹنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ خود ڈاکٹر صاحب کی حیات کی ساری رعنائیاں و توانائیاں اسی عنوان کے گرد گھومتی رہتی ہیں۔ ان کے رگ و ریشے میں مسلکِ اعلیٰ حضرت شامل ہے۔ وہ سوتے ہیں تو مسلکِ اعلیٰ حضرت کا وظیفہ پڑھ کر اور جب بیدار ہوتے ہیں تو لبوں پر مسلکِ اعلیٰ حضرت کے نغمات مچلتے رہتے ہیں۔ اللہ انھیں عمرِ طویل سے ہم دوش کرے۔ آمین

حضور مجاہد ملت کے تعلق سے حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب لکھتے ہیں:

''اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ مجاہد ملت کون ہیں؟ تو چند جملوں میں میرا جواب ہوگا کہ مجاہد ملت وہ ہیں جنھوں نے اپنے دور میں اعلیٰ حضرت کی تحریک تحفظ ناموس رسالت کو مرنے نہ دیا بلکہ اپنی علمی شان اور عملی آن بان سے اس کے تن نازنین میں نئی جان ڈال دی...... مجاہد ملت وہ ہیں جنھوں نے حضور حجۃ الاسلام کی اجازت و خلافت کا نہ صرف بھرم رکھا بلکہ دنیا کے سامنے اپنے کردار و عمل سے رضوی خلافت کا اصلی مقام اس سوز و گداز سے پیش فرمایا کہ دنیا عش عش کر اٹھی...... مجاہد ملت وہ ہیں جنھوں نے اپنے شخصی طنطنہ اور بے تکلفانہ دوستی کے باوصف حضور مفتی اعظم سے نیاز مندانہ ہی ملنے میں اپنی سعادت سمجھا...... مجاہد ملت وہ ہیں جن کے تخیلاتی سرو کی شاخ طوبیٰ پر بریلی کی یادوں کا عندلیب بے تکان چہکتا ہی رہا...... مجاہد

ملت وہ ہیں جنھوں نے اپنے مجاہدانہ للکار سے قوم وملت کی زلف برہم سنوارنے میں اپنی زندگی گذار دی...... اور مجاہد ملت وہ ہیں کہ جس سرزمین نے ولادت و وفات کے لیے آپ کا انتخاب کرلیا وہ رفعتوں کا گلاب بن گئی، جس کی خوشبوئے دلنواز سے ہندو بیرون ہند کا قطعہ قطعہ معطر و معنبر ہورہا ہے اور وہ خود دھام نگر سے دھام نگر شریف کہی جانے لگی۔'' ۱۸؎

حضور مجاہد ملت فضائل و کمالات کے جامع تھے۔ ہر وقت رحمتِ الٰہی انھیں اپنی آغوش میں جھولے جھلاتی تھی۔ اہلِ زبان وقلم اور خاصانِ خدا نے ان کی کا حیات کے بہت سارے عناوین متعین کیے ہیں لیکن انھوں نے اپنی ذات کو صرف ایک عنوان دیا تھا اور وہ فقیر کا عنوان تھا۔ آپ تا حیات خود کو فقیر حبیب الرحمٰن قادری لکھتے رہے۔ یہ ایسا عنوان ہے جو ان کی زندگی سے وابستہ تمام عناوین پر حاوی ہے۔ حضور سیدنا سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں لنگر سے کھانا لینے والے فقیروں کی لائن میں انھیں دیکھا گیا۔ سلطان الہند عطائے رسول حضرت خواجہ غریب نواز کی بارگاہ میں بھی لنگر سے کھانا لینے والے فقیروں کی صف میں انھیں دیکھنے والے اب بھی بکثرت لوگ موجود ہیں۔ اہلِ عقیدت روکتے تو فرماتے کہ اگر انھوں نے اپنے در کے فقیروں میں قبول کرلیا تو دارین کی سعادتیں ہمارے دامن میں سمٹ آئیں گی۔

حضرت مولانا سید اولادِ رسول قدسیؔ لکھتے ہیں:

''حضور غوثِ اعظم سے آپ کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ بغداد شریف تشریف لے جاتے تو گرمی کے موسم میں دھوپ کی شدّت کے باوجود حضور غوثِ اعظم کے لنگر شریف کا تبرّک حاصل کرنے کے لیے خود لائن میں کھڑے رہتے۔ آپ کے عقیدت مند عرض کرتے حضور! آپ قیام گاہ میں تشریف رکھیں۔ ہم آپ کے لیے تبرک لے آئیں گے۔ مگر آپ جواب دیتے میں بھی درِ غوث کا ایک کتّا ہوں۔ مجھے بھی لائن میں کھڑا رہنے دو۔ جب میرا نمبر آئے گا تب میں غوثِ اعظم کے در کی بھیک سے آسودگی حاصل کروں گا۔ یہی میری زندگی کی معراج ہے۔ اور اگر میری یہ ادا میرے غوثِ اعظم کو پسند آ گئی تو میری نجات یقینی ہے۔''

صدقہ رسولِ پاک کا جھولی میں ڈال دو

ہم قادری فقیر ہیں یا غوث المدد
(حضور تاج الشریعہ) ۱۹

حضور مجاہد ملت نے رئیسِ وقت ہوتے ہوئے بھی اپنی تمام اداؤں کو فقیرانہ لباس دے دیا تھا۔ ان کے لمحاتِ حیات کو دیکھ کر حضرت ابراہیم بن ادھم کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ حضرت علامہ مفتی شاہ عاشق الرحمن صاحب قبلہ نے انھیں مردِ جوزاء سے ملقب کیا ہے اور مردِ جوزاء کے انھوں نے جو حالات وصفات گنائے ہیں اختصار کے ساتھ ذیل میں ملاحظہ کریں:

(۱) **شرافت:** جہاں تک شرافتِ نسبی کا تعلق ہے، آپ کا شریف ہونا مشہور ومعروف ہے کہ آپ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد میں سے ہیں۔ (۲) چہرے اور آنکھوں کی خوب صورتی (۳) بچپن میں پیار سے پالا جانا (۴) دولت مندی (۵) خانگی سطح کا اونچا ہونا (۶) دولت جمع کرنے کا موقع نہ ملنا لیکن کمی کا احساس نہ ہونا (۷) مذہبی ہونا (۸) عبادت گذاری (۹) میٹھی چیز کا محبوب ہونا۔ ثمر بہشت ایسے میٹھے آم آپ کو بہت پسند تھے (۱۰) شگفتہ روئی یعنی ہنس مکھ ہونا (۱۱) محنتی ہونا (۱۲) علوم وفنون حاصل کرنا (۱۳) دل چسپ اُمور کو اہمیت دینا اور طبیعت میں ظرافت کا ہونا (۱۴) اپنے سماج، وطن اور خاندان میں زیادہ علم رکھنے والا ہونا (۱۵) اخلاق مندی (۱۶) دوستی کا باقی رکھنا (۱۷) اتباعِ بزرگان و اساتذہ (۱۸) پاکیزگی فطرت وراست گوئی (۱۹) صاحب عظمت ہونا زندگی کا باوقار ہونا (۲۰) عقل مندی اور ہوش مندی، غور وفکر کر کے کام کرنے کا عادی ہونا (۲۱) باہمت ہونا (۲۲) مردانگی کا کام انجام دینا (۲۳) حوصلہ مندی (۲۴) تیرہ سال کی عمر سے سولہ سال کی عمر تک کے درمیانی زمانے میں یا اُنیس سال کی عمر سے پچیس سال کی عمر تک کے درمیانی زمانے میں شادی کرنا (۲۵) کامیاب ازدواجی زندگی گزارنا (۲۶) دریائے لطف کی موجزنی کے عالم میں خرچ کی پرواہ نہ کرنا (۲۷) جود وعطا (۲۸) پرورش کرنے میں کمال رکھنا (۲۹) سادہ زندگی بسر کرنا (۳۰) تعلق رکھنے والے لوگوں کی زندگی کی کامیابی کا ان کے احساسِ کامیابی میں مددگار ہونا (۳۱) زندگی کے ہر زاویے میں تکلیف برداشت کرنا (۳۲)

مشکلات اور مصائب کا بار بار پیش آنا (۳۳) گھر میں بھی تکلیف اُٹھانا (۳۴) متفکر رہنا (۳۵) حادثاتِ سے جسمانی تکالیف لاحق ہونا (۳۶) سفروں کے دوران حادثات کا رونما ہونا (۳۷) احباب کہلانے والے لوگوں کا ان کے پیچھے بُرائی کرنا (۳۸) مریض رہنا۔ آپ ذیابیطس کے مریض تھے (۳۹) پیٹ کا مرض۔ اپنے وصال کے وقت آپ جن امراض کے مریض تھے فم معدہ کا ورم ان میں سے ایک تھا۔ (۴۰) تقریباً اسّی سال کی عمر پانا (۴۱) جلد کاموں کی تکمیل کرنے کی مہارت (۴۲) رہنما ہونا (۴۳) تصنیف کرنا (۴۴) تقریر کرنا (۴۵) فنِ مناظرہ کی مہارت۔ یہ بات صبح روشن کی طرح واضح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مردِ جوزا ءمجاہد ملت، ص ۸۷ تا ۸۳۔

حضور مجاہد ملت اپنے عہد میں محبوب خلائق تھے۔ بڑے بڑے لوگ آپ کے قرب کی لذتوں سے آشنا ہونے کی اپنے دلوں میں تمنا لیے رہا کرتے تھے۔ آپ کی یہ عادتِ کریمہ تھی کہ آپ کسی کو محرومِ تمنا دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ خود تکلیف برداشت کر لیتے تھے لیکن دوسروں کی تکلیف آپ کو دیکھی نہیں جاتی تھی۔ یہ بھی آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنّت ہے۔ آپ صرف زبان سے دعوت وتبلیغ نہیں کرتے تھے بلکہ پہلے خود عمل کرتے تھے، پھر دعوت دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی باتیں دلوں پر اثر کرتی تھیں۔ آپ کی زندگی کی ہر سانس کو محفوظ کرنے کی ضرورت ہے۔ علما و مشائخ اور اہلِ زبان وقلم نے آپ کے دینی، ملّی اور سیاسی کارناموں کو بکثرت عناوین دیئے ہیں۔ ذیل میں چند عناوین پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) خاکی ونوری نہاد (۲) ایک شخص ایک انجمن (۳) جہاں گیر و جہاں دار (۴) کلام اقبال کے آئینے میں (۵) آفتابِ سنّیت (۶) جامع علوم وفنون (۷) طبیب حاذق (۸) داراوسکندر سے (۹) آفتاب علم وفن (۱۰) رئیسِ وقت کا اندازِ فقیرانہ (۱۱) دانائے راز (۱۲) آفتابِ علم ومعرفت (۱۳) میدانِ عمل کا مجاہد (۱۴) رہبر راہِ معرفت (۱۵) سرفروشانِ حق کے امیر (۱۶) مجاہدانہ کردار کے پیکر (۱۷) فلک انتساب مجاہد ملت (۱۸) میدانِ جہاد کے مظلوم مسافر (۱۹) ایک پیکرِ عزیمت (۲۰) مردِ حق شناس (۲۱) اہلِ سنّت کا تاجور (۲۲)

اقبال کا مردِ مومن (۲۳) ایک مردِ قلندر (۲۴) آئین جواں مرداں (۲۵) ایک صوفی ایک مجاہد (۲۶) ایک مشعلِ راہ (۲۷) ایک قائد عظیم (۲۸) روشنی کے مینار (۲۹) ایک تاریخ ساز شخصیت (۳۰) ایسا کہاں سے لاؤں (۳۱) گم جس میں ہے آفاق (۳۲) شخص سے شخصیت تک (۳۳) مجاہد ملت کا تحریکی شعور (۳۴) آسمانِ رضویت کا بدرِ کامل (۳۵) اقوال سے افعال تک (۳۶) مجاہد ملت درس گاہ سے خانقاہ تک (۳۷) فکرِ رضا کے عظیم داعی و مبلغ (۳۸) حضور مجاہد ملت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت (۳۹) سیاسی زندگی منظر پس منظر۔ (۴۰) حضور مجاہد ملت کا گوشۂ حیات۔

مذکورہ عناوین حضور مجاہد ملت کی کتابِ حیات سے لیے گئے ہیں۔ مگر یہ سارے عناوین ان کی زندگی کے ظاہری گوشوں کو سامنے رکھ کر قائم کیے گئے ہیں۔ ان کی حیات کی داخلی تہیں اسرار سے پُر ہیں اور ان اسرار تک عام لوگوں کی رسائی بہت مشکل ہے، بلکہ بعض خواص بھی ان کی سمندر صفت حیات کے ساحل پہ کھڑے نظر آتے ہیں۔ ان کے ظاہر و باطن دونوں پُرکشش تھے اور دونوں پہ انوار و تجلیات کا پہرہ رہا کرتا تھا۔ اور یہ چیزیں سب کو نظر نہیں آتی تھیں۔ جن لوگوں کو نظر آ گئیں وہ ہمیشہ کے لیے انھیں کے ہو گئے۔ ان کی زندگی میں کرامتوں کو تلاش کرنا عبث ہے۔ اس لیے کہ ان کی ذات سر سے پاؤں تک کرامت ہی کرامت تھی۔

ان کی سب سے بڑی کرامت دین پر استقامت تھی۔ انھوں نے شریعت کے کسی بھی اُصول کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ جماعت سے نماز ادا کرنے سے کبھی کسی سستی کے شکار نہیں ہوئے۔ سفر میں ہوتے تو بھی جماعت سے نماز ادا کرنے کی کوشش کرتے۔ ٹرین میں ہوتے تو جب نماز کا وقت آ جاتا، ٹرین سے اُتر جاتے۔ ٹرین کے چلے جانے کی کبھی فکر نہ کرتے۔ احباب ٹرین کے چھوٹ جانے کا خدشہ ظاہر کرتے تو فرماتے ٹرین چھوٹتی ہے تو چھوٹ جانے دو، نماز نہیں چھوٹنا چاہیے۔ ٹرین کے چھوٹ جانے کے بارے میں ربّ کی جانب سے سوال نہیں ہوگا، لیکن نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ ٹرین چلی جاتی مگر خشوع خضوع میں کوئی فرق نہ آتا۔ اور کبھی

ایسا بھی ہوتا کہ ٹرین آپ کے انتظار میں اس وقت تک کھڑی رہتی جب تک آپ نماز سے فارغ نہ ہو جاتے۔ ایسا انھیں شخصیات کے لیے ہوتا ہے جنھیں رب کی بارگاہ میں وجاہت حاصل ہوتی ہے۔ آپ چلتی ٹرین میں نماز ادا کرنے کے قائل نہ تھے۔ آج بعض حضرات چلتی ٹرین میں نماز کے جواز کی باضابطہ تحریک چلا رہے ہیں اور بے وقوفی یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ ہماری تحقیق بڑوں کی تحقیق کے خلاف نہیں ہے۔ اسی کو کہتے ہیں ع

وحشت میں ہر اِک نقشہ اُلٹا نظر آتا ہے

عوام کا ایک بڑا طبقہ کرامات میں بڑی دل چسپی رکھتا ہے۔ جس ولی کی کتابِ حیات میں ظاہری کرامات کا باب نہیں ہوتا، اس کو وہ طبقہ ولی ماننے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا۔ یہ طبقہ کوئی آج کی پیداوار نہیں، بلکہ ہر زمانے میں موجود رہا ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت مشہور واقعہ ہے کہ ان کی ولایت و بزرگی کا شہرہ سن کر ایک شخص اس لیے اپنے گھر سے نکلا کہ چلتے ہیں کوئی کرامت دیکھیں گے، تو مرید ہو جائیں گے۔ وہ حضرت کی خانقاہ میں آیا اور مہینوں قیام پذیر رہا لیکن جس چیز کی اسے تلاش تھی بظاہر اسے نظر نہ آئی۔ مجبور ہو کر اس نے گھر واپسی کا ارادہ کر لیا۔ رخصت کی اجازت کے لیے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت جنید نے پوچھا کہ کس لیے آئے تھے اور کیوں واپس جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ مقصد سفر اور حاصلِ سفر آپ کی خدمت اور زیارت تھی۔ اس نے حقیقت واقعہ کو چھپانے کی کوشش کی لیکن حضرت جنید ولایت و بزرگی کی اس منزل پہ فائز تھے جہاں اچھے اچھوں کی رسائی مشکل سے ہوتی ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ کوئی بات ہے جو تم چھپا رہے ہو؟ اس نے محسوس کر لیا کہ ہمارا مقصودِ سفر ان پہ ظاہر ہو چکا ہے۔ تھوڑی خاموشی کے بعد اس نے مقصودِ سفر بیان کیا۔ حضرت جنید نے اس سے فرمایا کہ تم اتنے دنوں سے میری خانقاہ میں قیام پذیر ہو۔ یہ بتاؤ کہ تم نے میرا کوئی عمل شریعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف دیکھا؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ شریعت کی روشنی میں زندگی گذارنا اس سے بڑی کرامت اور کیا ہو سکتی ہے؟

معجزہ اور کرامت میں بظاہر کوئی فرق نہیں ہے۔ کسی نبی سے کوئی ایسا عمل ظاہر ہو جو انسانی عقل کو حیران کر دے، اسے معجزہ کہتے ہیں اور یہی چیز کسی ولی سے ظاہر ہو تو اسے کرامت کا نام دیا جاتا ہے۔ معجزہ دلیل نبوت ہوتا ہے لیکن کرامت دلیلِ ولایت نہیں ہوتی۔ اولیا کو اخفائے کرامت کی تاکید ہوتی ہے۔ جیسے میدانِ کربلا میں حضرت امام عالی مقام نے کیا۔ جبر وظلم کے ہر تیر آپ پہ آزمائے گئے پھر بھی آپ نے کرامت سے کام نہیں لیا۔ اگر آپ اشارہ فرما دیتے تو فرشتوں کی جماعت اُترتی اور یزیدیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتی۔ تاریخ کا کوئی ورق ایسا نہیں جو اولیا اللہ کے ذکر سے خالی ہو۔ اس لیے کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد دین کی کشتی کی بادبانی کی ذمے داری اولیا وعلما ہی کے سر ڈالی گئی۔ اولیا اور علما کے وجود سے زمین کبھی خالی نہ ہوگی۔ اولیا اور علما ہی کے قدموں کی برکتوں سے آسمان سے پانی اُترتا ہے اور زمین سبزہ اُگاتی ہے۔ جس وقت اس تقدس مآب جماعت سے زمین خالی ہو جائے گی، اس وقت قیامت آجائے گی۔ پہلے اولیا اللہ سے خانقاہیں آباد تھیں لیکن آج اصل پردے میں ہے اور نقل نے دکان سجا رکھی ہے۔ آج حال یہ ہے کہ وہ لوگ ولایت کے دعوے دار ہیں، جن کو زمین پہ چلنے کا شعور نہیں ہے، جن کا شریعت سے برائے نام رشتہ ہوتا ہے ان کی بے سروپا باتوں کو ان کے عقیدت مند کرامت کا نام دیتے ہیں۔ جب کوئی ذی علم ان سے کہتا ہے کہ آپ کے افعال شریعت سے میل نہیں کھاتے، تو ان کا جواب ہوتا ہے کہ ہم اہلِ طریقت ہیں اس لیے ہمارے افعال کو شریعت سے جوڑ کے نہ دیکھو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ سے ایسے دریدہ دہنوں کے بارے میں سوال ہوا ہے، آپ نے جو جواب دیا ہے اس سے شریعت وطریقت کی پیشانیاں روشن ہوگئی ہیں اور دنیا دار، بداطوار اور فریب خوردہ افراد کے چہرے بے نقاب ہو گئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا رسالہ کیا ہے؟ کوزے میں سمندر ہے۔ اس عنوان پر اس سے اچھی، جامع اور مستند بحث شاید دوسری جگہ نہ مل سکے۔ رسالہ کی اندرونی پیشانی پر ناشر نے جو حاشیہ لگایا ہے، ہمارے دعوے کو اس سے بھرپور روشنی ملتی ہے۔ وہ حاشیہ ذیل میں ملاحظہ کریں۔

الحمدللہ عزَّ وعلَا کہ رسالۂ ہدایت قبالہ جس میں اس امر کا ثبوت تام وتحقیق تمام کہ شریعت اصل ہے اور طریقت اوس کی فرع ومنبع اور یہ اس میں سے نکلا ہوا دریا۔ اوس کی جدائی اوس سے محال ودشوار۔ اسی پر اس کا دارومدار، وہی محتاج الیہ واصل کار، وہی محک ومعیار، علمائے ظاہر و باطن دونوں وراثت انبیا علیٰ نبینا وعلیھم الصلوٰۃ والسلام کے حقدار اور ان کی خلافت کے تاجدار، قرآن وحدیث واقوالِ علمائے باطن سے ان جملہ اُمور کی تحقیق ابدار جس میں کسی کو نہ یاری دم زدن نہ مجال گفتار۔ قابل عمل صوفیان ومشائخ کبار، لائق مطالعۂ ابرار واخیار۔ واقعی ایسا رسالہ نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا، مسمیٰ باسمہ تاریخی ''مقال عرفا باعزاز شرع وعلما''۔ ۱۳۲۷ھ

رسالہ مبارکہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے اجمالی بحث کی ہے، اگر اس کی تفصیل کر دی جائے تو مجلدات تیار ہوجائیں۔ پھر بھی شارح کو یہ کہنا پڑے گا کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ رسالہ میں سائل کے دس ۱۰؍ سوالات ہیں۔ ذیل میں سوالات کے اجمالی جوابات پیش ہیں، جنھیں تفصیل کی حاجت ہو، وہ رسالہ سے رجوع کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال عـ ۱: زید کہتا ہے حدیث شریف **العلماء ورثة الانبیاء** میں علمائے شریعت وطریقت دونوں داخل ہیں اور جو جامع شریعت وطریقت ہیں، وہ وراثت کے رتبۂ اعظم واجل و درجۂ اتم واکمل پر فائز ہیں اور عمرو کا بیان ہے شریعت نام ہے چند فرائض و واجبات وسُنن واستحباب و چند مسائل حلال وحرام کا، جیسے صورت وضو ونماز وغیرہ۔

سوال عـ ۲: اور طریقت نام ہے وصول الی اللہ تعالیٰ کا۔

سوال عـ ۳: اس میں حقیقت نماز وغیرہ منکشف ہوتی ہے۔

سوال عـ ۴: یہ بحر ناپید کنار و دریائے ذخار ہے اور وہ بمقابلہ اس دریا کے ایک قطرہ ہے۔

سوال عـ ۵: وراثت انبیاء کا یہی وصول الی اللہ تعالیٰ مقصود ومنشا اور یہی شانِ رسالت و نبوت کا مقتضی۔ خاص اسی کے لیے وہ مبعوث ہوئے۔

سوال عـ ۶: بھائیوں علمائے صوری وقشری کسی طرح اس وراثت کی قابلیت نہیں رکھتے۔

سوال۔۷: نہ وہ علمائے ربانی وغیرہ کہے جا سکتے ہیں۔

سوال۔۸: ان کے دامِ تزویر سے اپنے آپ کو دور رکھنا والعیاذ باللہ تعالیٰ یہ شیطان ہیں۔

سوال۔۹: منزل اصلی طریقت کے سدراہ ہوئے ہیں۔

سوال۔۱۰: یہ باتیں میں اپنی طرف سے نہیں کہتا، بہت سے علمائے حقانی واولیائے ربانی نے اپنی اپنی تصانیف میں ان کو تصریح سے لکھا ہے۔ الیٰ آخر الھذیانات التماس یہ کہ ان دونوں میں سے کس کا قول صحیح اور اس مسئلے کی کیا تنقیح ہے، اگر عمرو غلطی پر ہے تو اس پر کوئی شرعی تعزیر بھی ہے یا نہیں۔ وہ کہتا ہے میری غلطی جب ثابت ہوگی کہ میرے اقوال کا ابطال اولیاء کے اقوال ہدایت مآل سے کیا جائے، ورنہ نہیں۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الذی انزل الشریعۃ و جعلھا للوصول الیہ ھی الذریتۃ لمن ابتغی الیہ طریقا دونھا فقد خاب و ھویٰ۔ وضل و غوی و افضل الصلاۃ و اکمل السلام علی اکرم الرسل وافضل داع الیٰ سبل السلام الذی شریعتہ ھی الطریقۃ بعین الحقیقۃ فبھا الوصول الی العلی الاکبر و من خالفھا فسیصل ولکن الی این الی سقر و علےٰ اٰلہٖ واصحابہ وعلمائہ احزابہ وارثی علم و حاملی آدابہ آمین یارب العٰلمین۔ اللھم لک الحمد رب انی اعوذبک من ھمزات الشیٰطین و اعوذبک رب ان یحضرون۔

''تمام حمدیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے شریعت نازل فرمائی اور اس کو اپنی طرف وصول کا ذریعہ بنایا۔ یہی وسیلہ ہے اس کی طرف جانے والے کا۔ کوئی اور راستہ ہو تو وہ ناکام ہو اور خواہشِ نفس، گمراہی اور ضلالت میں مبتلا رہے، تمام رسولوں سے اکرم رسول پر افضل صلوٰۃ و اکمل سلام ہو جو سب سے بہتر دعوت دینے والا اسلامتی کی راہ کا۔ یہ وہ ذات ہے جس کی

شریعت ہی طریقت اور عین حقیقت ہے۔ اسی کے سبب اللہ تعالیٰ کے دربار میں وصول ہے اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ پہنچے گا کہاں، جہنم میں۔ آپ کی آلِ پاک وصحابہ وعلماء اور جماعت پر جو آپ کے علم کے وارث ہیں اور آپ کے آداب کے حامل ہیں آمین یارب العالمین۔ یا اللہ حمد تیرے ہی لیے، میرے رب میں تیری پناہ لیتا ہو شیطان کے وسوسوں سے اور تیری پناہ لیتا میرے رب! ان کے حاضر ہونے سے۔ (ترجمہ)

زید کا قول حق وصحیح اور عمرو کا زعم باطل قبیح والحاد صریح ہے اس کے کلام شیطنت نظام میں دس فقرے ہیں ہم سب کے متعلق مجمل بحث کریں کہ ان شاء اللہ الکریم مسلمانوں کو مفید ونافع اور شیطانوں کی قالع وقامع ہو۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) عمرو کا قول کہ شریعت چند احکام فرض و واجب وحلال وحرام کا نام ہے محض اندھا پن ہے۔ شریعت تمام احکام جسم وجان وروح وقلب وجملہ علوم الٰہیہ ومعارف نامتناہیہ کو جامع ہے، جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے ولہٰذا باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے، اگر شریعت کے مطابق ہوں حق ومقبول ہیں ورنہ مردود ومخذول۔ تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط ومدار ہے، شریعت ہی محک ومعیار ہے۔ شریعت ''راہ'' کو کہتے ہیں اور شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیہ کا ترجمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی راہ، یہ قطعاً عام ومطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص۔ یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اُس کا مانگنا اور اُس پر ثبات واستقامت کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ اهدنا الصراط المستقیم ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی راہ چلا، اُن کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔ عبداللہ بن عباس وامام ابوالعالیہ وامام حسن بصری رضی اللہ تعالےٰ عنہم فرماتے ہیں: الصراط المستقیم رسول الله ﷺ و صاحباه صراط مستقیم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما رواہ عن ابن عباس الحاکم فی صحیحه و عن ابی العالیة من طریق عاصم الاحول عنه عبد بن حمید وابناء جریح

و ابی حاتم و عدی و عساکر و فیہ فذکرنا ذلك للحسن فقال صدق ابو العالیۃ و نصح یہی وہ راہ ہے جس کا منتہا اللہ ہے۔ قرآنِ عظیم میں فرمایا: ان ربی علی صراط مستقیم۔ بے شک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔ یہی وہ راہ ہے جس کا مخالف بددین گمراہ ہے۔ قرآنِ عظیم نے فرمایا: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴿۱۵۳﴾ (سورہ انعام آیت ۱۵۳) شروع رکوع سے احکامِ شریعت بیان کر کے فرماتا ہے اور اے محبوب تم فرمادو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ وہ تمہیں خدا کی راہ سے جدا کر دیں گے اللہ تمھیں اس کی تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو۔ دیکھو قرآنِ عظیم نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے اُس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور پڑے گا۔

(۲) عمرو کا قول کہ طریقت نام ہے وصول الی اللہ کا محض جنون و جہالت ہے۔ ہر دو حرف پڑھا ہوا جانتا ہے کہ طریق طریقہ طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے۔ اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت قرآنِ عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک، جنّت میں نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآنِ عظیم باطل و مردود فرما چکا لاجرم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے۔ اُس کا اس سے جدا ہونا محال و ناسزا ہے جو اُسے شریعت سے جدا جانتا ہے، اُسے راہِ خدا سے توڑ کر راہِ ابلیس مانتا ہے مگر حاشا طریقت حقہ راہِ ابلیس نہیں قطعاً راہِ خدا ہے تو یقیناً وہ شریعت مطہرہ ہی کا ٹکڑا ہے۔

(۳) طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے، شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباعِ شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سنیاسیوں کو ہوتے ہیں، پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اُسی نارِ جحیم و عذابِ الیم تک پہنچاتے ہیں۔

(۴) شریعت کو قطرہ طریقت کو دریا کہنا اُس مجنون پکّے پاگل کا کام ہے جس نے دریا

کا پاٹ کسی سے سن لیا اور نہ جانا کہ یہ وسعت اُس میں کہاں سے آئی۔ اُس کے خزانے سے اُس کے منبع سے خزانے میں وسعت نہ ہوتی تو اُس میں کس گھر سے آتی۔ شریعت منبع ہے اور طریقت اُس میں سے نکلا ہوا ایک دریا۔ بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی ہے۔ منبع سے پانی نکل کر دریا بن کر جن زمینوں پر گزرے اُنھیں سیراب کرنے میں اُسے منبع کی احتیاج نہیں نہ اُس سے نفع لینے والوں کو اصل منبع کی اس وقت حاجت۔ مگر شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اُس کی احتیاج ہے منبع سے اُس کا تعلق ٹوٹے تو یہی نہیں کہ صرف آئندہ کے لیے مدد موقوف ہو جائے فی الحال جتنا پانی آ چکا ہے چند روز تک پینے، نہانے، کھیتیاں باغات سینچنے کا کام دے، نہیں نہیں منبع سے تعلق ٹوٹتے ہی یہ دریا فوراً فنا ہو جائے گا۔ بوند تو بوند نم کا نام نظر نہ آئے گا۔ نہیں نہیں میں نے غلطی کی کاش اتنا ہی ہوتا کہ دریا سوکھ گیا، پانی معدوم ہوا، باغ سوکھے، کھیت مرجھائے، آدمی پیاسے تڑپ رہے ہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ یہاں اُس مبارک منبع سے تعلق چھوٹتے ہی یہ تمام دریا **والبحر المسجور** ہو کر شعلہ فشاں آگ ہو جاتا ہے جس کے شعلوں سے کہیں پناہ نہیں۔ پھر کاش وہ شعلے ظاہری آنکھوں سے سوجھتے تو جو تعلق توڑنے والے جلے، خاک سیاہ ہوئے تھے اُتنے ہی جل کر باقی بچ جاتے کہ اُن کا یہ بدانجام دیکھ کر عبرت پاتے مگر نہیں وہ تو **نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؕ﴿۷﴾** ہے اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ کہ دلوں پر چڑھتی ہے۔ اندر سے دل جل گئے، ایمان خاک سیاہ ہوا اور ظاہر میں وہی پانی نظر آ رہا ہے۔ دیکھنے میں دریا اور باطن میں آگ کا ڈھیر! آہ آہ آہ کہ اس پردے نے لاکھوں کو ہلاک کیا۔ پھر دریا و منبع کی مثال سے ایک اور فرقِ عظیم ہے جس کی طرف اشارہ گزرا کہ نفع لینے والوں کو اس وقت منبع کی حاجت نہیں مگر حاشا یہاں منبع سے تعلق نہ بھی توڑیئے کہ پانی باقی رہے اور آگ نہ ہو جائے جب بھی ہر آن منبع سے اس کی جانچ پڑتال کی حاجت ہے وہ یوں کہ یہ پاکیزہ شیریں دریا جو اُس برکت والے منبع سے نکل کر اس دار الالتباس کی وادیوں میں لہریں لے رہا ہے یہاں اس کے ساتھ ایک سخت ناپاک، سخت کھاری دریا بھی بہتا ہے۔ **هذا عذب فرات وهذا ملح**

اجاج۔ ایک خوب میٹھا شیریں ہے اور ایک سخت نمک کھاری۔ وہ دریائے شور کیا ہے۔ شیطان ملعون کے وسوسے، دھوکے تو دریائے شیریں سے نفع لینے والوں کو ہر آن احتیاج ہے کہ ہر نئی لہر پر اُس کی رنگت، مزے، بو کو اصل منبع کے لون طعم ریح سے ملاتے رہیں کہ یہ لہر اُسی منبع سے آئی ہوئی ہے یا شیطانی پیشاب کی بدبو کھاری دھار دھوکا دے رہی ہے۔ سخت وقت یہ ہے کہ اس پاک مبارک منبع کی کمال لطافت سے اُس کا مزہ جلد زبان سے اُتر جاتا ہے۔ رنگت، بو کچھ یاد نہیں رہتی اور ساتھ ہی ذائقہ، شامہ، باصرہ کا معنوی حسن فاسد ہو جاتا ہے کہ آدمی منبع سے جدا ہو اور پھر اُسے گلاب اور پیشاب میں تمیز نہیں رہتی۔ ابلیس کا کھاری بدبو بدرنگ موت غٹ غٹ چڑھاتا اور گمان کرتا ہے کہ دریائے طریقت کا شیریں، خوشبو، خوش رنگ پانی پی رہا ہوں لہٰذا شریعت منبع و دریا کی مثال سے بھی نہایت متعالی ہے۔ وللہ المثل الاعلےٰ شریعت مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے کہ دینی عالم میں اُس کے سوا کوئی روشنی نہیں اُس کی روشنی بڑھنے کی کوئی حد نہیں زیادت چاہیے افزائش پانے کے طریقے کا نام طریقت ہے۔ یہ روشنی بڑھ کر صبح اور پھر آفتاب اور پھر اُس سے بھی غیر متناہی درجوں زیادہ تک ترقی کرتی ہے جس سے حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا اور نورِ حق تجلی فرماتا ہے۔ یہ مرتبۂ علم میں معرفت اور مرتبۂ تحقیق میں حقیقت ہے تو حقیقت میں وہی ایک شریعت ہے کہ باختلاف مراتب اُس کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں۔ جب یہ نور بڑھ کر صبح روشن کے مثل ہوتا ہے ابلیس لعین خیر خواہ بن کر آتا اور اس سے کہتا ہے اطفی المصباح فقد اشرق الاصباح چراغ ٹھنڈا کر کہ اب تو صبح خوب روشن ہوگئی۔ اگر آدمی دھوکے میں نہ آیا اور نور فانوس بڑھ کر دن ہوگیا ابلیس کہتا ہے کیا اب بھی چراغ نہ بجھائے گا آفتاب روشن ہے احمق اب تجھے چراغ کی کیا حاجت ہے ع ابلہے کو روزِ روشن شمع کافوری نہد۔ (بیوقوف روشن دن کافوری شمع رکھتا ہے (ت) ہدایت الٰہی اگر دستگیر ہے تو بندہ لاحول پڑھتا اور اُس ملعون کو دفع کرتا ہے کہ او عدو اللہ یہ جسے تو دن یا آفتاب کہہ رہا ہے آخر کیا ہے اُسی فانوس کا تو نور ہے اُسے بجھایا تو نور کہاں سے آئے گا۔ اُس وقت وہ دغاباز خائب و خاسر پھرتا ہے اور بندہ نور

علی نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء کی حمایت میں نورِ حقیقی تک پہنچتا ہے اور اگر دم میں آ گیا اور سمجھا کہ ہاں دن تو ہو گیا اب مجھے چراغ کی کیا حاجت رہی ادھر فانوس بجھایا اور معاً اندھیرا گھپ کہ ہاتھ سے ہاتھ نہیں سجھائی دیتا جیسا کہ قرآنِ عظیم نے فرمایا: ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا ؕ وَ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ (سورہ نور آیت ۴۰) ایک پر ایک اندھیریاں ہیں اپنا ہاتھ نکالے تو نہ سوجھے اور جسے خدا نور نہ دے اُس کے لیے نور کہاں۔ یہ ہیں وہ کہ طریقت بلکہ حقیقت تک پہنچ کر اپنے آپ کو شریعت سے مستغنی سمجھے اور ابلیس کے فریب میں آ کر اُس الٰہی فانوس کو بجھا بیٹھے کاش یہی ہوتا کہ اُس کے بجھنے سے جو عالمگیر اندھیرا اُن کی آنکھوں میں چھایا جس نے دن دہاڑے چوپٹ کر دیا ان کو اُس کی خبر ہوتی کہ شاید توبہ کرتے فانوس کا مالک ندامت والوں پر مہر رکھتا ہے پھر انھیں روشنی دیتا مگر ستم اندھیر تو یہ ہے کہ دشمن ملعون نے جہاں فانوس خاموش کرائی اُس کے ساتھ ہی معاً اپنی سازشی بتی جلا کر ان کے ہاتھ میں دے دی یہ اُسے نور سمجھ رہے ہیں اور وہ حقیقتاً نار ہے، یہ مگن ہیں کہ شریعت والوں کے پاس کیا ہے ایک چراغ ہے ہمارا نور آفتاب کو لجا رہا ہے وہ قطرہ اور یہ ایک دریا ہے اور خبر نہیں کہ وہ حقیقۃً نور ہے اور یہ دھوکے کی ٹٹی آنکھ بند ہوتے ہی حال کھل جائے گا ع

کہ باکہ باختۂ عشق در شبِ دیجور

(اندھیری رات میں کس سے عشق بازی کی۔(ت))

بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس، ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک اُسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت ولہٰذا حدیث میں آیا حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: المتعبد بغیر فقہ کالحمار فی الطاحون بغیر فقہ کے عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا چکّی کھینچنے والا گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں۔ رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ من واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے ابونعیم نے حلیہ میں واثلہ بن الاسقع رضی اللہ

عنہ سے روایت کیا۔ت)۔امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:
قصم ظهری اثنان جهل متنسك وعالم متهتك۔ دو شخصوں نے میری پیٹھ توڑ دی۔یعنی وہ بلائے بے درماں ہیں جاہل عابد اور عالم کہ علانیہ بیبا کانہ گناہوں کا ارتکاب کرے۔اے عزیز شریعت عمارت ہے اُس کا اعتقاد بنیاد اور عمل چنائی۔پھر اعمال ظاہر وہ دیوار ہیں کہ اُس بنیاد پر ہوا میں چُنے گئے اور جب تعمیر اوپر بڑھ کر آسمانوں تک پہنچی وہ طریقت ہے دیوار جتنی اونچی ہوگی نیو کی زیادہ محتاج ہوگی اور نہ صرف نیو بلکہ اعلیٰ حصہ اسفل حصّے کا بھی محتاج ہے اگر دیوار نیچے سے خالی کر دی جائے اوپر سے بھی گر پڑے گی۔احمق وہ جس پر شیطان نے نظر بندی کر کے اُس کی چُنائی آسمانوں تک دکھائی اور دل میں ڈالا کہ اب ہم تو زمین کے دائرے سے اونچے گذر گئے ہمیں اُس سے تعلق کی کیا حاجت ہے نیو سے دیوار جدا کر لی اور نتیجہ وہ ہوا جو قرآنِ عظیم نے فرمایا کہ فانهار به فی نار جهنم اُس کی عمارت اُسے لے کر جہنم میں ڈھے پڑی۔والعیاذ باللہ رب العٰلمین اسی لیے اولیائے کرام فرماتے ہیں صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے۔اس لیے حدیث میں آیا حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔رواہ الترمذی و ابن ماجه عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما بے علم مجاہدہ والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے منہ میں لگام ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہے کھینچے پھرتا ہے وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا○ وہ اپنے جی میں سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

(۵) عمرو کا طریقت کو غیر شریعت جان کر حصر کر دینا کہ یہ مقصود ہے انبیاء صرف اسی کے لیے مبعوث ہوئے۔صراحۃً شریعت مطہرہ کو معاذ اللہ معطل و مہمل و باطل کر دینا ہے اور یہ صریح کفر وارتداد وزندقہ والحاد و موجب لعنت وابعاد ہے ہاں یہ کہتا تو حق تھا کہ اصل مقصود وصول الی اللہ ہے مگر حیف اُس پر جو اپنی جہالتِ شدیدہ سے نہ جانے یا جانے اور عنادِ شریعت کے باعث نہ مانے کہ وصول الی اللہ کا راستہ یہی شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے وبس۔ہم

اوپر قرآنِ عظیم سے ثابت کر آئے کہ شریعت کے سوا اللہ تک راہیں بند ہیں طریقت اگر وہ اپنے زعم میں کسی راہ مخالف شریعت کا نام سمجھا ہے تو حاشا وہ خدا تک پہنچائے بلکہ وہ مسدود اور اُس کا چلنے والا مردود اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اُس کی تہمت ملعون ومطرود۔ کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی کسی کو شریعت کے خلاف دوسری راہ کی طرف بلایا ہے حاشا وکلا۔

(۶) جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عمر بھر اسی کی طرف بلایا اور یہی راستہ ہمارے لیے چھوڑا تو اس کا حامل، اس کا خادم اس کا حامی اس کا عالم کیوں کر اُن کا وارث نہ ہوگا۔ ہم پوچھتے ہیں اگر بالفرض شریعت صرف فرض، واجب، سنّت، مستحب، حلال، حرام ہی کے علم کا نام ہو تو یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہے یا اُن کے غیر سے۔ اگر اسلام کا دعویٰ رکھتا ہے تو ضرور کہے گا کہ حضور ہی سے ہے پھر اس کا عالم حضور کا وارث نہ ہوا تو اور کس کا ہوگا۔ علم اُن کا ترکہ، پھر اُس کا پانے والا اُن کا وارث نہ ہو اس کے کیا معنی۔ اگر کہے کہ یہ علم تو ضرور اُن کا ہے مگر دوسرا حصّہ یعنی علم باطن اس نے نہ پایا لہٰذا وارث نہ ٹھہرا تو اے جاہل کیا وارث کے لیے یہ ضرور ہے کہ مورث کا کل مال پائے یوں تو عالم میں کوئی عالم، کوئی ولی، کوئی صدیق اُن کا وارث نہ ٹھہرے گا اور ارشادِ اقدس: ان العلماء ورثة الانبياء معاذ اللہ غلط بن کر محال ہو جائے گا کہ اُن کا کل علم تو کسی کو مل ہی نہیں سکتا اور اگر بفرض غلط شریعت وطریقت دو جدا راہی مانیں اور قطرہ و دریا کی نسبت جانیں جس طرح یہ جاہل بکتا ہے جب بھی علمائے شریعت سے وراثت انبیاء کا سلب کرنا جنون محض ہوگا کیا ترکہ مورث سے تھوڑا حصّہ پانے والا وارث نہیں ہوتا جسے ملا اُن کے علم میں سے تھوڑا ہی ملا ہے وما اوتیتم من العلم الا قليلا○ اگر یہ شریعت وطریقت کی معاذ اللہ جدائی فرض کر لیں تو انصافاً حدیث ان مسخرگانِ شیطان پر الٹی پڑے گی یعنی علمائے ظاہر ہی وارثانِ انبیاء علیہ الصلاۃ والثنا ٹھہریں گے اور علمائے باطن عیاذاً باللہ اس سے محروم، انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام نبی بھی ہوتے ہیں اور ولی بھی اُن کے علوم نبوت یہ ہیں جن کو شریعت کہتے ہیں جن کی طرف وہ تمام امت کو دعوت

کرتے ہیں اور علوم ِ ولایت وہ ہیں جن کو یہ جاہل طریقت کہتا ہے اور وہ خاص خاص لوگوں کو خفیہ تعلیم ہوتے ہیں تو علمائے باطن کہ علوم ِ ولایت کے وارث ہوئے وارثانِ اولیاء ٹھہرے نہ کہ وارثانِ انبیاء۔ وارثانِ انبیاء یہی علمائے ظاہر رہے جنھوں نے علوم ِ نبوت پائے۔ مگر یہ اُس جاہل کی اشد جہالت ہے۔ حاشا نہ شریعت و طریقت دو راہیں ہیں نہ اولیاء کبھی غیر علما ہوسکتے ہیں۔ علامہ مناوی شرح جامع صغیر پھر عارف باللہ سیّدی عبد الغنی نابلسی حدیقۂ ندیہ میں فرماتے ہیں: امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: علم الباطن لا یعرفہ الا من عرف علم الظاهر علم باطن نہ جانے گا مگر وہ جو علم ظاہر جانتا ہے۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ما اتخذ اللہ ولیا جاھلًا اللہ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ بنایا یعنی بنانا چاہا تو پہلے اُسے علم دے دیا اُس کے بعد ولی کیا کہ جو علم ظاہر نہیں رکھتا علم باطن کہ اُسی کا ثمرہ و نتیجہ ہے کیوں کر پا سکتا ہے۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے متعلق بندوں کے لیے پانچ علم ہیں علمِ ذات، علمِ صفات، علمِ اسما، علمِ افعال، علمِ احکام۔ ان میں ہر پہلا دوسرے سے مشکل تر ہے جو سب سے آسان علم احکام میں عاجز ہوگا سب سے مشکل علمِ ذات کیوں کر پا سکے گا۔ اس جاہل نے تو علمائے شریعت کو معاذ اللہ مطلقاً وراثت سے محروم کر دیا اور قرآنِ عظیم اُنھیں مطلقاً وارث بتا رہا ہے حتیٰ کہ اُن میں کے بے عمل کو بھی یعنی جبکہ عقائد حق پر مستقیم اور ہدایت کی طرف داعی ہو کہ گمراہ اور گمراہی کی طرف بلانے والا وارث نبی نہیں نائب ابلیس ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ہاں رب عزّ وجل نے تمام علمائے شریعت کو کہاں وارث فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ اُن کے بے عمل کو بھی۔ ہاں وہ ہم سے پوچھیے مولیٰ عزّ وجل فرماتا ہے: ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ ﴿۳۲﴾ (سورہ فاطر آیت ۳۲) ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چُنے ہوئے بندوں کو تو اُن میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی متوسط حال کا اور کوئی بحکم خدا بھلائیوں میں پیشی لے جانے والا یہی بڑا فضل ہے دیکھو بے عمل کہ گناہوں سے اپنی جان پر ظلم کر رہے

ہیں اُنھیں بھی کتاب کا وارث بنایا اور نرا وارث ہی نہیں بلکہ اپنے چُنے ہوئے بندوں میں گنا۔ احادیث میں آیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: سابقنا سابق و مقتصدنا ناج و ظالمنا مغفور لہ۔ ہم میں کا جو سبقت لے گیا وہ تو سبقت لے ہی گیا اور جو متوسط حال کا ہو وہ بھی نجات والا ہے اور جو اپنی جان پر ظالم ہے اُس کی بھی مغفرت ہے۔ والحمدللہ رب محمد الرؤف الرحیم علیہ وعلیٰ اٰلہٖ افضل الصلاۃ والتسلیم رواہ العقیلی وابن لال وابن مردویہ والبیہقی فی البعث والبغوی فی المعالم عن امیر المومنین عمر و ابن النجار عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ عالم شریعت اگر اپنے علم پر عامل بھی ہو، چاند ہے کہ آپ ٹھنڈا اور تمہیں روشنی دے ورنہ شمع ہے کہ خود جلے مگر تمھیں نفع دے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں: مثل الذی یعلّم الناس الخیر وینسی نفسہ مثل الفتیلۃ تضیء للناس وتحرق نفسھا رواہ البزار عن ابی ھریرۃ والطبرانی عن جندب بن عبداللہ عن الازدی و عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسند حسن حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں: اذا قرأ الرجل القراٰن واحتشی من احادیث رسول اللہ وکانت ھناك غریزۃ کان خلیفۃ من خلفاء الانبیاء۔ جب آدمی قرآنِ مجید پڑھ لے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حدیثیں جی بھر کر حاصل کرے اور اس کے ساتھ طبیعت سلیقہ دار رکھتا ہو تو وہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نائبوں سے ایک ہے۔ رواہ الامام الرافعی فی تاریخہ عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھو حدیث نے وارث تو وارث خلیفۃ الانبیا ہونے کے لیے صرف تین شرطیں مقرر فرمائیں قرآن و حدیث جانے اور اُن کی سمجھ رکھتا ہو خلیفہ و وارث میں فرق ظاہر ہے آدمی کی تمام اولاد اُس کی وارث ہے مگر جانشین ہونے کی لیاقت ہر ایک میں نہیں۔

(۷) جب قرآنِ عظیم نے سب وارثانِ کتاب کو اپنے چُنے ہوئے بندے فرمایا تو وہ قطعاً اللہ والے ہوئے اور جب اللہ والے ہوئے تو ضرور ربانی ہوئے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴿۷۹﴾
(سورۂ آل عمران آیت ۷۹) ربانی ہوجاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس لیے کہ تم پڑھتے ہو اور فرماتا ہے: اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ (سورہ مائدہ آیت ۴۴) بے شک ہم نے اُتاری تورات اُس میں ہدایت ونور ہے اُس سے ہمارے فرمانبردار نبی اور ربانی و دانشمند لوگ یہودیوں پر حکم کرتے تھے یوں کہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان ٹھہرائے گئے اور اُس سے خبردار تھے۔ ان آیات میں اللہ عزّوجل نے ربانی ہونے کی وجہ اور ربانیوں کی صفات اسی قدر بیان فرمائی کتاب پڑھنا پڑھانا، اُس کے احکام سے خبردار ہونا، اُس کی نگہداشت رکھنا، اُس کے ساتھ حکم کرنا ظاہر ہے کہ یہ سب اوصاف علمائے شریعت میں ہیں تو وہ ضرور ربانی ہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ربانیین فقہاء معلمین ربانی کے معنی ہیں فقیہ مدرس رواہ ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر نیز وہ اور اُن کے تلامذہ امام مجاہد و امام سعید جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں: ربانیین علماء فقها۔ ربانی عالم فقیہ کو کہتے ہیں۔ رواہ عن ابن عباس ابن جریر و ابن ابی حاتم وعن مجاهد ابن جریر وعن ابن جبیر الدارمی فی سننه۔

(۸) جبکہ اللہ عزّوجل علمائے شریعت کو اپنا چُنا ہوا بندہ کہتا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُنھیں اپنا وارث، اپنا خلیفہ اور انبیاء کا جانشین بتاتے ہیں تو اُنھیں شیطان نہ کہے گا مگر ابلیس یا اُس کی ذریت کا کوئی منافق خبیث۔ یہ میں نہیں کہتا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ثلثة لا یستخف بحقهم الا منافق بین النفاق ذوالشیبة فی الاسلام و ذوالعلم وامام مقسط۔ تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق۔ منافق بھی کون سا کھُلا منافق ایک بوڑھا مسلمان جسے اسلام ہی میں بڑھاپا آیا۔ دوسرا عالم دین، تیسرا بادشاہ مسلمان عادل۔ رواہ ابو الشیخ فی التوبیخ عن جابر والطبرانی فی

الکبیر عن ابی امامة رضی الله تعالیٰ عنهما بسند حسنه الترمذی فی غیر هذا الحدیث۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: لا یبغی علی الناس الا ولد بغی والا من فیه عرق منه۔ لوگوں پر زیادتی نہ کرے گا مگر ولد الزنا یا وہ جس میں اُس کی کوئی رگ ہو۔ رواه الطبرانی فی الکبیر عن ابی موسیٰ الاشعری رضی الله تعالیٰ عنه۔ جب عام لوگوں پر زیادتی کے بارے میں یہ حکم ہے پھر علماء کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے۔ بلکہ حدیث میں لفظ ناس فرمایا اور اُس کے سچّے مصداق علماء ہی ہیں۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: سئل ابن المبارك من الناس فقال العلماء۔ یعنی ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ رشید عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حدیث وفقہ ومعرفت وولایت سب میں امامِ اجل ہیں اُن سے کسی نے پوچھا کہ ناس یعنی آدمی کون ہیں۔ فرمایا علماء۔ امام غزالی فرماتے ہیں جو عالم نہ ہو امام ابن المبارک نے اُسے آدمی نہ گنا اس لیے کہ انسان اور چوپائے میں علم ہی کا فرق ہے۔ انسان اُس سبب سے انسان ہے جس کے باعث اُس کا شرف ہے اور اُس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اونٹ اُس سے زیادہ طاقت ور ہے نہ بڑے جثہ کے سبب کہ ہاتھی کا جثہ اُس سے بڑا ہے۔ نہ بہادری کے باعث کہ شیر اُس سے زیادہ بہادر ہے۔ نہ خوراک کی وجہ سے کہ بیل کا پیٹ اُس سے بڑا ہے۔ نہ جماع کی غرض سے کہ چڑوٹا جو سب میں ذلیل چڑیا ہے اُس سے زیادہ جفتی کی قوت رکھتا ہے۔ آدمی تو صرف علم کے لیے[۱] بنایا گیا اور اسی سے اُس کا شرف ہے انتہی۔

(۹) بیاناتِ بالا سے واضح ہے کہ علمائے شریعت ہرگز طریقت کے سدِ راہ نہیں بلکہ وہی اُس کے فتح باب اور وہی اُس کے نگاہبانِ راہ ہیں۔ ہاں وہ طریقت ہے جسے بندگانِ

---

[۱] قال تعالیٰ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ سیّدنا اُستاذ ابوالقاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ۔۔ صوفیا کرام سے ہیں اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ولیعرفون یعنی ہم نے پیدا کیا جن وانس کو مگر معرفت حاصل کرنے کے لیے۔

شیطان طریقت نام رکھیں اور اُسے شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا کریں، علما اُس کے لیے ضرور سدراہ ہیں۔ علما کیا خود اللہ عزّوجل نے اُس راہ کو مسدود و مردود و ملعون و مطرود فرمایا۔ اوپر گزرا کہ علمائے شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ہر آن ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والے کو اور زیادہ ورنہ حدیث میں اُسے چکّی کھینچنے والا گدھا فرمایا تو اگر علما نے تمھیں گدھا بننے سے روکا کیا گناہ کیا۔

(۱۰) عمرو کا اپنی خرافاتِ شیطانیہ، توہین شریعت وسبّ وشتم علماء شریعت، علمائے حقانی واولیائے ربانی کی طرف نسبت کرنا اُس کا محض کذب مہین وافترائے لعین ہے اُس کی خواہش کے مطابق ہم صرف حضرات اولیاء کرام قدست اسرارہم کے ارشاداتِ عالیہ محض بطور نمونہ ذکر کریں جن سے شریعت مطہرہ کی عظمت ظاہر ہو اور یہ کہ طریقت اُس سے جدا نہیں اور یہ کہ طریقت اُس کی محتاج ہے اور یہ کہ شریعت ہی اصل کار و مدار و معیار ہے۔ غرض جو بیانات ہم نے کیے اُن سب کا ثبوت وافی اور عمرو کے دعاوی وخرافات ملعونہ کا ردّ کافی وباللہ التوفیق۔ قولِ اوّل حضور پُرنور سیّد الافراد قطب الارشاد غوثِ اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لاتری لغیر ربك وجودامع لزوم الحدود وحفظ الاوامر والنواهی فان انخرم فیك شئی من الحدود فاعلم انك مفتون قد لعب بك الشیطان فارجع الی حکم الشرع والزمه ودع عنك الهوی لان کل حقیقة لاتشهد لها الشریعة فهی باطلة۔ غیر خدا کو موجود نہ دیکھنا اس کے ساتھ ہو تو اُس کی باندھی ہوئی حدوں سے کبھی جدا نہ ہو اور اُس کے ہر امر و نہی کی حفاظت کرے۔ اگر حدودِ شریعت سے کسی حد میں خلل آیا تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے۔ بے شک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے تو فوراً حکم شریعت کی طرف پلٹ آ اور اُس سے لپٹ جا اور اپنی خواہشِ نفسانی چھوڑ اس لیے کہ جس حقیقت کی شریعت تصدیق نہ فرمائے وہ حقیقت باطل ہے۔ ۲۰

سعادت مند کے لیے حضور پُرنور سیّد الاولیاء غوث العرفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک یہی

ارشاد کافی ہے کہ اُس میں سب کچھ جمع فرما دیا ہے وللہ الحمد قول ۲/حضور پُرنور غوث الثقلین غیاث الکونین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اذا وجدت فی قلبك بغض شخص او حبه فاعرض افعاله علی الکتاب والسنة فان کانت محبوبة فیهما فاحبه وان کانت مکروهة فاکرهه لئلا تحبه بهواك وتبغضه بهواك قال اللہ تعالیٰ ولا تتبع الهویٰ فیضلك عن سبیل اللہ۔ جب تو اپنے دل میں کسی کی دشمنی یا محبت پائے تو اُس کے کاموں کو قرآن وحدیث پر پیش کر۔ اگر اُن میں پسندیدہ ہوں تو اُس سے محبت رکھ اور ناپسند ہوں تو کراہت۔ تاکہ اپنی خواہش سے نہ کسی کو دوست رکھے نہ دشمن۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: خواہش کی پیروی نہ کر کہ تجھے بہکا دے گی خدا کی راہ سے۔ ۲۱

قول ۳/حضور پُرنور سیّدنا غوث الاغواث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: الولایة ظل النبوة والنبوة ظل الالٰهیةِ وکرامة الولی استقامة فعل علی قانون قول النبی ﷺ۔ ولایت پرتوِ نبوت ہے اور نبوت پرتوِ الوہیت اور ولی کی کرامت یہ ہے کہ اُس کا فعل نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قول کے قانون پر ٹھیک اُترے۔ ۲۲

قول ۴/حضور سیّدنا محی الدین محبوبِ سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: الشرع حکم لحق سیف سطوة قهره من خالفه وناداه واعتصمت بجبل حمایته وثیقات عری الاسلام وعلیه مدار امر الدارین وباسبابه انیطت منازل الکونین۔ شرع وہ حکم ہے جس کے صولت قہر کی تلوار اپنے مخالف ومقابل کو مٹا دیتی ہے اور اسلام کی مضبوط رسیاں اُس کی حمایت کی ڈوری پکڑے ہوئے ہیں دونوں جہاں کے کام کا مدار فقط شریعت پر ہے اور اُس کی ڈوریوں سے دونوں عالم کی منزلیں وابستہ ہیں۔ ۲۳

حضور مجاہد ملت دریائے شریعت وطریقت کے انتہائی تیز شناور تھے۔ ان کی پوری زندگی مجاہدات وریاضات سے عبارت تھی۔ وہ لاموجود الا اللہ ولامشہود الا اللہ کے رمز شناس تھے۔ ثقہ راوی کا بیان ہے کہ جب وہ رات کی تنہائی میں محو عبادت ہوتے تو ان کے جسم کے سارے اعضا ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے۔ ان کی عادت تھی کہ کبھی کبھی ملّی وعوامی

ضروریات وحاجات سے فرصت پاتے تو کچھ اوقات تنہائی میں گذارنے کی خواہش کا اظہار فرماتے۔ اس شرط کے ساتھ کہ تنہائی میں کوئی خلل انداز نہ ہو۔ حجرے کا دروازہ بند ہو جاتا اور وہ اپنے مالک ومولیٰ سے مناجات میں مصروف ہو جاتے۔ ویسے ہجومِ کار نے کبھی ان کو پُرسکون رہنے نہیں دیا۔ وہ ہر وقت ملّتِ بیضا کی سربلندی وسرفرازی کی فکر میں ہوتے۔

ان کے القاب وآداب میں رئیس التارکین، سلطان المناظرین اور سراج السالکین کے القاب بھی آتے ہیں۔ پہلے کسی کو کوئی لقب دینے میں اکابر واصاغر دونوں بہت محتاط تھے۔ القاب حال واحوال اور حقائق کے تناظر میں دیئے جاتے تھے۔ لیکن بعض شخصیات ایسی بھی ہوتیں جو اپنے القاب وآداب سے بھی بالاتر ہوتیں۔ حضور مجاہد ملت کے عہد میں تارکین، مناظرین اور سالکین کی اچھی خاصی تعداد تھی۔ یہ تعداد بھی علمائے حال وقال کے افاداتِ عالیہ میں ملتی ہے۔ حضور مجاہد ملت کا ان تارکین، مناظرین اور سالکین میں مقام و مرتبہ جداگانہ تھا۔ ان کی کشکولِ گدائی میں تاجِ شاہی کے انبار لگے رہتے تھے۔ وہ انتہائی سادہ لباس تھے، لیکن ان کی سادگی کی رعنائیاں بلائیں لیا کرتی تھیں۔ ان کا حال یہ تھا کہ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں۔

وہ ریتیلی زمینوں پہ جنت کے محلّات بنایا کرتے تھے۔ عام لوگ دیکھتے اور دیکھ کر گذر جاتے تھے، لیکن جن کی نگاہیں باطن پہ ہوتیں، وہ اپنے عقیدت مندوں کا ہجوم ان کے پیچھے چھوڑ دیتے۔ اسی تناظر میں حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا کہ آج چند کو تیرایا ہے، کل نہ جانے کتنوں کو تیرائیں گے۔ ان کے عہد نے ان کی عظمتوں کا بھرپور اظہار واعلان کیا ہے۔ ہم نے ان کی عظمتوں کے تناظر میں کبھی ان کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ ان کی شخصیت کو ہم نے صرف عرس اور چادر، گاگر تک محدود کر دیا ہے۔ ہم سے ان کا مطالبہ چادر، گاگر کا نہیں ہے۔ وہ ہم سے کردار وعمل میں شفافیت چاہتے ہیں۔ وہ ہم سے دین وشریعت میں استقامت چاہتے ہیں اور وہ ہم سے مسلکِ اعلیٰ حضرت میں تصلب چاہتے ہیں۔ اگر ہم ان کے مطالبات پورے نہیں کرتے تو ہمارا دعویٔ محبت جھوٹا ہے۔ ان کی شخصیت بحر ذخار کی حیثیت

رکھتی ہے، جو اس میں غوطہ زن ہوتا ہے وہ مراد کو پہنچتا ہے۔ ان کی شخصیت کا ہر پہلو غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔ ان کے سینے میں جو درد تھا، جو راز پنہاں تھے، انھیں اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

حضور مجاہد ملت کرامت نواز، شرافت نواز اور وجاہت نواز تھے۔ ان کی حیات کی کوئی سانس ایسی نہیں ہے، جسے کرامت کا نام نہ دیا جا سکے۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ اتباعِ شریعت کے نور میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ ادائے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ایسا بے غبار آئینہ تھے کہ اب ایسا آئینہ دکان آئینہ ساز میں دور دور تک نظر نہیں آتا۔ انسان کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ اس کا کوئی عمل میزانِ شریعت سے باہر نہ ہو۔ حضور مجاہد ملت عاملِ شریعت بھی تھے اور ناشر اصولِ شریعت بھی۔ ان کی زندگی کی ہر ادا کرامت تھی۔ ان کی ذات اہلِ باطن کے لیے چراغِ راہ تھی۔ اہلِ ظاہر تو ان کے ظاہری خدوخال ہی میں اُلجھ کر رہ گئے۔ ان کی ظاہری کرامات کا بھی ایک طویل سلسلہ ہے۔ ان سب کو اکٹھا کر دیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ ذیل میں ان کی چند کرامات پیش کی جاتی ہیں۔

ماہانہ پاسبان الہ آباد شمارہ ۱۲ بابت ماہ مئی ۱۹۶۰ء صفحہ ۱۷ پر علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ والرضوان کے قلم سے مجاہدِ ملّت مولانا حبیب الرحمٰن کے عنوان سے ایک مضمون تحریر ہے۔ انہوں نے اپنے مضمون کو مرزا غالب کے اس شعر سے شروع فرمایا ہے۔

بنا کے ہم فقیروں کا ہم بھیس غالب　　　تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

وہ بیان فرماتے ہیں کہ فقیروں کے لباس میں اس درویشِ کامل کو بہت سی نگاہوں نے دیکھا۔ مگر خال خال ہیں وہ لوگ جنہوں نے صحیح معنوں میں انہیں پہچانا ہو۔ میری نظر میں اس کے بہت سے علل واسباب ہیں۔ اس وقت مجاہدِ ملّت ہی کی روایت کو سپردِ قلم کرتا ہوں جو خود میری آپ بیتی سے متعلق ہے۔

برسہا برس سے میں فکر مند تھا کہ جس کسی کو بھی دیکھا جائے وہ کسی نہ کسی بشری کمزوری میں مبتلا ضرور نظر آتا ہے۔ یہ ایک ایسا سوال تھا جو قلب وجگر میں کانٹا بن کر چبھتا تھا مگر میرے پاس اس کا کوئی حل نہ تھا۔ دل چاہتا ہے کہ حضرت مجاہدِ ملّت کے جواب سے پیشتر اپنے سوال

کی ہلکی سی تفصیل پیش کردوں۔ مثلاً آپ کی نظر میں بھی کتنے ایسے ہوں گے جن کی عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ پر آپ کو کوئی شبہہ نہیں مگر اسی کے ساتھ آپ نے کسی مجلس میں اس کو دیکھا تو وہ اپنی تعریف و توصیف میں مست و بے خود نظر آیا۔ جھوم جھوم کر اپنی تعریف کرا رہا ہے۔ ویسے ہی کسی دوسرے عابد کے یہاں پہنچے تو وہاں دوسروں کی مذمت اور برائی سے دل بہلایا جا رہا ہے اور کسی تیسرے زاہد کے یہاں پہنچے تو بغض و عناد اور کینہ پروری کی باتیں ہو رہی ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس جہاں کہیں جاتے ہیں کچھ ایسی ہی باتیں سنائی دیتی ہیں۔ جس سے دل و دماغ پر کچھ ایسے تاثرات پڑتے ہیں کہ اس پارسا کی ساری عبادت و ریاضت تو پیٹھ پیچھے رہ جاتی ہے اور اس کی بشری کمزوری سراپا عیب بن کر سامنے کھڑی ہو جاتی ہے۔ دل یہ چاہتا تھا کہ کبھی مجاہدِ ملّت کے حضور اس سوال کا حل دریافت کیا جائے۔ اتفاق دیکھیے کہ سلطان پور کی طرف سے واپس آیا اور حضرت دفترِ ''پاسبان'' میں موجود تھے حسبِ عادت و معمول میں حضرت کے پاؤں دبانے لگا نہ جانے کہاں کہاں کی باتیں ہو رہی تھیں کہ اس درمیان میں حضرت نے از خود فرمایا۔ بزرگوں کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ بزرگوں کی صحبت سے زیادہ مفید ہے۔ یہ سنتے ہی میرے کان کھڑے ہوئے اور پورے انہماک سے متوجہ ہو گیا۔ اتنا فرما کر حضرت خاموش ہو گئے مجبوراً میں نے عرض کیا کہ حضور یہ بات میرے سمجھ میں نہیں آئی کہ بزرگوں کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ، بزرگوں کی صحبت سے زیادہ مفید ہے۔ تب حضرت مجاہدِ ملّت نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ بزرگوں کی سوانح حیات میں علی العموم ان کے کشف و کرامات وغیرہ کا تذکرہ ہوتا ہے جس کو پڑھ کر ان کی طرف دل جھکتا ہے۔ لیکن بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہونے والا ان کی عبادت و ریاضت کو دیکھتے ہوئے جب ان کی بشری لغزش یا بشری کمزوری کو دیکھ لیتا ہے تو اس کے دل میں تنفر پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ سنتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے دل میں کوئی پھوڑا تھا جس کا ابھی آپریشن کر دیا گیا اور ساری آلائش باہر پھینک دی گئی۔ میں ہفتوں حیران رہا کہ یا اللہ! ابھی تو بات قلب کے گوشے میں تھی۔ ایک سوئی ہوئی خلش تھی جو کبھی کبھی دل کی دھڑکنوں میں جاگ اٹھتی تھی، ابھی کوئی حرف نوکِ زبان

پر نہ آیا تھا کہ اس کا جواب مل گیا۔ مگر رفتہ رفتہ دل اس بات پر مطمئن ہو گیا کہ اللہ والوں کے قلوب آئینہ سے زیادہ صاف اور چاند سے زیادہ روشن ہوتے ہیں۔ ۲۴؎

جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں حضور مجاہدِ ملّت منصبِ تدریس پر فائز تھے۔ کسی جلسے کے سلسلے میں شہر سے متصل دیہات اکّا میں جانا ہوا۔ درمیان میں ایک ندی بھی پڑتی تھی۔

رات میں موسلا دھار بارش ہوئی تمام علاقے جل تھل ہو گئے ندی بھر گئی صبح دیکھا گیا کہ تمام علاقے زیرِ آب ہیں۔ لوگوں نے اصرار کیا کہ پانی اتر جانے پر واپسی کا قصد کیا جائے لیکن حضور مجاہدِ ملّت فوری واپسی کے خواہاں تھے تا کہ درس کا ناغہ نہ ہو کیونکہ آپ نے اپنے استاد حضرت صدر الافاضل مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ سے وعدہ کر لیا تھا۔ آپ کے ساتھ جامعہ کے چار طلبہ (شمس العلما مفتی) نظام الدین بلیاوی (مفتیٔ اعظم اڑیسہ) مولانا عبد القدوس بھدرکی، مولانا مسعود الحسن موضع اکّا، مراد آباد اور راقم الحروف (عبد الرب خان) شامل تھا۔

حضرت مولانا عبد الرب صاحب آگے بیان فرماتے ہیں کہ مجھ پر زمانہ شاگردی سے حضور مجاہدِ ملّت کی نظرِ عنایت تھی لہٰذا میں نسبتاً بے تکلف تھا۔ واپسی کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ اس حالت میں جبکہ آس پاس کے علاقے زیرِ آب ہیں کیونکر واپسی ہو سکتی ہے۔ حضرت علیہ الرحمہ نے کچھ دیہاتیوں کو دکھایا جو گاؤں سے باہر اسی حالت میں جا رہے تھے۔ اس زمانے کے دیہاتی لوگ ایسے مواقع کے لیے بڑے سائز کے کدو، کنہڑے کو خشک کر کے رکھ لیتے تھے اور پانی میں اس کے سہارے بہتے تھے جیسے آج کل کے زمانے میں تیراکی سیکھنے والے ٹائر میں استعمال ہونے والے ٹیوب کی مدد لیتے ہیں۔ میں نے کہا ان کے پاس پانی میں بہنے کے لیے اسباب ہیں ہمارے پاس کیا سامان ہے۔ حضرت مجاہدِ ملّت نے فرمایا دیہاتی لوگ تو اپنی ضروریات کے لیے چلے جائیں اور ہم مولوی صاحبان دیکھتے رہ جائیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایک لڑکا میری انگلی پکڑ لے دوسرا اس کی تیسرا دوسرے کی اور چوتھا تیسرے کی اس طرح باہر نکل جائیں گے۔ میں نے کہا میں کسی لڑکے کی نہیں بلکہ براہِ راست

آپ کی انگلی پکڑوں گا۔ بہر حال اس طرح حضرت شاگردوں کے ہمراہ جامعہ واپس آ گئے اور حسبِ معمول درس دیا۔ دن کے وقت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم تو حضرت کے ساتھ فلاں علاقے میں گئے تھے وہ تو نشیبی علاقہ ہے۔ موسلا دھار بارش کی وجہ سے زیرِ آب ہوگا واپس کیسے آئے۔ کہا حضرت قسمت تھی کہ واپس ہو گئے ورنہ حضور مجاہدِ ملّت نے تو ڈبو ہی دیا تھا۔ دریافت فرمایا کیا ہوا تھا کہا حضرت ہونا کیا ہم لڑکوں کو لے کر پانی میں اتر گئے اور واپسی اختیار فرمائی۔ پہلے ٹخنوں تک پانی میں آئے پھر گھٹنوں تک پھر پاؤں کے نیچے زمین نہیں تھی پتہ نہیں کیا کیا پڑھتے ہوئے چلے آئے۔ یہ سن کر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ آب دیدہ ہو گئے فرمایا آج تم چاروں کو ترا یا ہے میدانِ حشر میں نہ جانے کتنے گنہگاروں کا بیڑا پار لگا دیں گے۔ [۲۵]

ممبئی میں ایک غیر مقلد سے مناظرہ ٹھن گیا۔ شرائطِ مناظرہ طے کرنے حضور مجاہدِ ملّت اور راقم الحروف (عبد الرب مراد آبادی) اور دیگر دو تین آدمی گئے وہ غیر مقلد قریب ہی میں ایک دو منزلہ عمارت میں مقیم تھا وہاں شرائطِ مناظرہ طے ہوا جب حضور مجاہدِ ملّت اپنے قافلہ سمیت واپس چلنے لگے تو غیر مقلد کہتا ہے کہ حبیب الرحمٰن! جس طرح اس وقت تمہارا پیٹ دیکھ رہا ہوں اسی طرح کل مناظرہ میں تمہاری پیٹھ دیکھوں گا۔

حضور مجاہدِ ملّت نے مسکرا کر فرمایا کہ کل مناظرہ میں تمہارا منہ ہی نہیں دیکھوں گا۔ مشیتِ الٰہی سے اسی رات اس غیر مقلد کا انتقال ہو گیا، یہ تھی غیبی نظر جو آپ کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں اہلِ دنیا اس سے نا آشنا تھے۔

حضرت مولانا عبد الرب صاحب مراد آبادی کا بیان ہے، وہ فرماتے ہیں، قصبہ سنبھل ضلع مراد آباد میں میری نسبت کے سلسلے میں بات چلی اور کسی حد تک بات طے بھی ہو چکی تھی خود میری مرضی بھی یہیں کے لیے تھی لیکن حضرت نے فرمایا کہ ہم یہاں شادی نہیں کریں گے لڑکی والوں کی طرف سے کافی زور ڈالا گیا۔ مکان تک دینے کا وعدہ ہوا لیکن حضرت نے مخالفت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس سے بہتر خاندان میں تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں اور

شادی وہاں نہ ہو کر ضلع باندہ میں حضرت نے طے کر دی اور باندہ میں میری شادی ہو گئی۔ دوسری طرف اس لڑکی کی بھی کسی دوسری جگہ شادی ہو گئی اسی سال لڑکی کا بچہ ہوا اور مشیتِ الٰہی کہ زچہ اور بچہ دونوں کا انتقال ہو گیا۔۲۶

اس واقعہ کے راوی بھی حضرت مولانا عبدالرب صاحب ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور مجاہد ملت دہلی سے حیدر آباد کے لیے سفر فرما رہے تھے۔ ایک سید صاحب حضرت کے ہمراہ تھے۔ اس زمانے میں ٹرین کا ریزرویشن ٹکٹ کمپیوٹرائزڈ نہیں ہوتا تھا بلکہ جس طرح آج بھی غیر معروف ریلوے اسٹیشن سے خاکی رنگ کا کارڈ ٹکٹ ملتا ہے، وہی ملتا تھا۔ البتہ ریزرویشن کے لیے اسی سائز کا سفید ٹکٹ بھی شامل کر دیا جاتا تھا۔ اصل ٹکٹ پر سفر کی تاریخ اور ٹرین نمبر درج کیا جاتا تھا جب کہ ریزرویشن ٹکٹ پر نام برتھ نمبر وغیرہ درج کیا جاتا تھا۔

اتفاق سے جب ٹی ٹی چیکنگ کے لیے آیا تو ہر چند کہ اس کی لسٹ میں نام ٹکٹ نمبر وغیرہ موجود تھا لیکن میرا ٹکٹ نہ ملا بڑی پشیمانی ہوئی اور ٹی ٹی کا لب ولہجہ جارحانہ سے گستاخانہ ہونے لگا۔ تب حضرت کو جلال آیا اور فرمایا ٹکٹ پوچھتے ہو تو یہ لو یہ کہہ کر صدری کے اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا ٹکٹوں کا پورا گچھا نکال کر ٹی ٹی کے ہاتھ پر رکھ دیا ہر ٹکٹ کا نمبر یکساں تھا۔ ایک ہی نام، ایک ہی برتھ اور تاریخ درج تھی۔ یہ دیکھ کر ٹی ٹی مرعوب ہوا اور اپنے رویے کی معذرت چاہی۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت نے سید صاحب سے فرمایا کہ سیّد صاحب یہ آپ کی حرمت کے لیے تھا اللہ اس کا تذکرہ دوسروں سے نہیں کیجیے گا۔ لہٰذا حضرت کی حیاتِ ظاہری میں یہ تذکرہ نہیں کیا۔

۱۹۷۳ء میں عید الفطر کے کچھ دنوں بعد حضرت اڑیسہ سے کلکتہ تشریف لائے۔ ممبئی میل براہِ الٰہ آباد سے ریزرویشن کرایا۔ حضرت کو حسبِ معمول الٰہ آباد میں بریک جرنی کر کے ۲/ ۳/ یوم کے بعد ممبئی جانا تھا۔ فرمایا اڑیسہ اور الٰہ آباد کے کچھ حاجی صاحبان حج کے لیے روانہ ہونے والے ہیں انہیں الوداع کہنے کے لیے ممبئی جاؤں گا۔ کلکتہ سے روانگی کے وقت میرے علم کے مطابق حضرت کے پاس بہت معمولی رقم تھی۔ حسبِ پروگرام حضرت الٰہ آباد میں قیام

فرما کر ممبئی تشریف لے گئے۔ اتفاق سے اس انگریزی سال میں دو بار ماہِ جنوری کے اوائل پھر ماہِ دسمبر کی آخری تاریخوں میں حج ہوا تھا۔ ماہِ جنوری ۱۹۷۳ء میں حضرت حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے تھے۔ یہ واقعہ دسمبر کے حج کا ہے۔ ممبئی پہنچ کر حضرت نے وہاں مقیم مریدین و متوسلین سے فرمایا کہ میرے لیے بھی کوشش کرو کہ ایک اور حج کرلوں، سرکار کے روضہ انور کی زیارت کرلوں (اس زمانے میں پانچ سال کی قید تھی کہ جو ایک بار حج کر چکا ہے۔ پانچ سال سے پہلے دوبارہ نہیں جاسکتا ہے) متعلقین نے تعمیلِ حکم کے مطابق کوشش شروع کردی لیکن یکے بعد دیگرے بحری جہاز روانہ ہوتے گئے حضرت کے لیے گنجائش نہیں نکل سکی متعلقین نے ناکامی کا اعتراف کرلیا بلکہ آخری جہاز نے بھی شام ۴ بجے لنگر اٹھا دیا۔ رات کے آٹھ بجے کے لگ بھگ پھر وہی جہاز جسے ساحل چھوڑے تقریباً ۴ گھنٹے بیت چکے تھے پھر لنگر انداز ہوا اور اعلان ہوا کہ آٹھ افراد کی مزید گنجائش ہے۔ متعلقین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی حضرت کے علاوہ ڈاکٹر مزمل حبیبی صاحب اور ان کی اہلیہ مرحومہ اور دیگر صاحبان جو حضرت علیہ الرحمہ کی ذات سے وابستہ تھے جن کے نام میری یادداشت میں اس وقت نہیں ہیں سوار ہوئے تب کہیں جا کر جہاز نے اپنا سفر شروع کیا۔ حضرت مولانا سیّد عبدالتواب حبیبی صاحب پکسر اواں ضلع رائے بریلی کا بیان ہے کہ عارف باللہ حضرت دولہا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ٹوپی والے بابا کے نام سے مشہور تھے مجھ سے فرمایا کہ اس مرتبہ حضرت تشریف لائیں تو مجھے بھی ان سے مرید کرا دینا۔ دریافت کیا کیوں؟ فرمایا کہ پوچھوں گا کہ جہاز کا راستہ کیسے روکا جاتا ہے۔ کچھ دیر توقف کے بعد فرمایا مولانا صاحب یہ تو ہوسکتا تھا کہ جہاز نہ جاتا لیکن یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ حضرت نہ جاتے۔ ۲۷

شمس العلماء حضرت علامہ مفتی **نظام الدین الٰہ آبادی** علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نے حکم فرمایا کہ تم میرے ساتھ بند کی چلو وہاں جلسہ ہے تھوڑی دیر تقریر کر دینا۔ میں ہمیشہ نزلہ کا مریض رہا چنانچہ ان دنوں نزلہ شباب پر تھا۔ میں نے اپنا حال ظاہر کیا حکم فرمایا نہیں تم کو چلنا ہے۔ میں خاموش ہو گیا اور حضرت کے ساتھ کفش برداری میں چل پڑا

جب وہاں پہنچے تو جس کے یہاں جلسے کی تقریب تھی وہ ہومیو پیتھک کے ڈاکٹر تھے۔ رات کو کھانا کھانے کے بعد مجھ کو مسلسل کھانسی آنے لگی اور آواز بیٹھ گئی۔ اب حضرت کا چہرہ متغیر ہونے لگا۔ میز بان کو بلایا اور فرمایا کہ میں ان کو تقریر کے لیے لایا تھا ان کا یہ حال ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آپ کیوں پریشان ہیں؟ یہ ابھی تقریر کریں گے، نہیں معلوم انہوں نے کیا دوا دی، مگر حضرت کی توجہ نے کچھ ایسا کام کیا کہ میری آواز کھل گئی دوا کا بہانہ رہا اور میں تقریر کے قابل ہو گیا۔ ۲۸

حضرت مولانا عبدالرشید صاحب اشرفی حضور مجاہدِ ملّت کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں کہ جب میں جامعہ عربیہ سلطان پور میں پڑھتا تھا۔ ایک شب حضور مجاہدِ ملّت جامعہ عربیہ میں تشریف لائے اور ایک کمرے میں قیام پذیر ہوئے۔ رات کا اخیر حصہ تھا میں اپنی ضرورت کے لیے اٹھا حضور مجاہدِ ملّت کے کمرے کے پاس سے گذرا کمرے سے کچھ آواز آئی دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا میں نے جھانک کر دیکھا تو یہ نظر آیا کہ حضور مجاہدِ ملّت کا ہر عضو الگ الگ ہے اور ہر حصّے سے تسبیح کی آواز آرہی ہے اس حال کو دیکھ کر میں برداشت نہ کر سکا اور پلٹ کر بستر پر سو گیا۔

حضرت بیکل اتساہی کا بیان ہے کہ میں پہلی بار بالاسور اڑیسہ کے عرس میں حاضر ہوا تھا۔ حکم تھا حضور مجاہدِ ملّت علیہ الرحمہ کا۔ ممبئی کے ایک عظیم مشاعرے سے پہلے ہی میری آواز جانے کیسے گرفتہ ہو گئی تھی۔ ممبئی مشاعرے کے داعی شکیل بدایونی تھے۔ ممبئی ایک دن پہلے پہنچا تھا۔ مشاعرے میں پہنچنے سے کچھ گھنٹے قبل مجھے بولنا دشوار ہو گیا، معلوم نہیں کیا کھلا دیا گیا تھا۔ اچانک ایسا ہونا بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہاں ڈاکٹروں نے دیکھا بھالا اور یہ تشخیص کی کہ مجھ کو کچھ کھلا دیا گیا ہے علاج کیجیے صرف گلا متاثر ہوگا۔ جسم کے اور کسی حصے پر کوئی اثر نہ ہوگا مگر علاج مہینوں کرنا ہوگا۔ میں دوا دارو لے کر گھر آ گیا اور یہاں بھی لوگوں کو دکھایا مگر کسی طبیب ڈاکٹر کے سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا، کوئی نہ کوئی گولی، مکسچر دے دیا جاتا تھا۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد حضور مجاہدِ ملّت کا حکم نامہ ملا کہ تجھے بالاسور عرس میں پہنچنا ہے۔ میں

بلاعذر تاریخ عرس سے پہلے چل پڑا اور عرس میں حاضر ہو گیا۔ اسٹیج پر تقریریں زور دار ہو رہی تھیں نعت خواں نعتیں لہک لہک کر پڑھ رہے تھے۔ اور ایک میں تھا کہ دل ہی دل میں کُڑھ رہا تھا۔ حضور مجاہدِ ملّت نے سارا حال پوچھا اور کہا کہ کوئی گھبرانے کی بات نہیں تم مداحِ رسولِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہو تمہاری آواز کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ چلو اسٹیج پر دعا کرائی جائے گی ان شاء اللہ آواز کھل جائے گی۔ میں حضور مجاہدِ ملّت کے ساتھ اسٹیج پر پہنچا تو حضور مجاہدِ ملّت نے اپنی صدری کی جیب سے سیاہ مرچیں نکالیں اور مجھے دیا کہ اسے چبا کر چوس لو۔ میں نے مرچیں چبائیں اور چوسنا شروع کیا میرے خیال سے پانچ دس منٹ ہوئے تھے کہ میرے گلے میں خراش سی محسوس ہوئی اور کھانسی جیسی آئی۔ بس کیا تھا آواز صاف سریلی ہو گئی۔ میں نے عقیدت سے اسٹیج پر نعتِ رسول پیش کی پھر مجاہدِ ملّت نے دیر تک دعائیں فرمائیں۔ اسی وقت حضور مجاہدِ ملّت نے اپنی ٹوپی اتار کر مجھے پہنا دی جسے اب تک تبرک کی طرح میں نے محفوظ رکھا ہے۔ ۲۹؎

جناب بکل اتساہی صاحب ہی کا بیان ہے کہ جب میں پہلی مرتبہ دھام نگر حضور مجاہدِ ملّت کی حویلی پر حاضر ہوا تو احاطہ میں ایک کٹیا جس میں حضور قیام فرمایا کرتے تھے۔ اسی کٹیا کی فرش پر کھجوروں کی چٹائی پر میرا بھی قیام ہوا۔ گرمیوں کا زمانہ تھا کٹیا کے بغل میں ایک کنواں ہے جس کا پانی بے حد ٹھنڈا اور میٹھا ہے۔ وہیں حضور مجاہدِ ملّت کی عدم موجودگی میں ناشتہ ہوا۔ دوپہر کا کھانا جو کی روٹی اور کھجور کی چٹنی ملی۔ مجھے زندگی کا مزہ آ گیا۔ دوپہر کو جب آرام کرنے لگا تو کٹیا کے چھپر سے لپٹے ہوئے دو خطرناک سانپ برابر رینگتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ چٹائی پر کھٹملوں کا ہجوم تھا۔ اب نہ تو کھٹمل کوئی اپنی فطرت کے مطابق نقصان کر رہے ہیں اور نہ سانپ ہی کوئی ایذا پہنچا رہے ہیں صرف پہریدار کی طرح برابر ٹہل رہے ہیں اب مجھے مارے ڈر کے نیند نہیں آ رہی تھی کہاں آرام کرنے چلا تھا مگر آرام مجھ سے کوسوں دور تھا۔ حضرت دوپہر کے بعد تقریباً ۴ بجے تشریف لائے تو میں نے دست بوسی کی حضرت نے سینے سے لپٹا لیا اور پوچھا کہ آپ رئیس زادے ہیں بڑی تکلیف ہوئی ہوگی۔ میں نے کہا

حضرت مجھے بڑا آرام ملا مگر یہ کھٹمل اور سانپ ہی کو حکم تھا کہ پہرہ دیں حضرت مسکرائے اور کہا کہ بھائی میں غریب آدمی میرے ہی سب ساتھی ہیں۔ پھر بولے شام میں آپ والدہ محترمہ کے مہمان ہوں گے۔ میں نے سوچا یہ بات کیا ہے کہ دوپہر میں حضرت کی مہمان نوازی سے میں نے بے حد لطف اٹھایا شام میں والدہ محترمہ کا مہمان ہونا بات سمجھ میں نہیں آئی۔ جب شام ہوئی اور عشائیہ کا وقت ہوا تو بعد نماز عشا حویلی میں لے جایا گیا جہاں دسترخوان شاہانہ تھا، ظروف نہایت قیمتی تھے کھانے میں مختلف انداز، انواع واقسام کے کھانے چنے ہوئے تھے۔ میں دیر تک فلسفہ میں گم تھا کہ جس کا خاندان اتنا شاہانہ ہو وہ اپنی زندگی فقیرانہ گذار رہا ہو۔ یہی فقیر ہزاروں شاہوں کے تخت و تاج اپنی ٹھوکر پر رکھتا ہے اب میری عقیدت اور احساسات اور پختہ ہو گئے اور یقین مستحکم ہو گیا کہ میرے حضرت کی اتقا، توکل، بزرگی بہت نرالی اور عظیم ہے یہ عاشقِ رسول ایک ولی ہے جس کا احترام یقیناً لازمی ہے۔

جب میں کٹیا میں دوپہر کے وقت بیٹھا تھا تو احاطہ میں سیمل کے کئی درختوں کو دیکھ کر اس کی روئی سے تکیہ بنوانے کو سوچا تھا۔ بعد میں یہ بات ذہن سے نکل گئی۔ مگر جب میں واپس ہو رہا تھا تو اسٹیشن پر چار تکیہ بنے ہوئے حضور مجاہدِ ملّت نے اپنے ہاتھوں سے عطا کیے۔ یہ کشف و کرامت نہیں تو اور کیا ہے؟ وہ بڑا خوش نصیب ہوگا جو حضور مجاہدِ ملّت کی شفقت و محبت سے فیض یاب ہوا ہوگا۔[۳۰]

شاعرِ اسلام جناب راز الہٰ آبادی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضور مجاہدِ ملّت کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیوں سے سرفراز فرمایا تھا اور آپ معرفت و حقیقت کی اس منزل پر فائز تھے جہاں سے مستقبل کے حالات کو مشاہدہ فرما لیا کرتے تھے۔

اڑیسہ کی سرحد جہاں سے شروع ہوتی ہے وہاں ایک شہر آباد ہے جس کا نام راج گانگ پور ہے۔ اس علاقہ کے ایک جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ چونکہ لوگ آپ کی شکل و شباہت سے واقف نہیں تھے گاؤں پہنچنے پر لوگوں نے آپ کی سادگی کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ کوئی مولوی صاحب ہیں۔ رات کے جلسے میں بہت سے علما مدعو تھے مگر کوئی نہ پہنچا میں بھی

دوسرے دن اس گاؤں میں پہنچا تو سب سے پہلے حضرت کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ ابھی تک صدرِ جلسہ پہنچے ہی نہیں۔ جب میری نظر ایک کمرے پر پڑی جہاں کچھ سن رسیدہ حضرات موجود تھے میں اس کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرت تشریف فرما ہیں جب میں قدم بوسی سے شرف یاب ہوا تو لوگوں نے پوچھا یہ کون حضرت ہیں؟ میں نے کہا یہی حضور مجاہدِ ملّت ہیں لوگوں نے عرض کیا ہم حضرت کی ظاہری وضع قطع کو دیکھ کر پہچان نہ سکے۔ جلسہ کے اختتام کے بعد رخصتی کے وقت لوگوں نے حضرت کی بارگاہ میں نذرانہ پیش کیا آپ نے فرمایا یہ رقم کسی غریب کو دے دینا لوگوں نے پھر اصرار کیا تو فرمایا ایسا کیجیے یہ رقم کسی غریب مسافر کی تجہیز و تکفین میں لگا دینا کچھ دنوں کے بعد اس گاؤں کے ایک عالم صاحب سے جمشید پور میں ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ حضرت کی رخصتی کے دوسرے ہی دن ایک مسافر کی لاش ملی اور حضرت کے نذرانے کو ہم لوگوں نے اس کے کفن دفن میں لگا دیا۔

اس واقعہ سے حضور مجاہدِ ملّت کی نگاہِ ولایت وکرامت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ [۱۳]

حضور مجاہد ملت خوبی و کمالات کے جامع تھے۔ قدرت نے انھیں علم وعمل کا شاہکار بنایا تھا۔ جماعتی شیرازہ بندی میں انھوں نے جو رول ادا کیا ہے اس کی اب تک کوئی دوسری نظیر سامنے نہ آسکی ہے۔ انھوں نے زندگی برائے بندگی اور بندگی برائے رضائے الٰہی کا جو فلسفہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس کی بھی کوئی مثال نہیں ملتی۔ پریشان حال لوگ انھیں دیکھ کر اپنی پریشانی بھول جاتے تھے۔ وہ طبیب حاذق بھی تھے اور مسیحائے قوم وملت بھی تھے۔ وہ پیر طریقت بھی تھے اور رہبر شریعت بھی۔ وہ مناظر بھی تھے اور مناظر گر بھی۔ وہ خوبیوں اور کمالات کا جہان تھے۔ اپنے بزرگوں کی بارگاہ کے ادب نواز بھی تھے اور ادب ساز بھی۔ نسبتوں کے احترام کا ان کا جو اپنا انداز تھا وہ ان کے عہد کی دوسری شخصیات میں بہت کم ملتا ہے۔ عہدِ نو کو ان کی شخصیت سے پورے طور پر آشنا کرنے کی ضرورت ہے۔ آج اسلاف بیزاری کی تحریک زوروں پر ہے۔ اسلاف بیزاری کے جذبے کو کچلنے کے لیے حضور مجاہد ملت کے کردار وعمل کو عام کرنا وقت کا جبری تقاضا ہے۔

کسی کی آنکھ میں آنسو دیکھنا حضور مجاہد ملت کو پسند نہ تھا جبکہ خود اکثر اشک بار رہا کرتے تھے۔ تقریر ہورہی ہے، جہاں آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر آتا، آنکھیں برسنے لگتیں۔ آخری عمر میں اس عادت میں شدت آگئی تھی۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب آدمی کا عشق کامل ہوتا ہے۔ دنیا درد سے بھاگتی ہے، لیکن آپ کو درد میں لذت ملتی تھی۔ آپ ساری دنیا کا درد اپنے سینے میں سمیٹ لینا چاہتے تھے۔ عزم و ہمت کی پختگی کا یہ عالم تھا کہ مصائب کی آندھیاں ان سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہوجاتی تھیں۔ جبر و ظلم کے سامنے جھکنا اپنی غیرتِ عشق کی توہین سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اہلسنّت کے دلوں میں ان کی بے پناہ عظمت و محبت کا چراغ پورے آب و تاب کے ساتھ روشن ہے۔ آج قدم قدم پر اہلسنّت کو ان کی کمی کا احساس ہورہا ہے۔ لیکن اپنے اہلِ عقیدت کو وہ اپنے مزار سے آواز دے رہے ہیں کہ تم مجھ سے خود کو دور نہ سمجھو۔ میرا مشن زندہ ہے۔ میرا مشن مسلکِ اعلیٰ حضرت ہے۔ تم میرے مشن کو فروغ دو، میں ہر وقت تمہارے ساتھ رہوں گا، تمہاری دستگیری کرتا رہوں گا، مصائب کی دھوپ سے تیری حفاظت کرتا رہوں گا۔ اور اگر تم نے میرے مشن کی صحیح ترجمانی کی تو حشر تک ہمارا تمہارا ساتھ رہے گا۔ بلکہ جنت میں بھی ہمارے رفیق رہو گے۔ حضور مجاہد ملت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کے حوالے سے حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب کی ایک طویل تحریر ذیل میں ملاحظہ کریں۔

یہ دین اسلام کی امتیازی خصوصیت ہیکہ جب جب اور جیسی جیسی ضرورت جس جس دور میں پڑی ہے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ویسا ویسا ہی انتظام فرماتا رہا ہے اور اپنے کرم سے فرماتا رہے گا، کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوا ہے کہ لگتا تھا اس کی کشتی ڈوب جائے گی، سورج گہنا جائے گا، خزاں پورے چمن کو اپنے لپیٹ میں لے لیگی، مگر اچانک کوئی مرد آہن جلوہ گر ہوا اور اس نے اپنی کدوکاوش سے ڈوبتی کشتی کو سنبھال لیا، گہن کا سینہ چاک کردیا، خزاں کا دور گیا بہاروں کا موسم آیا اور ایسا آیا کہ نسیم جانفزا کے جھونکوں سے شہر کا شہر جھومنے لگا، کچھ ایسا ہی منظر ہمیں چودھویں صدی ہجری میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے، جب انگریزوں نے اپنے

شاطرانہ ذہن سے ایک طرف ہمارے ملک پر قبضہ کیا تو دوسری طرف مسلمانوں کے اقلیم دل پر قبضہ جمانے کے لیے کشور دل سے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کو نکالنا ضروری سمجھا اور کچھ مولویوں کو اپنے دام فریب میں پھنسانے میں ایسا بامراد ہوا کہ اب تک اسلامیانِ ہند کے سینے سے اختلاف کا خون ٹپک رہا ہے، مگر اسی آزردہ اور افسردہ ماحول کے بطن سے امام احمد رضا حق و صداقت کا آفتاب عالمتاب بن کر کیا رونما ہوئے کہ ہر طرف چراغاں ہو گیا، چارسو عظمت مصطفیٰ کے دیپ جل گئے۔ آپ نے جان جوکھم میں ڈال کر ایسی محنت کی اور اس خلوص سے کی کہ مذہب سے لیکر سیاست تک آپ کی عظمت کا ڈنکا بج گیا، درسگاہ کے عالی جاہ مدرسین نے، خانقاہ کے عظیم القدر سجادہ نشین نے اور دیگر علم و فضل کے مسند نشین نے مسلک اعلیٰ حضرت کے نام سے پورے دین کو آپ سے منسوب کردیا، یہی مسلک اعلیٰ حضرت عام لوگوں کی زبان پر حق و باطل کے درمیان نشان امتیاز بنکر لفظ ''بریلوی'' سے پورے ملک میں مشتہر و مشہور ہو گیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت کے تحفظ و بقا اور عروج و ارتقاء میں امام احمد رضا کے تلامذہ و خلفاء نے اور پھر ان کے تلامذہ و خلفاء نے جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں وہ لوح تاریخ پر آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں، امام احمد رضا کے تلمیذ و خلیفہ میں ایک بہت ہی فروزاں نام حضرت صدر الشریعہ کا ہے اور صدر الشریعہ کے تلامذہ میں ایک بہت ہی درخشاں نام حضور مجاہد ملت کا ہے، امام احمد رضا کا جب وصال ہوا ہے اس وقت مجاہد ملت کی عمر صرف ۱۹ سال تھی، مگر چمکتی پیشانی سے چھنتا نور آپ کے جاہ و اقبال کی گواہی دے رہا تھا، کسی دانشور کا قول ہے'' قدرت جب کومل کونپلوں، نازک غنچوں کی شگفتگی و برنائی چاہتی ہے تو اس پر شبنم کے چھینٹے دے دیتی ہے، حضور مجاہد ملت کی خوش قسمتی سے اساتذہ بڑے لائق و فائق ملے، ان میں دو نام تو ایسے ہیں کہ اس وقت علمی سلسلۃ الذہب کی سنہری کڑی بنے ہوئے ہیں۔ اس وقت پوری دنیا میں جتنی بھی درسگاہیں ہیں اگر ان کا طغرائے افتخار سنی بریلوی ہے تو اس کی نسبت یا تو حضور صدر الافاضل سے ملتی ہے یا حضرت صدر الشریعہ سے، اور یہی دونوں حضور مجاہد ملت کے منتخب اور ممتاز اساتذہ کرام

ہیں، حضرت صدر الافاضل نے فضل وشرف کے انوار کا گوہر تابدار بنانے میں اگر کوئی کسر نہ چھوڑی تو حضرت صدر الشریعہ نے شریعت کے اسرار و نکات سے مرصع اور مزین کرنے میں ذرہ بھر کمی نہ کی، تمام اساتذہ خصوصا ان دونوں کی مشترکہ خواہش و کوشش نے اڑیسہ کی سرزمین سے اٹھایا اور عظمتوں کے عرش اعظم تک پہنچا دیا، قارئین کے ذہن میں یہ سوال کلبلا سکتا ہیکہ مجاہد ملت پیدا ہوئے دھام نگر اڑیسہ میں، پڑھے الٰہ باد، مراد آباد اور اجمیر میں پھر یہ بریلی کے ہوکر کیسے رہ گئے؟ بریلی کی محبت کا خمار ان کے ذہن میں اُنڈیلنے والا کون ہے؟ ان کی جلوت وخلوت میں بریلی، رزم وبزم میں بریلی، کرب وطرب میں بریلی، مجمع اور تنہائی میں بریلی، سوئیں تو بریلی، جاگیں تو بریلی، آخر ان کے نہاں خانۂ دل میں بریلی کا طوفان آیا کدھر سے؟ اس تعلق سے جہاں تک میرا مطالعہ ساتھ دے رہا ہے اس کی دو وجہیں ہیں، ایک تو صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی جیسے شیدائے اعلیٰ حضرت کی قربت اور دوسرے صدر الشریعہ حضرت علامہ محمد امجد علی اعظمی صاحب جیسے فدائے اعلیٰ حضرت کی صحبت، یہ وہ حضرات ہیں کہ اگر سوتے میں بریلی کا خواب دیکھتے تھے، تو جاگتے میں تعبیر مجسم نظر آتے تھے، ان دونوں کی مسلسل اور مکمل مصاحبت و مقاربت نے بریلی اور فکر بریلی کا پیکر جمیل بنا دیا، دوسرے خود اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کی اپنی دینی خدمات کے تحفظ وبقا کی فکر نے حضور مجاہد ملت کو چن کر چنیدۂ اقران واماثل کر دیا، جیسا کہ سب جانتے ہیں چودھویں صدی ہجری میں امام احمد رضا تجدید واحیائے دین کے منصب پر قدرت کا نمائندہ بن کر جلوہ بار ہوئے، اس زمانے اور حالات کو جیسی ضرورت تھی آپ نے اس سے بڑھ کر فریضۂ اصلاح وہدایت، تحفظ دین وشریعت کا حق ادا فرمایا، اور ایسا کہ مجدد تو ہر دور میں آئے مگر یہ تنہا آپ ہیں جنہیں مجدد اعظم کے اعلیٰ لقب سے یاد کیا گیا، محنت آپ کی تھی، خدمت آپ نے کی تھی، مشقت آپ نے اٹھائی تھی اس لیے اپنے بعد بھی اس گلشن کو سدا بہار و نو بہار دیکھنے کی تمنا رکھتے تھے، اپنے بعد کے لیے جو آپ نے انتخاب کیا اس انتخاب کو قدرتی انتخاب کہیے، فروزاں شمع دین محمدی (علیٰ صاحبہا الصلوۃ

والسلام) کو ناموافق حالات کی آندھی سے بچانے کے لیے آپ کی نظر حضور مجاہد ملت پر پڑی۔ واقعہ یہ ہیکہ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے وصال کے بعد چہار طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آنے لگا، سرکار حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ ہر وقت اشکبار رہتے کہ اب دین وسنیت کی حفاظت کون کرے گا، باطل قوتوں کے خلاف آواز حق اتنی شدت کے ساتھ کون بلند کرے گا، دیوبندیت ووہابیت اور قادیانیت کے امنڈتے ہوئے سیلاب کے خلاف بندھ کون باندھے گا، سرکار اعلیٰ حضرت کے وصال کے ٹھیک تیس دنوں کے بعد سرکار حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے اشکبار آنکھوں سے دربار اعلیٰ حضرت میں عرضی پیش کی، کچھ دیر کے بعد خلف اکبر پر بیٹھے بیٹھے غنودگی طاری ہوگئی، سرکار اعلیٰ حضرت تشریف لائے اور فرمایا کہ تم اتنے پریشان کیوں ہو؟ ادھر دیکھو اس شخص کا نام حبیب الرحمان ہے، یہ صوبہ اڑیسہ کے دھام نگر کا رہنے والا ہے، لاکھوں کی زمینداری وصول کرتا ہے، مگر اس شاہی میں بھی فقیری کو عزیز رکھتا ہے، یہی وہ مجاہد ہے جو باطل کے خلاف آواز حق بلند کرنے میں سستی نہیں کرے گا، جو قوم وملت کی رہنمائی میں اپنا سب کچھ قربان کردے گا، حضرت حجۃ الاسلام کے سامنے ۱۹؍ برس کے ایک نوجوان کا سراپا کھڑا تھا، لمبا کرتا...... چیک کی لنگی......سر پر دو پلی ٹوپی...... پتلی سیاہ داڑھی ......سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا، کہ اب تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہیے، سرکار حجۃ الاسلام کی آنکھیں کھلیں تو بے قراری اور بڑھ گئی، کہ اس نوجوان سے ملاقات کی کیا سبیل ہوگی۔ اوّل عرسِ اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کے موقع پر حضور مجاہد ملت کی بریلی شریف تشریف آوری ہوئی۔ یہ ان کی اس آستانے پر پہلی حاضری تھی۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت میں قدمبوسی کی آرزو پوری نہ ہوسکی تھی، حضور مجاہد ملت ایک گوشے میں تلاوت قرآن پاک میں مشغول تھے، کہ حجۃ الاسلام کی نظر پڑ گئی وہ خواب والا نوجوان فوراً یاد آگیا، بے قرار ہوکر آگے بڑھے پوچھا تمہارا نام حبیب الرحمان ہے؟ تم اڑیسہ کے رہنے والے ہو؟ زمین دار ہو؟ سرکار مجاہد ملت نے انتہائی انکساری سے ان تمام باتوں کا جواب اثبات میں دیا، تو حجۃ الاسلام نے خواب والی بات بتائی، فوراً دونوں گلوگیر اور اشکبار ہوگئے، پھر تو حضور حجۃ الاسلام

کی توجہ کا مرکز مجاہد ملت اور مجاہد ملت کے تمام تر فکر و شعور کا قبلہ بریلی شریف ہو گیا، حضور حجۃ الاسلام نے اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا، اور مجاہد ملت اس قادری و رضوی دولت لازوال سے مالا مال ہو گئے۔

حضور مجاہد ملت اپنی خصوصیات میں تنہا تھے۔ لیکن ان کے ساتھ پورا زمانہ تھا۔ آپ کا رُخ دیکھ کر عقیدت کا قبلہ بدلتا تھا۔ عوام کی بات تو چھوڑیے آپ کی عظمت و محبت کا چراغ تو آپ کے بڑوں کے دلوں میں بھی روشن تھا۔ آپ کے معاصر بھی آپ کو انتہائی تکریم کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ آپ کے رفقائے درس بھی آپ کی علمی، فنی اور روحانی فردیت کے قائل تھے۔ بڑا ہو یا چھوٹا، اکبر ہو یا اصغر، ہندی ہو یا پاکستانی، عربی ہو یا عجمی سب کے طاقِ دل میں آپ جلوہ طراز تھے۔ بلکہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور بارگاہِ غوث الوریٰ میں بھی آپ کی پذیرائی تھی۔ حضرت الحاج اسحاق نوری لاہوری بارگاہِ رسالت میں آپ کی پذیرائی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ادھر سعودی حکومت نے حضرت مجاہد ملت کو گرفتار کر کے بیر عثمانی جیل میں بند کر دیا۔ اُدھر مجھے خواب میں کچھ اس طرح زیارت ہوئی کہ آپ فوجی وردی میں ملبوس بارگاہِ مصطفیٰ میں سنہری جالیوں کے سامنے ایک وسیع و عریض دستر خوان پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ رنگ برنگ کے کھانے، قسما قسم مشروبات آپ کے سامنے ہیں۔ اس دستر خوان پر چار پانچ اور بزرگ بھی جلوہ افروز ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے دستر خوان سے اُٹھا اُٹھا کر عطا فرما رہے ہیں اور بعد از فراغت آپ ایک فوجی مجاہد کی حیثیت سے حضور کے مواجہہ کی طرف مارچ کرتے ہوئے سلوٹ سے سلامی دیتے ہوئے غائب ہو جاتے ہیں۔'' ۳۲

حضور مجاہد ملت کو اہلِ علم کی دنیا کس نگاہ سے دیکھتی تھی، ذیل میں ملاحظہ کریں:

حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ

''فقیر پورے یقین کے ساتھ کہتا ہے کہ حضور مجاہد ملت قبلہ مدظلہ العالی کا کوئی قول و فعل ہرگز ہرگز اہلسنّت کے خلاف نہیں ہے۔ اگر انھوں نے ''جماعت کل ہند خاکسارانِ حق'' قائم کی ہے تو اس میں ان شاء اللہ تعالیٰ اہلِ سنّت ہی کا مفاد و فائدہ ہو گا۔''

حضور قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری مدنی

''میں نے زندگی بھر ایسا مردِ مجاہد نہیں دیکھا جو گستاخانِ رسول کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنے مشن کی تکمیل میں سرگرداں رہا ہو۔''

حضرت مولانا فضل الرحمن قادری مدنی قدس سرہٗ

''حضرت مولانا محمد حبیب الرحمن قادری قدس سرہٗ العزیز اہلسنّت کی شمشیر برہنہ تھے۔ حق کہنے میں کسی قسم کا کوئی خوف محسوس نہیں کرتے تھے۔ اپنا گوشت پوست کا ہاتھ بے دھڑک لوہے کے ہاتھ میں دیتے تھے۔ غیروں کی حکومت اور پھر ان کے سامنے اپنے عقائد بیان کرنے اور ان کے عقائد باطلہ کی تردید فرمانے میں اپنے زمانے میں آپ وحید اور اپنی مثال آپ تھے۔ سیدنا غوثِ اعظم سے جو آپ کو عشق تھا یہ ان ہی کا حصہ تھا۔ جس نے آپ کو اپنے معاصرین میں سب سے ممتاز حیثیت اور اعلیٰ مقام پر فائز کر دیا تھا۔ ان کی مدینہ طیبہ سے محبت اور بقیع شریف کی طلب مومن کے دل کو تڑپا کر رکھ دیتی۔ اپنے مشائخ کی جس قدر تعظیم آپ فرماتے تھے کسی دوسرے سے ممکن نہ تھا۔ حضرت سیدی والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں آپ کا خاص مقام اور قدر و منزلت تھی۔''

حضرت مولانا مفتی عبد القدیر بدایونی علیہ الرحمہ

''ہمارا اور مولانا حبیب الرحمن کا یہ فرق ہے کہ ہم لوگ سب سے ڈرتے ہیں۔ خدا سے نہیں ڈرتے اور مولانا حبیب الرحمن کسی سے نہیں ڈرتے صرف خدا سے ڈرتے ہیں۔''[۳۳]

صدر العلما حضرت سید شاہ غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی بڑے فخر کے ساتھ فرماتے تھے کہ لائے زمانہ میرے ساتھیوں کا جواب، پھر فرداً فرداً ہر ایک کا نام اور ان کی جلالتِ شان بتاتے مگر حضرت مجاہد ملت کا نام نہ لے کر صرف مجاہد ملت فرماتے، پھر آپ کا بڑے والہانہ انداز میں خصوصی ذکر فرماتے کہ ایک بڑا رئیس زادہ تھا مگر انداز فقیرانہ تھا۔ دل بڑا درد مند پایا تھا۔ ان سے میری دوستی تھی۔

فرماتے تھے کہ پورے نو برس کے عرصے میں صرف تین اسباق ناغہ ہوئے، وہ بھی مجاہد

ملت کی دوستی میں۔ وہ کہتے جیلانی آج کلکٹریٹ کا گھیراؤ کرنا ہے اور تمہیں میرے ساتھ رہنا ہوگا اور کبھی کمشنری کا گھیراؤ کرتے اور دوستی کی وجہ سے کبھی کبھی مجھے بھی ساتھ دینا پڑتا تھا۔''۳۴

حضور امین شریعت حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین اشرفی قادری علیہ الرحمہ نے ایک بار حضور مجاہد ملت کی شدتِ اتباع (اتباعِ سنّت) کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ ہمیشہ کھلی تہبند زیب تن فرماتے تھے اور جب اس موضوع کے فنی پہلوؤں پر گفتگو ہوتی تو آپ کا یہ سوال سب کو خاموش کر دیتا کہ سلی ہوئی تہبند زیب تن فرمانے کی کوئی سند عطا فرمائیں۔ (تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر، ص ۲۷۵)

حضور حافظِ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز مرادآبادی

''حضور مجاہد ملت کو نیکی کا ہیضہ ہو گیا ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ پوری دنیا یک بیک نیک ہو جائے مگر ان کی یہ خواہش عین سنّتِ رسول ہے۔''۳۵

حضرت مولانا مفتی سید شاہ محمد قائم چشتی قتیل داناپوری

''حضرت مجاہد ملت کی ذات دین و دنیا دونوں کی سنگم تھی۔''

شمس العلما حضرت مولانا مفتی نظام الدین حبیبی الہٰ آبادی

''حضرت مجاہد ملت کی پوری زندگی پر نظر ڈالنے سے محسوس ہوتا ہے کہ ان کی بلندی کا راز ذکر الٰہی میں ہی تھا، جس نے فنا فی اللہ وفنا فی الرسول کی منزل پر فائز کر دیا تھا۔

سرکار کلاں سید شاہ مختار اشرف اشرفی الجیلانی

''حضرت مجاہد ملت کی ذات ۔۔۔۔۔۔ اہل سنت و جماعت کی آبرو اور دین و دنیا کی رونق تھی۔''

شارح بخاری حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی

''حضرت مجاہد ملت جیسی جامع، عبقری شخصیت پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔ وہ دیکھنے میں ایک فرد تھے مگر اپنے اندر نہ جانے کتنی دنیا رکھتے تھے۔''

محدثِ کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ امجدی

''حضرت مجاہد ملت منقول و معقول کے متبحر عالم تھے۔ اگرچہ آپ نے ایک عرصے سے سلسلۂ تدریس کو خیر باد کہہ رکھا تھا، تاہم ہر موقع اور ہر محفل میں آپ کے علم کو مستحضر پا گیا گیا۔''

پاسبانِ ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ

''حضرت مجاہد ملت ایک ایسی فقید المثال و نادرِ روزگار شخصیت کا نام ہے جس کی زندگی کے عام گوشوں میں ''انفرادیت'' ایسی کوٹ کوٹ کر بھری ہے جو اُن کے معاصرین اور ان کے درمیان خطِ فاصل کا کام کرتی ہے۔''

حضرت مولانا سید شاہ عزیز احمد ابوالعلائی

''حضرت مجاہدِ ملت کی حیاتِ برکات سے نہ جانے کتنی علمی و روحانی تاریخیں وابستہ ہیں آپ کے علمی و روحانی فیضان سے دنیائے اسلام ہمیشہ فیض یاب ہوتی رہے گی۔''

حضرت مولانا شبنم کمالی پوکھریروی

''حضرت مجاہد ملت صاحبِ علم تھے وہ بھی کوئی معمولی علم والے نہیں، علومِ فرنگیہ سے نفرت اور علومِ دینیہ کی بے انتہا محبت ہی نے ان کو بلند پایہ عالموں کی صف میں ایک ممتاز حیثیت عطا فرمائی۔''

حضرت مولانا ظفر الحسین قادری حامدی پوکھریروی

''حضرت مجاہد ملت کے عشق و عمل کی چادر پر کبھی کوئی داغ دھبّہ نہ دیکھا گیا۔ آپ تاحیات باطل قوتوں سے محاذ آرا رہے۔''

حضور مجاہد ملت مقبول خلائق تھے۔ ان کی مقبولیت کا دائرہ صرف عجم ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ عرب دنیا بھی ان کی مدّاح تھی۔ عرب دنیا میں بھی ان کی جرأت و ہمت، شرافت و نجابت اور صدق و صداقت کے چرچے تھے۔ عرب دنیا بھی ان کی حرارتِ عشق سے متاثر تھی۔ ان کی شخصیت پہ فقیری اور خدا دوستی کی تہیں اتنی گہری تھیں کہ تعریف و تعارف کا تسلسل ان کے خیالات پہ اثر انداز نہیں ہوتا تھا۔ ان کی نگاہ ہمیشہ مقاصد پہ ہوتی تھی۔ ان کی مقبولیت اس بنیاد پر نہیں تھی کہ ان کے پاس بہت بڑی دولت تھی۔ دنیا کے امیر ترین لوگوں میں ان کا

شمار ہوتا تھا۔ ایک بڑا اسٹیٹ ان کی ملکیت میں تھا۔ ان کا جذبۂ سخاوت ہر وقت شباب پر ہوتا تھا۔ ان کا بابِ کرم ہر وقت کھلا رہتا تھا بلکہ ان کی مقبولیت وشہرت کی بنیادی وجہ ان کی خدا دوستی تھی۔ ان کی تمام مصروفیات اور جدوجہد کا محور ومرکز رضائے الٰہی تھا۔

ایک مرتبہ ہائی کورٹ کے جج نے ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ احباب نے جج کی خواہش کا آپ کے سامنے اظہار کیا۔ آپ ملاقات کے لیے تیار ہو گئے۔ جب چلنے کا وقت آیا تو احباب نے کہا کہ حضور لباس تبدیل کر لیں، جج سے ملنا ہے۔ لباس کا بھی اثر ہوتا ہے۔ فرمایا کہ میں اسی لباس میں اپنے رب کے حضور حاضر ہوتا ہوں، جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ احباب اصرار کرتے رہے مگر آپ کے فیصلے میں کوئی لچک نہیں آئی اور اسی لباس میں جج کے پاس تشریف لے گئے۔ عام لباس میں دیکھ کر جج بڑا متاثر ہوا اور آپ کے حق میں فیصلہ سنا دیا۔

حضور مجاہد ملت ہر طبقے میں مقبول تھے، چاہے وہ علما کا طبقہ ہو یا مشائخ کا۔ اہلِ دین کا طبقہ ہو یا اہلِ دنیا کا۔ اہلِ کروفر کا طبقہ ہو یا اہلِ زبان وقلم کا۔ آپ جہاں بیٹھ جاتے اہلِ عقیدت کی بھیڑ اکٹھا ہو جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر طبقے نے آپ کی دینی، ملّی اور شخصی وجاہت کا اعتراف کیا ہے۔ اس حوالے سے جہاں علما و مشائخ نے اپنی کشادہ قلبی کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے، وہیں دوسرے طبقاتِ حیات سے تعلق رکھنے والوں کے اعترافات بھی آپ کی کتبِ حیات میں بکثرت ملتے ہیں۔ ہم ذیل میں شعرا کے اعترافات پیش کرتے ہیں۔

بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبد المنان اعظمی

عالمِ امر سے پیغامِ طرب آیا ہے ۔۔۔ اِک مجاہد نے اڑیسہ میں جنم پایا ہے
اسکے قدموں کے تلے تخت بھی ہے تاج بھی ہے ۔۔۔ زیرِ فرمان شہی راج بھی ہے تاج بھی ہے
وہ ہے اسلام کا دل، دل میں مدینہ اس کے ۔۔۔ قوم کے غم میں نمکداں سر و سینہ اس کے
وہ شہِ خاک نشیں زینتِ محرابِ رسول ۔۔۔ جس نے سکھلائے غلاموں کو سیاست کے اصول
زلزلے پڑ گئے باطل کے شبستانوں میں ۔۔۔ اس نے نعرے جو لگائے کبھی زندانوں میں

حضرت مولانا مفتی عاشق الرحمٰن حبیبی

تجلّی گاہِ باعظمت کا جس کو آسرا ہوتا
وہ انساں صاحبِ ثروت کے در کا کیوں گدا ہوتا
ترا جس پر کرم ہوتا وہ بندہ کیا سے کیا ہوتا
حقیقت فخر کرتی اور تصوف ہمنوا ہوتا
وہ اک ذاتِ عجب تھی کون جانے کون پہچانے
اگر پہچان لی ہوتی تو کوئی باصفا ہوتا
وہی مردِ مجاہد ہے کہ جس نے سر کو باطل کے
کچل کر رکھ دیا اس سے پریشاں وہ بھلا ہوتا
مصائب ہیں بہت لیکن کرم بھی ہے بڑا ورنہ
خمارِ قادری کس طرح ایسا خوش نوا ہوتا

حضرت مولانا مفتی محمد اسلم بستوی

وہ پیشوائے طریقت وہ رہنمائے سلوک
وہ ایک ذرہ مگر کوہِ استقامت تھا
وہ ایک نقط مگر جوہرِ شرافت تھا
وہ ایک نقش، محبت کی جو علامت تھا
وہ ایک قطرہ مگر عزم کا سمندر تھا
نحیف جثہ مگر وہ جہاد پیکر تھا
بلند جس نے کیا تھا صداقتوں کا علم
رہِ وفا میں ہمیشہ رہا جو تیز قدم
وہ بے قرار کہ رگ رگ میں جس کی قوم کا درد
صلیبِ وقت پہ بن کر رہا جو مشق ستم
وہ خارزاروں میں دیوانہ وار پھرتا تھا
وہ دشتِ ظلم میں مردانہ وار پھرتا تھا
مگر جبیں پہ شکن تھی نہ لب پہ شکوہ تھا
رضائے مولیٰ پہ راضی رہے وہ بندہ تھا
دلوں میں آج بھی اس کا مقام روشن ہے
جہاں میں آج بھی اس کا پیام روشن ہے
عمل پسند رہو اور ''خاکسار'' بنو
حیاتِ نو کے لیے تم وفا شعار بنو

حضرت مولانا سیّد اولادِ رسول قدسیؔ

وہ میرے مرشدِ اعلیٰ ہیں لکھوں لکھتا رہوں
درد دل کے وہ مداوا ہیں لکھوں لکھتا رہوں
پھیلتا ان سے گیا مسلکِ اعلیٰ حضرت
چرخِ حق کے وہ ستارا ہیں لکھوں لکھتا رہوں
حضرت حجۃ الاسلام کی آنکھوں کی ضیا
فیض یابِ شہِ والا ہیں لکھوں لکھتا رہوں
ہیں وہ ملّت کے مجاہد اسے سب نے مانا
رہبرِ نقشِ صحابہ ہیں لکھوں لکھتا رہوں
حوصلہ علم، عمل، عشق، ولایت، حکمت
سامنے ان کے صف آرا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

حسن رضا اطہرؔ

نوکِ سناں پہ شانِ شہادت کہیں جسے — خنجر بکف مجاہد ملّت کہیں جسے
ہر وقت جس کے لب پہ ہے لبیک یا حسین — میدانِ کربلا کی شجاعت کہیں جسے
تبلیغِ دیں کی جس نے امامت قبول کی — ''میر یقیں'' امیرِ جماعت کہیں جسے
زندوں کو بھی جو ورطۂ حیرت میں ڈال دے — نظارۂ ادائے کرامت کہیں جسے
حامد رضا نے اپنے گلے سے لگالیا — حامد رضا کا بازوئے ہمت کہیں جسے

حضرت مولانا نسیمؔ شاہجہاں پوری

بے ریا تھے مجاہد ملّت — باصفا تھے مجاہد ملّت
درحقیقت سفینۂ دیں کے — ناخدا تھے مجاہد ملّت
کیوں نہ کہہ دوں کہ رازِ فطرت سے — آشنا تھے مجاہد ملت
دامن آلودۂ ہوس نہ ہوا — پارسا تھے مجاہد ملّت
متقی، باعمل، نڈر، بیباک — حق نما تھے مجاہد ملّت

حضرت مولانا قاری محمد عثمان اوجؔ اعظمی

وقارِ اہلِ شریعت مجاہد ملّت — بہارِ باغِ طریقت مجاہد ملّت
امین رازِ حقیقت مجاہد ملّت — چراغ بزمِ ولایت مجاہد ملّت
نہ آسکی کبھی پائے ثبات میں لغزش — بلا کی تھی تری ہمت مجاہد ملّت
کہاں سے لائیں گے اہلِ سنن بدل تیرا — کہاں ملے گی وہ صحبت مجاہدِ ملّت
خلافِ دیں کسی سازش کا ہمنوا نہ ہوا — یہی تھی تیری سیاست مجاہد ملّت

حضرت مولانا ملک الظفر اکملؔ سہسرامی

وہ ذات جس کو شریعت کا پاسباں کہیے — نقیب دین و طریقت کا رازداں کہیے
وہ جس کو عشقِ رسالت کا نغمہ خواں کہیے — وہ ذات کلمۂ حق کی جسے زباں کہیے

ہر ایک بزم ہے سونی ہر انجمن خاموش — زمیں کی گود میں اِک آسماں ہوا روپوش
وہ جس نے عشقِ رسالت کی شمع روشن کی — لگا دی حق کے لیے بازی اپنے تن من کی
وہ جس کے دم سے تھی توقیر اپنے گلشن کی — وہ جس نے نجد میں تحقیرِ رسمِ قدغن کی
وہ جس کا دامنِ دل، بحرِ یار میں نم تھا — مجاز اور حقیقت کا ایک سنگم تھا
ہر ایک لمحہ جسے دینِ پاک کا غم تھا — کہ اس کے عشق کا اکملؔ عجیب عالم تھا

حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری

محبت سے، عقیدت سے، ادب سے اور قرینے سے — سب اپنی جھولیاں بھر لو مجاہد کے قرینے سے
فروغِ دین کی خاطر لٹا کر مایۂ ہستی — مجاہد سو رہا ہے اپنی تربت میں قرینے سے
رضا و حجۃ الاسلام کی نسبت کا کیا کہنا — اُبلتا نور کا دریا ہے گنبد اور زینے سے
نظر آتا ہے پل پل میں بریلی سے مدینے تک — جو اپنی آنکھیں ملتے ہیں تمہارے آستانے سے
وہابی، دیوبندی، صلح کلّی سر اٹھاتے ہیں — بچا لو سنّیت کو تم ہو عباسی گھرانے سے

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ

جلالِ علمِ شریعت مجاہد ملّت — چراغِ راہِ طریقت مجاہد ملّت
وقارِ عشقِ رسالت مجاہد ملّت — رضائے حق کی علامت مجاہد ملّت
وفا، شعور، صداقت، شجاعت وشوکت — کرم، خلوص، ہدایت مجاہد ملّت
نہ جان پایا کوئی تیرا رازِ سربستہ — تو ہے وہ رازِ حقیقت مجاہد ملّت
عطا ہو امجدؔ خستہ کو علم کا صدقہ — کرے یہ دین کی خدمت مجاہد ملّت

جناب احمد کمال، جمشید پور

صدائے حق نقیب و وفا شعار تھا جو — طبیب روح کا ملّت کا غم گسار تھا جو
فقیہ عصر، ولایت کا تاجدار تھا جو — کمالؔ اپنی جماعت کا افتخار تھا جو
میانِ رزم جسے تیغ برہنہ کہیے — صفا و صدق کا شفاف آئینہ کہیے
متاعِ لوح وقلم، دین کی قبا کہیے — حصارِ ظلمت باطل میں پرضیا کہیے

رہا زمانے میں جو میرِ کارواں بن کر — امینِ مہر و وفا، دیں کا پاسباں بن کر
زمینِ عدل وصدات کا آسماں بن کر — نبی کے عشق و محبت کا رازداں بن کر
جو قید و بند کے لمحوں میں مسکرا کے جیا — ستم گروں کی نظر سے نظر ملا کے جیا
غمِ حبیب کلیجے سے جو لگا کے جیا — جو سنگِ سخت میں بھی راستہ بنا کے جیا

دیارِ نجد سے لوٹا تو سرخرو لوٹا
بچا کے اپنی جماعت کی آبرو لوٹا

حضرت مولانا محمد نذیر احمد نظیر نعیمی

رئیس جادۂ پاکاں مجاہد ملّت — فقیرِ کوچۂ عرفاں مجاہد ملّت
تمہارے نام کی ہیبت تمہاری ہستی سے — جنود نجد تھی لرزاں مجاہد ملّت
تمام عمر مصائب سے ہمکنار، رہے — اسیرِ گوشۂ زنداں مجاہد ملّت
سکون بخششِ دل عاشقاں صادق تھا — تمہارا روئے درخشاں مجاہد ملّت
چمک رہا ہے تصور کے دوش پر اب بھی — نظر وہ عارض خنداں مجاہد ملّت

ترنم فیضی وارثی جمشید پوری

دہر میں عظمت انسان حبیب الرحمٰن — کتنی اونچی ہے تیرے شان حبیب الرحمٰن
تو ہے معیارِ صداقت تو ہے آوازۂ حق — جسم اسلام کی تو جان حبیب الرحمٰن
تیرا ہر ایک عمل پرتوِ فرمانِ رسول — تو ہے اللہ کی برہان حبیب الرحمٰن
شمع ایمان و یقیں کرکے فروزاں تو نے — کردیا کتنوں پہ احسان حبیب الرحمٰن
اللہ اللہ وہ تیری سوز بھری تقریریں — وہ انوکھے ترے عنوان حبیب الرحمٰن
نقش ہے دل میں ابھی تک ترا اندازِ خطاب — واعظوں میں تھا تو سلطان حبیب الرحمٰن
علم و فن ایسا کہ ثانی نہیں کوئی تیرا — سادگی وہ کہ دل قربان حبیب الرحمٰن
بارہا مجھ کو نوازا ہے کرم سے اپنے — ہے ترنم پہ بھی احسان حبیب الرحمٰن

حسان الھند حضرت بیکل اتساہی القادری، بلرام پور

ح حرمانِ تشنگانِ محبت کہیں جسے حُسنِ کرم کہ حُسنِ طریقت کہیں جسے
ض ضبطِ خودی کا ضابطۂ راہِ بیخودی ضربِ کلیم، ضیغمِ فطرت کہیں جسے
و واقف حدیث سرورِ ہر دو جہاں کا تھا وقفِ اصول صاحب عظمت کہیں جسے
ر راضی ہر ایک حال میں وہ دھوپ ہو کہ چھاؤں ایسا فقیر، شاہ طبیعت کہیں جسے
م مخدوم ما، مجاہد ملت کہیں جسے معیارِ زندگی کی حقیقت کہیں جسے
ج جاوید علم و فضل، جہاں گیر لطف و فیض جانِ بہار عشقِ رسالت کہیں جسے
ا اخلاق و احتیاط کا اِک پیکرِ شعور احساسِ سنّیت کی وجاہت کہیں جسے
ھ ہے سادگی میں جس کے وسیلے سے بانکپن ہر آن اِتّقا کی متانت کہیں جسے
د دیوانہ ایسا جس پہ امارت بھی تھی نثار دستورِ زیست، فقر و قناعت کہیں جسے
م مخمور جام عشق شہنشاہِ دوجہاں مست رضائے غوث فضیلت کہیں جسے
ل لب پہ ہمیشہ جس کے درود و سلام تھا لاکھوں میں ایک لائقِ نسبت کہیں جسے
ت توقیر ملک فخر چمن زار قادری تہذیب بزمِ صدر شریعت کہیں جسے

حضور مجاہد ملت وحیدِ عصر تھے۔ وحیدِ عصر اسے کہتے ہیں جس کا اپنے زمانے میں کوئی ثانی نہ ہو۔ آپ کے وحیدِ عصر ہونے کا علما و مشائخ اور اہلِ زبان و قلم نے اعتراف کیا ہے اور آج کی دنیا بھی آپ کے اس وصف کا اعتراف کرتی ہے۔ آپ کے وحید عصر ہونے کے بے شمار شواہد ہیں۔ آپ ایک عظیم ریاست کے مالک تھے۔ لیکن آپ نے پوری ریاست کو دین کی چوکھٹ پر قربان کردیا۔ آپ نے رئیسانہ زندگی پہ فقیرانہ زندگی کو ترجیح دی۔ یہاں فقیری سے مراد گداگری نہیں ہے بلکہ خدا پرستی ہے۔ یعنی حصول رضائے مولیٰ آپ کی زندگی کا عنوان تھا۔ آپ نے رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی پوری ریاست قربان کردی۔ مگر آپ کے رب کا آپ پر کچھ ایسا انعام ہوا کہ آپ جہاں ٹھوکر مار دیتے ریاست پیدا ہوجاتی۔ آپ کا یہ ایک ایسا وصف ہے جس کی ماضی قریب میں کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔

حضور مجاہد ملت اپنے ہر وصف میں وحیدِ عصر تھے۔ آپ کی حیات کا کوئی ورق ایسا

نہیں ہے جو جہاد کے جذبے سے خالی ہو۔ آپ کی زندگی میں جہاد کی تمام صورتیں عملی شکل میں ملتی ہیں۔ قرآن واحادیث میں جہاد کی جو قسمیں ملتی ہیں ان میں نفس سے جہاد کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے۔ جو شخص نفس سے جہاد میں کامیاب ہو گیا اس کے لیے جہاد کی دوسری تمام راہیں آسان ہو جاتی ہیں۔ نفس اگر زندہ ہے تو رضائے الٰہی کی راہ میں قدم قدم پر رُکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو شخص نفس سے جہاد میں کامیاب ہو جاتا ہے دنیا کی ہر شئے اس کی نظروں میں بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ نفس سے جہاد کے بعد انسان خدائی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے انسانی عقیدتیں اور ضرورتیں وابستہ ہو جاتی ہیں۔ دنیا کی کسی طاقت سے وہ خوف زدہ نہیں ہوتا بلکہ ہر طاقت اس سے خوف زدہ رہتی ہے۔ حضور مجاہد ملت کے پاس مال سے جہاد کا بھی تجربہ تھا، جان سے جہاد کا بھی تجربہ تھا اور نفس سے جہاد کا بھی تجربہ تھا۔ آپ جہاد کی ہر راہ سے کامیابی کے ساتھ گذر چکے تھے۔ اس کے بے شمار شواہد ہیں جو کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ذیل میں صرف ایک مثال ملاحظہ کریں۔

حضرت مولانا شبنم کمالی صاحب لکھتے ہیں:

''جہاد کے بغیر مجاہد کا لقب حاصل کرنے والے لوگوں کی بھی اس دنیا میں کمی نہیں۔ سرزمین ہند ایسے نام کے مجاہدین سے خالی نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان کا کوئی بھی عمل ایسا نہیں جو ان کے لقب کی صداقت پہ دلیل ہو۔ ہاں صرف حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن علیہ الرحمہ ہی کی ذات دورِ موجودہ کے ہندوستان میں مجاہد ملت کہلانے کی مستحق نظر آتی ہے۔

امر بالمعروف (بھلائیوں کے ساتھ حکم دینا) اور نہی عن المنکر (ناگوار باتوں سے روکنا) خیر اُمت کی علامت بتائی گئی ہے۔ پھر منکراتِ شریعہ (شریعت اسلامیہ نے جنھیں ناپسند اور ناگوار کہا ہے) کے خلاف جہاد کی تین صورتیں احادیث کریمہ میں بیان کی گئی ہیں۔ فعلی، قولی اور قلبی۔ اس پر درجۂ کمال و بہ درجۂ تمام صادق آنے والی ہستیاں عہدِ صحابہ و تابعین میں تو بہت سی دکھائی دیتی ہیں لیکن بعد کے عہدوں میں ان کا وجودِ مسعود خال خال ہی نظر آتا ہے۔ خصوصاً چودھویں صدی کا نصف آخر مجاہدانہ حق گوئی اور بے باکی کے اعتبار سے خالی ہے۔ خاص کر

ہندوستان کی سرزمین آزادیِ ہند کے بعد معاملاتِ دینیہ میں کوئی ایسی نظیر نہیں پیش کرتی۔

اس دور میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی ایک ایسے ولی کامل کی تھی جو تاجدارِ روحانیت اور سلطانِ ولایت تھے۔ آپ کی خاموشی ہزاروں تقریروں پر بھاری تھی۔ ان کی حیثیت ایک ایسے روحانی بادشاہ کی تھی جن کے اشارۂ ابرو پر معرکہ ہائے نمایاں انجام پاتے رہے۔ ان کی حیثیت اپنی جگہ مسلّم لیکن ہر بادشاہ اور تاجدار کے لیے سپہ سالار اور کمانڈر اِن چیف کی ضرورت بھی ہوتی ہے جو میدانِ کارزار میں دشمنوں کے مقابلے میں کھل کر صف آرا ہو۔ حق گوئی، بے باکی اور دلیری جس کا شیوہ ہو۔ جو بذاتِ خود بھی مقامِ ظاہری و باطنی کی معرفت رکھتا ہو۔ بس یہی مثال حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی ہے کہ ہر معرکۂ حق و باطل میں وہ سپہ سالار اعظم کی حیثیت سے نظر آتے ہیں۔ کبھی عقائدِ باطلہ کے محاذ پر شیر کی طرح گرجتے ہوئے نظر آرہے ہیں تو کبھی عام مسلمانوں کے مفاد کی خاطر سیاستِ فاسدہ سے نبرد آزما دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی ظالم حکمرانوں کے ظلم کو واضح کررہے ہیں اور کبھی حاکموں اور شہنشاہوں کو زجر و توبیخ کر رہے ہیں۔ اور کمال یہ ہے کہ ان تمام باتوں کی ذمے داری صرف اپنی ذات پر لیتے ہیں تاکہ ان کی وجہ سے مسلمانوں پر مصیبت نہ آئے۔" [۳۶]

حضور مجاہد ملت انقلابی شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی تا حیات یہ کوشش رہی کہ دنیا کے ہر خطے میں انقلاب برپا ہوجائے۔ مذہبی انقلاب، مسلکی انقلاب اور سیاسی انقلاب۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ زمین کا ہر حصہ فساد سے پاک ہوجائے۔ اگر کسی پر ظلم ہوتا ہوا دیکھتے تو ان کی آنکھیں برسنے لگتیں۔ اگر زمین کا کوئی حصہ فساد کے شعلوں کی لپیٹ میں آجاتا تو انھیں ان شعلوں میں اپنا گھر جلتا ہوا محسوس ہوتا۔ ان کا سینہ انسانی درد کا ایک ایسا آتش فشاں تھا جو ہر وقت شعلہ زن رہتا۔ دنیا اس بات پہ حیرت کناں ہے کہ ایک خالص مذہبی رہنما کو حکومتِ وقت چین سے باہر دیکھنا کیوں پسند نہیں کرتی۔ انھوں نے مذہب اور سیاست دونوں کو بدعات و منکرات سے پاک کرنے کا اپنی آنکھوں میں خواب سجا رکھا تھا۔ ان کی پوری زندگی اپنے خواب کی تعبیر ڈھونڈنے میں گذری۔ ان کے پاس بہت بڑی دولت تھی، بہت بڑا خزانہ

تھا۔ انھوں نے اپنی پوری دولت، اپنا سارا خزانہ، اپنے خواب کی تعبیر تلاش کرنے میں لٹا دیا۔ دین کے لیے دولت کو لٹانے میں وہ حضرت صدیق اکبر کے پَرتو تھے۔ وہ اسی فطرت پہ پیدا ہوئے تھے۔ انھوں نے عہدِ طفلی میں بھی غریب اور بے سہارا بچوں کے لیے اپنے طور پر لنگر کھول رکھا تھا۔ جیسے جیسے شعور میں بالیدگی آتی گئی، غربا پروری کے جذبے میں اضافہ ہوتا رہا۔ ان کی حیات کا کوئی ورق غربا پروری کے جذبے سے خالی نظر نہیں آتا۔ ان کے زندگی گذارنے کے طریقوں پہ جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں اسلام کا قرنِ اوّل یاد آجاتا ہے۔ ان کی حیات کی ہر سانس میں تجسس ہے۔ ان کی شخصیت کو سمجھنے کی ہم نے آج تک کوشش نہیں کی ہے۔ دنیا شخصیت میں کرامت ڈھونڈتی ہے۔ ان کی ذات سر سے پاؤں تک کرامت تھی۔ شاہانہ کروفر کو چھوڑ کر فقیرانہ زندگی کو قبول کرنا اور اسی پہ فخر کرنا کیا کرامت نہیں ہے؟ ان کی کتابِ حیات میں اس طرح کی کرامتوں کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ دنیا سمندر کی موجوں پہ مصلیٰ بچھا کر نماز ادا کرنے ہی کو کرامت سمجھتی ہے۔ جبکہ سب سے بڑی کرامت شریعت پر استقامت ہے۔ انھوں نے شریعت کے کسی اُصول کو اپنے عمل سے کبھی میلا ہونے نہیں دیا۔ شریعت کو مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبے میں نافذ کرنا یہی ان کا مقصودِ حیات تھا اور جب تک سانسوں کا سفر جاری رہا، وہ اپنی کوششوں میں مصروف رہے۔ ہمیشہ ان کے قریب مسائل کا ہجوم رہا۔ پھر بھی ان کی زبان پہ کبھی شکوہ نہیں دیکھا گیا۔ وہ اپنے سینے میں ساری دنیا کے درد کو سمیٹ لینا چاہتے تھے۔ وہ اپنے عقیدت مندوں کو ہمیشہ سربکف رہنے کی تلقین و تاکید کیا کرتے تھے۔ مسائل سے پر ان کے چند اوراقِ حیات ذیل میں ملاحظہ کریں:

ولادت باسعادت ۸؍محرم الحرام ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء

وصالِ پُرملال والد ماجد ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

۹؍سال کی عمر میں آپ والد ماجد کے سایۂ شفقت سے محروم ہوگئے۔

جب آپ کی عمر شریف ۱۸؍سال کی ہوئی یعنی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۲ء میں آپ شادی کے بندھن میں بندھ گئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کا یہی سنِ

وصال ہے۔ ۱۳۴۱ھ میں آپ کی اعلیٰ حضرت کے مزارِ پاک پر حاضری ہوئی اور رضوی نوازشات سے آپ نوازے گئے۔ اور اسی سال یعنی ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء میں آپ حج بیت اللہ و حاضریِ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرف یاب ہوئے۔

یہ آپ کا عہدِ طالب علمی تھا۔ حج بیت اللہ سے واپسی پر یعنی ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۴ء میں آپ مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں حصولِ علم کے لیے داخل ہوئے۔ مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد میں آپ دو سال تک زیر تعلیم و تربیت رہے۔ پھر ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء میں آپ نے اجمیر معلیٰ کے لیے رختِ سفر باندھا اور مدرسۂ معینیہ میں داخل ہوئے۔ یہاں حضور صدر الشریعہ حضرت مولانا مفتی حکیم امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے میکدۂ علم و عرفان سے آپ نے خوب خوب بادہ کشی کی۔ حضور صدر الشریعہ نے آپ کو اتنا پلایا کہ علم کے میدان میں آپ یگانۂ روزگار ہو گئے۔ آپ کی علمی و فکری جہات کا آپ کے رفقائے درس نے بھی اعتراف کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے دین اسلام یعنی اہلِ سنت و جماعت کی سرفرازی کے لیے آپ کا انتخاب فرمایا تھا۔ اور اپنے فیضانِ علم و عرفان سے مالا مال کرنے کی غرض سے ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۱ء میں آپ کو اپنی بارگاہ میں طلب فرمایا تھا۔ اور آپ کے جذبۂ دینی و سراپا سے اپنے جانشین حضور حجۃ الاسلام حضرت مولانا مفتی شاہ حامد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کو آگاہ فرمایا تھا۔ خانقاہِ رضویہ بریلی شریف میں دونوں شخصیات پہلی بار ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئیں۔ حضور حجۃ الاسلام نے آپ پر ایسی نگاہ ڈالی کہ آپ ہمیشہ ہمیش کے لیے انھیں کے ہو کر رہ گئے۔ حضور حجۃ الاسلام نے آپ کو عشق و عرفان کی دولت سے لٹنا دیا اور آپ نے لٹنا لیا، یہ ایک طویل داستان ہے۔ اس مختصر سی تحریر میں اس کا احاطہ بہت مشکل ہے۔

حضور حجۃ الاسلام سے حضور مجاہد ملت کی پہلی ملاقات ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۱ء میں ہوئی تھی۔ اس ملاقات میں حضور حجۃ الاسلام کی آپ پر جو نوازشات ہوئی تھیں، ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۰ء میں دھام نگر شریف میں آ کر ان نوازشات کو سند کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ حضور حجۃ

الاسلام نے آپ کو جو سند خلافت عطا کی ہے، اس میں آپ کی عظمتوں کا جس انداز میں اعتراف کیا ہے اسے ایک سنجیدہ قاری جب پڑھتا ہے تو ہر لفظ پر آنکھیں اشکوں سے وضو کرنے لگتی ہیں۔حضور مجاہد ملت کو تو بہت ساری شخصیات نے بہت قریب سے دیکھا تھا۔لیکن ان کی ذات میں پنہاں کمالات کی دنیا کا صحیح عرفان صرف حضور حجۃ الاسلام کو ہوا یا دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ رضوی بھٹی میں تپ کر ہی آپ کو کندن ہونا تھا۔حامدی عشق کی آگ میں جل کر حضور مجاہد ملت اتنا نکھر گئے کہ دنیا کی کوئی طاقت کبھی آپ کی کوئی قیمت نہ لگا سکی۔حضور مجاہد ملت کے دل سے تا حیات یہی صدا نکلتی رہی کہ

میری قیمت بھلا کون دے پائے گا
مجھ کو عظمت یہ حامد رضا سے ملی

حضور مجاہد ملت نے جب تعلیم و تربیت سے فراغت پائی تو اپ نے باضابطہ عملی میدان میں قدم رکھا۔عملی زندگی کی ابتدا، ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء کے بعد ہوتی ہے۔اس وقت جماعتی حالات اور ملی حالات دونوں انتہائی افسوس ناک تھے۔ملک ابھی آزاد نہیں ہوا تھا۔اہلِ وطن آزادی کے لیے کمر بستہ ہو چکے تھے۔انگریزی حکومت اپنے لیے مسلمانوں کو سب سے بڑا خطرہ سمجھتی تھی۔اس نے مسلمانوں کو آپس ہی میں اُلجھا دیا تھا۔مسلم نما بہت ساری تحریکات کی حکومتِ وقت پشت پناہ تھی۔تقدیس اُلوہیت اور عظمت رسالت سے اُلجھنا ان تحریکات کے ترجیحی مقاصد تھے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے عشقِ رسالت کا جو چراغ روشن کیا تھا حضور مجاہد ملت اسی چراغ کے تحفظ کے لیے میدان میں اُترے تھے،اس لیے باطل تحریکات کے ساتھ حکومت وقت کی بھی آپ پہ کڑی نظر تھی۔ملک آزاد ہوا،حکومت تبدیل ہوئی لیکن آپ کی مشکلات میں کوئی کمی نہیں آئی۔مسلمانوں کے مسائل اور بھی پیچیدہ ہو گئے۔صاحبِ ثروت طبقہ ہجرت کر گیا۔جن کے پاس سفر کی سہولت نہیں تھی یا جن کے پاس زادِ سفر نہیں تھا وہ اپنی مٹی سے چمٹے رہے۔مسلمانوں کو حکومت اچھی نگاہ سے نہیں دیکھ رہی تھی۔سیاست فاسدہ جس کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، وہ اپنی بقا کے لیے ہر

اس کانٹے کو راستے سے ہٹا دیتی ہے، جو اس کے لیے کبھی دردِ سر بن سکتا ہے۔

حضور مجاہد ملت ظلم کہیں ہو کسی پر ہو دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ظلم اور ظالم کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں خون اُتر آتا تھا۔ مظلوم کو جب تک انصاف نہیں مل جاتا آپ کو کسی کروٹ سکون نہیں ملتا تھا۔ ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء میں آپ کی پہلی بار گرفتاری ہوئی۔ یہ گرفتاری پانی پر بے جا ٹیکس لگانے کے خلاف آوازِ حق بلند کرنے کی بنیاد پر ہوئی۔ ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء میں ہی مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد میں بحیثیت صدر مدرّس آپ کا تقرر ہوا۔ ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء بریلی شریف میں آپ کی صدارت میں مناظرہ ہوا۔ مناظر محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی شاہ سردار احمد لائل پوری تھے۔ ۱۳۵۴ء/ ۱۹۳۵ء میں ہی عیسائی پادری عبدالحق سے الٰہ آباد میں مناظرہ کیا۔ عیسائی مناظر آپ کے کسی سوال کا جواب نہ دے سکا۔ اس طرح فتح مبیں کا سہرا آپ کے سر باندھا گیا۔ ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۳ء آپ کے لیے غم و اندوہ کا سال رہا۔ یعنی حضور حجۃ الاسلام کی ظاہری رفاقت سے آپ ہمیشہ ہمیش کے لیے محروم ہو گئے۔ ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء بھی آپ کے لیے حادثاتی سال ثابت ہوا۔ یعنی حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی حکیم امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ حج بیت اللہ کے لیے گھر سے نکلے تھے، بمبئی میں آپ کا وصال ہو گیا۔ اور اسی سال حضور صدر الافاضل حضرت علامہ مفتی سید شاہ نعیم الدین مرادآبادی بھی اس عالمِ ناپائیدار سے عالمِ جاویدانی کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔ حضور مجاہد ملت کے اساتذہ کی فہرست میں یہ دونوں شخصیات ہر اعتبار سے نمایاں تھیں۔ ان دونوں شخصیات کے دنیا سے چلے جانے کے بعد آپ کو کچھ کھو جانے کا شدت سے احساس ہونے لگا تھا۔ آپ کے دل میں بریلی کی محبت انڈیلنے میں مذکورہ دونوں شخصیات کا بڑا اہم رول رہا ہے۔ عالمی پیمانے پر فکرِ رضا کی ترسیل میں حضور صدر الافاضل اور حضور صدر الشریعہ کی بے پناہ قربانیوں سے انکار بہت مشکل ہے۔ ربّ کائنات دونوں شخصیات کو غریق رحمت فرمائے اور ان کے روحانی فیضان سے کشت سنّیت کو شادابی عطا فرمائے۔ آمین

حضور مجاہد ملت عزم و ارادے کے اعتبار سے پتھر کی چٹان سے بھی زیادہ سخت

تھے۔ طوفانِ جور و جفا ان کے حوصلوں کو دیکھ کر اپنا رُخ بدلنے پر مجبور ہو جاتے۔ مصائب کے ہجوم میں مسکرانا ان کی عادت تھی۔ دنیا ہواؤں کا رُخ دیکھ کر سمتِ سفر متعین کرتی ہے لیکن ہوائیں آپ کو دیکھ کر اپنا سمتِ سفر متعین کرتی تھیں۔ جب کسی کو معلوم ہو جائے کہ حکومت کے نمائندے اس کے تعاقب میں ہیں تو اس کے ہوش اُڑ جاتے ہیں اور وہ محفوظ پناہ گاہ کی تلاش میں ہوتا ہے، لیکن جب آپ کو خبر لگ جاتی کہ حکومت انھیں تلاش کر رہی ہے تو آپ محفوظ پناہ گاہ سے باہر آ جاتے۔ جو بات حق ہوتی آپ اس کا برملا اظہار و اعلان فرماتے۔ آپ چاہتے کہ حکومت کے خفیہ مقاصد طشت از بام ہو جائیں اور دنیا پہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ حبیب الرحمٰن کا احتجاج بے جا نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کے قید و بند کی ایک طویل روئیداد ہے، جسے پڑھ کر پتھر سے پتھر دل کی آنکھیں بھی اشک آلود ہو جاتی ہیں۔ ذیل میں آپ کے قید و بند کی اجمالی تصویریں ملاحظہ کریں۔

پہلی گرفتاری ۱۳۵۲ھ-۱۹۳۴ء میں ہوئی، بھدرک جیل میں رکھا گیا۔

دوسری گرفتاری ۱۳۷۵ھ-۱۹۵۶ء دھام نگر شریف سے ہوئی اور بھدرک جیل میں رکھا گیا۔

تیسری گرفتاری ۱۳۷۵ھ-۱۹۵۶ء غازی پور جیل سے سلطان پور جیل

غالباً بھدرک جیل سے آپ کو غازی پور جیل منتقل کیا گیا ہوگا اور وہیں سلطان پور سے گرفتاری کا وارنٹ آ گیا ہوگا۔ پھر غازی پور جیل سے آپ کو سلطان پور جیل منتقل کیا گیا ہوگا۔ اس لیے اسے دوسری گرفتاری کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

چوتھی گرفتاری ۱۳۸۴ھ-۱۹۶۵ھ برہم پور جیل

پانچویں گرفتاری ۱۳۹۲ھ-۱۹۷۲ء پکسر انواں، ضلع رائے بریلی

چھٹی گرفتاری ۱۳۹۵ھ-۱۹۷۵ء دھام نگر (بھدرک جیل)

ساتویں گرفتاری ۱۳۹۵ھ-۱۹۷۵ء التی ضلع کٹک (بالیسر جیل)

آٹھویں گرفتاری ۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹ء مدینہ منورہ بیئر علی جیل

حضور مجاہد ملت اپنی زندگی میں کل چھ مرتبہ حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے شاد کام ہوئے۔ حج بیت اللہ کی تفصیل کچھ یوں ہے:

پہلا حج---۱۳۴۱ھ-۱۹۲۳ء

دوسرا حج--۱۳۷۴ھ-۱۹۵۵ء

تیسرا حج--۱۳۸۶ھ-۱۹۶۷ء

چوتھا حج--۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳ء

پانچواں حج--۱۳۹۴ھ-۱۹۷۴ء

۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹ء میں آپ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے لیکن اظہارِ حق کی بنیاد پر نجدی حکومت نے آپ کو حج سے روک دیا۔ اس سفر کی سرگذشت بڑی دل خراش ہے۔ تفصیل کتابوں میں موجود ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے حضرت علامہ مفتی عاشق الرحمن صاحب حبیبی کی کتاب ''حضور مجاہد ملت کا حرفِ حقانیت'' دیکھیے۔

چھٹا اور آخری حج--۱۴۰۰ھ-۱۹۸۱ء

حضور مجاہد ملت کو غوثیت مآب سے بڑی گہری وابستگی اور عقیدت تھی۔ ہم ان کی عقیدتوں کو لفظوں کا پیرہن نہیں دے سکتے۔ غوثیت مآب سے ان کی عقیدت کو اس بات سے سمجھا جا سکتا ہے کہ جب غوثیت مآب کی بارگاہ میں ان کی حاضری ہوتی تو غوثیہ لنگر سے کھانا لینے والے فقیروں کی لائن میں آپ کھڑے ہو جاتے۔ اہلِ عقیدت عرض گذار ہوتے کہ حضور آپ یہاں کھڑے نہ ہوں۔ آپ اپنی قیام گاہ پہ جائیں۔ ہم آپ کے لیے لنگر کا کھانا لے کر آ جائیں گے۔ اہلِ عقیدت کے اس سوال کا آپ جواب دیتے کہ غوثِ اعظم کی بارگاہ کے فقیروں میں اگر میرا نام آ جاتا ہے تو میری نجات ہو جائے گی۔ اہلِ عقیدت نے عرض کیا کہ حضور آپ کے وصال کے بعد آپ کا مزار تو بہت عالی شان بنے گا اور اس کے لیے بڑے پیمانے پر چندے کی ضرورت پڑے گی۔ فرمایا کہ میرے مزار کی تعمیر چندے سے نہیں

ہوگی۔ میرا مزار غوثِ اعظم کے فیضان سے بنے گا اور یہی ہوا بھی۔ تعمیر پہ خرچ ہونے والی ساری رقم ایک ہی شخص نے ادا کردی۔ آپ کے مزارِ پاک کی تعمیر کی روئداد کچھ یوں ہے، ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ جناب ٹوپی والے بابا ماہم شریف کو حضور مجاہد ملّت سے بڑی گہری عقیدت تھی۔ دونوں ایک دوسرے سے بڑے بے تکلف بھی تھے۔ عقیدت کا عالم یہ تھا کہ حضور مجاہد ملّت کے وصال سے کچھ دیر پہلے دونوں شخصیات میں محبتانہ نوک جھونک بھی ہوئی۔ حضور مجاہد ملّت نے بابا سے فرمایا کہ میں جارہا ہوں۔ بابا نے عرض کیا میں آپ کو جانے نہیں دوں گا اس لیے کہ اگر مجھ سے پہلے آپ چلے جائیں گے تو میرا جنازہ کون پڑھائے گا۔ حضور مجاہد ملّت نے فرمایا کہ اگر آپ پہلے جائیں گے تو میرے جنازہ کو کاندھا کون دے گا؟ جس وقت دونوں شخصیات کے درمیان یہ مکالمہ ہورہا تھا اس وقت حضور مجاہد ملّت کا سر ٹوپی والے باب کی گود میں تھا۔ حضور مجاہد ملّت کا یہ بالکل آخری وقت تھا، دونوں شخصیات کے درمیان مکالمہ جاری رہا۔ تھوڑی دیر خاموشی ہوئی، اس کے بعد بابا نے فرمایا کہ لو کام ہوگیا۔ اس طرح بابا کی گود ہی میں آپ کی روح ہمیشہ کے لیے عالمِ بالا کے سفر پر روانہ ہوگئی۔ بہر حال ٹوپی والے بابا سے بہت سارے واقعات وابستہ ہیں، یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔

تعمیر مزار کے حوالے سے راوی کا بیان ہے کہ ایک پانچ رکنی وفد بابا کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اس وفد کے سربراہ حضرت علامہ مفتی عاشق الرحمٰن حبیبی جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد تھے اور جناب شوکت صاحب بھدوہی بنارس وفد کے پانچویں فرد تھے اور قضیہ انھیں کا تھا۔ پہلے چار افراد بابا کے حجرے میں حاضر ہوئے۔ بابا نے ان چار افراد کو دیکھتے ہی فرمایا کہ پانچویں کو باہر کیوں چھوڑ دیا ہے؟ اسے بھی بلالو۔ بابا نے ان سے آنے کا شانِ نزول پوچھا۔ حضرت علامہ مفتی عاشق الرحمٰن صاحب قادری حبیبی نے وفد کی قیادت کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ یہ جناب شوکت صاحب ہیں، بھدوہی بنارس سے ان کا تعلق ہے اور آقائی حضور مجاہد ملّت کے ارادت مندوں میں ہیں۔ یہ ایک مشکل ترین کیس میں ماخوذ ہیں، ممکن ہے فیصلہ ان کے خلاف آجائے۔ ہم لوگ آپ کی بارگاہ میں ان کے سفارشی بن کر آئے ہیں، اس کیس میں

آپ کی مدد درکار ہے۔ اگر آپ کی توجہ نہ ہوئی تو ممکن ہے انھیں جیل جانا پڑے۔ بابا نے گفتگو کے آخر میں فرمایا کہ کیس میں یہ ماخوذ نہیں ہیں بلکہ شریک ہیں۔ بہر حال فیصلہ یہ ہوا کہ یہ اپنے پیر کا مزار بنوا دیں، کیس کا فیصلہ ان کے حق میں آ جائے گا۔ اس طرح خالص شوکت صاحب کے تعاون سے مزار مجاہد ملّت کی تعمیر کے تمام مراحل طے ہوئے۔

ممبئی حضور مجاہد ملّت کا آنا جانا لگا رہتا تھا، چھ مرتبہ تو حج بیت اللہ ہی کی غرض سے حاضری ہوئی ہے۔ ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کے حوالے سے بھی آپ نے ممبئی کا متعدد بار سفر فرمایا ہے۔ ممبئی کی سرزمین پر ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کا دفتر بھی تھا۔ آج ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' قزاقوں کے چنگل میں زندگی کی آخری سانسیں لے رہی ہے، اور حضور مجاہد ملّت کے عقیدت مندوں سے فریاد کناں ہے۔ حضور مجاہد ملّت کی کتابِ حیات کے بہت سارے اوراق ممبئی کے بعض افراد و شخصیات کے سینوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اگر ان اوراق کو سینوں سے نکال کر کتابی شکل دی جائے تو ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہوسکتی ہے، اس پہلو پہ اب تک کسی عقیدت مند کی توجہ نہ ہوسکی ہے۔ راقم الحروف نے ایک بار سراجِ ملّت حضرت سیّد شاہ سراج اظہر صاحب قادری رضوی کے سامنے حضور مجاہد ملّت کا ذکر اس مقصد کے تحت کیا کہ ان کے سینے میں حضور مجاہد ملّت کی جو یادیں محفوظ ہیں وہ باہر آ جائیں۔ حضور مجاہد ملّت کا ذکر سنتے ہی وہ آبدیدہ ہوگئے۔ ان کی آنکھیں اشکوں سے وضو کرنے لگیں۔ انہوں نے فرمایا کہ مولانا ہم نے بہت ساری شخصیات کی زیارت کی ہے، ان کی صحبت پائی ہے اور ان کے کرم سے شاد کام ہوئے ہیں، ان میں حضور مجاہد ملّت ہمیں کئی جہتوں سے ممتاز نظر آئے۔ ان کے جانے کے بعد کوئی دوسرا ان کا بدل اب تک نگاہوں نے دیکھا نہیں ہے۔ دین و شریعت کے تعلق سے ان کے جذبات، احساسات اور خیالات میں جو تقدس اور شفافیت تھی اس کی مثال سے ان کا پورا عہد خالی ہے۔ انہوں نے ایثار و قربانی کی جو تاریخ رقم کی ہے اسے بڑے پیمانے پر اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ عہدِ نو اس کی روشنی میں سمت سفر متعین کر سکے۔ اسلاف بیزاری، مسلک فروشی اور اقربا پروری کے ماحول میں ان کی ذات

چراغِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ عشق وعرفان کا وہ ایک ایسا چراغ تھے جس میں دھواں نہیں تھا۔ انہوں نے اپنے لیے کبھی کسی منصب کی خواہش کا اظہار نہیں کیا، انہوں نے ہمیشہ زمین پر ہی بیٹھنا پسند کیا۔ بوریہ نشینی انہیں بہت زیادہ عزیز تھی۔ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت کا جوان کا انداز تھا اسے وہ اپنے ساتھ لے گئے۔

بہت ساری شخصیات افق سنیت پر نمودار ہوئیں، زمین نے ان کے نقوشِ حیات کو اپنے سینے میں ایسا جذب کیا کہ تلاشِ بسیار کے بعد بھی ہماری رسائی ان نقوش تک نہیں ہو پا رہی ہے، لیکن حضور مجاہد ملّت کی حیات کا ہر نقش اب بھی اتنا واضح اور روشن ہے کہ اسے آسانی کے ساتھ سمیٹا جا سکتا ہے۔ سمیٹنے والے افراد تو موجود ہیں، وہ اخلاقی عدم تعاون سے پیش رفت کے لیے قدم آگے بڑھانے کی ہمت نہیں کرتے۔ کوئی بھی کام اشتراکِ عمل چاہتا ہے اور اشتراکِ عمل کا ہمارا شعور بیدار نہیں ہے۔ اگر یہ شعور بیدار ہو جائے تو بہت سارے اہم کام بآسانی سرانجام پا سکتے ہیں۔

آپ کی خلوت وجلوت سے غوثِ اعظم کی محبت کی خوشبو پھوٹتی تھی۔ اور یہ دولت بھی آپ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی بارگاہ سے ملی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے غوثِ اعظم کی محبت کا جس انداز میں اظہار و اعلان فرمایا ہے تاریخ اسلامی میں اب تک اس کی کوئی دوسری نظیر سامنے نہ آسکی ہے۔ آپ کے منصبِ تجدید میں غوثِ اعظم کی بے غبار عقیدت کا نفاذ میں بھی شامل تھا۔ آپ نے نغمۂ غوثیت مآب اس انداز میں گنگنایا کہ غیر منقسم ہندوستان کی ساری فضا غوث اعظم کی محبت میں نہانے لگی۔ ان کے نغمات عشق ملاحظہ کریں:

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا ترا — اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ ترا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا ترا — اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا ترا
کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ ترا — شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتّا ترا
سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف — کعبہ کرتا ہے طوافِ درِ والا ترا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی غوثیت مآب سے عقیدت کے یہ اشارات ہیں۔ ان کی تالیفات وتصنیفات میں غوثیت مآب سے محبت اور ان کی بے غبار

عظمت کا سمندر موجیں مارتا ہے۔ حضور مجاہد ملت نے اعلیٰ حضرت کے ان شہ پاروں کا بڑی گہرائی سے مطالعہ فرمایا تھا اور اعلیٰ حضرت نے بارگاہِ غوثیت مآب میں رسائی کے جو اُصول بتائے ہیں آپ نے ان اُصولوں کو برتنے میں شدید قسم کے مجاہدات کیے تھے۔ ان مجاہدات کی برکتیں ان کی کتابِ حیات کے ہر ورق میں واضح انداز میں دکھائی دیتی ہیں۔

حضور مجاہد ملت کی بارگاہِ غوثیت مآب میں حاضری:

پہلی حاضری: ۲۰ / ربیع الاول ۱۳۷۴ھ / ۲۰ / نومبر ۱۹۵۴ء میں ہوئی۔

دوسری حاضری: ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۱ء میں ہوئی۔

حضور مجاہد ملت اپنے بڑوں کی بارگاہ میں بڑے باادب تھے۔ بڑے تو بہر حال بڑے تھے آپ کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی چھوٹا آپ کی دست بوسی کرتا تو آپ اس کی بھی دست بوسی کر لیتے۔ یہ انداز عاجزانہ آپ اپنے ساتھ لے گئے۔ اب ایسی شخصیات کو نگاہیں دیکھنے کو ترستی ہیں۔ بڑوں نے چھوٹوں پہ دستِ شفقت رکھنا چھوڑ دیا تو چھوٹے ان کے احترام سے غافل ہو گئے۔ جس معاشرے میں بڑوں کا احترام نہیں ہوتا وہ معاشرہ ٹوٹ جاتا ہے۔ بات یہیں تک نہیں رہی بلکہ حال یہ ہو گیا ہے کہ چھوٹوں کا ایک ایسا دستہ تیار ہو گیا ہے جو باضابطہ اسلاف بیزاری کی تحریک چلا رہا ہے۔ اور بعض بڑے چھوٹوں کی اس تحریک کو روغن بادام فراہم کر رہے ہیں۔ ہم نے ''پیغامِ رضا'' کے مختلف شماروں میں اس جانب واضح اشارے کیے ہیں، لیکن حال یہ ہے کہ ؏ کون سنتا ہے یہاں رازِ فغانِ درویش

یہی وجہ ہے کہ حالات دن بہ دن بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ اس آگ کو سلگانے میں جن لوگوں نے بارود فراہم کیا تھا، اب ان کا اپنا وجود اس آگ میں جلنے لگا ہے۔ اور ان کی بے چینی میں دن بدن اضافہ ہونے لگا ہے۔ کاش یہی احساس انھیں آگ لگانے سے پہلے ہو جاتا تو آج انھیں ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور جماعت اہلِ سنّت اتنے بڑے نقصان سے دوچار بھی نہ ہوتی۔ آزاد خیالی اور بے راہ روی کا یہ حال ہے کہ حضور تاج الشریعہ جیسی دانائے راز شخصیت بھی محفوظ نہ رہی۔ اس لیے جماعت کے حق میں جو لوگ مخلص ہیں وہ

بلا کسی تاخیر کے آگے بڑھیں اور آوارہ ذہنوں کو ہمیشہ کے لیے کچل ڈالیں۔ تاکہ حضور مجاہد ملت جیسی پاکباز شخصیات نے جماعت کا جو شگفتہ اور پرسکون ماحول ہمیں عطا کیا تھا پھر وہی ماحول، وہی آب وہوا اور وہی زمانہ لوٹ آئے۔

حضور مجاہد ملت کا زمانہ اہلِ علم، اہلِ فضل اور اہلِ کمال کا زمانہ تھا۔ بڑی بڑی قد آور شخصیتیں جماعت میں موجود تھیں، جن کے نام ہی سے مخالفین پہ لرزہ طاری ہوجاتا تھا۔ ان شخصیات میں چند کے اسماذیل میں پیش ہیں:

حضور حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم ہند، حضور شاہ عبدالکافی، حضور سید شاہ علی حسین اشرفی میاں، حضور صدرالافاضل، حضور محدثِ اعظم ہند، حضور ملک العلماء، حضور صدرالشریعہ، حضور برہانِ ملت حضور شیر بیشۂ اہلسنت حضور امین شریعت اور حضور غزالی دوراں۔

مذکورہ شخصیات پہ پوری جماعت کو ناز تھا۔ ان میں بعض شخصیات کے دنیا سے چلے جانے کا غم تو پوری جماعت کو تھا لیکن حضور مجاہد ملت کو کچھ زیادہ ہی غم لاحق ہوا۔ اس لیے کہ ان میں آپ کے کچھ شفیق اساتذہ بھی ہیں۔ آپ کے مرشدانِ اجازت وخلافت بھی ہیں اور خود آپ کے مرشد بھی ہیں۔ آپ کی شخصیت کی شادابی میں مذکورہ تمام شخصیات کی محنت وشفقت اور دعائیں شامل تھیں۔ حضور حجۃ الاسلام نے آپ کو آلاتِ حرب وضرب سے لیس فرما کر جو میدانِ جہاد میں اُتارا تھا، پھر آپ نے تاحیات ان آلاتِ حرب وضرب سے خود کو الگ نہیں کیا۔ لڑتے رہے، لڑتے لڑتے جب کبھی تکان محسوس ہوتی تو مذکورہ شخصیات میں بعض کی طرف دیکھتے، ان سے دعائیں لیتے پھر جہاد میں مصروف ہوجاتے۔ مذکورہ شخصیات کے دنیا سے چلے جانے کے بعد آپ کو تنہائی کا احساس ستانے لگا، لیکن آپ کے حوصلوں میں کسی طرح کا ضعف نہیں آیا۔ مذکورہ شخصیات میں بعض کا سنِ وصال ذیل میں پیش ہے:

حضرت مولانا شاہ عبدالکافی علیہ الرحمہ۔ مرشد گرامی ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۰ء

حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ۔ مرشدِ اجازت ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء

حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ ۔ مرشدِ اجازت ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء

حضرت صدر الافاضل سید شاہ نعیم الدین مراد آبادی۔ استاذ گرامی ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء

صدر الشریعہ حضرت شاہ حکیم امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ۔ استاذ گرامی ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء

حضور مجاہد ملت کی زندگی کی ہر سانس عبادت میں ڈھلی ہوئی تھی۔ انھوں نے دینی قدروں کے فروغ کے لیے گھر بار یہاں تک کہ وطن چھوڑ دیا تھا۔ ان کا وطن جانا مسافر کی طرح ہوتا تھا۔ ویسے بھی ان کے اکثر اوقات سفر میں گذرتے تھے۔ جماعتی وقار کی بحالی کے لیے ان کی صحرا نوردی شہرت رکھتی ہے۔ ان کی دینی تڑپ دیکھ کر پتھروں کی آنکھیں بھی برسنے لگتی تھیں۔ آپ اپنے جذبات و احساسات میں طاق تھے۔ طاق رہے اور طاق ہی دنیا سے عالم بالا کا سفر اختیار فرمایا۔ دنیا ان کے ظاہر ہی پر مچلتی رہی۔ اگر ان کا باطن دیکھ لیتی تو دن رات ان کے عقیدت مندانہ طواف میں مصروف رہتی۔ جن کی رسائی ان کے باطن تک ہوگئی تھی، انھوں نے ان کی تصویر اپنے دل میں سجا رکھی تھی۔ خود درد، ڈھونڈتے تھے اور اہلِ دنیا کو درد کی دوا بانٹتے تھے۔ ان کی مسیحائی کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ جبینوں کو ایسی زمین دینا چاہتے تھے جس سے سجدوں کا تقدس گرد آلود نہ ہو۔ وہ محبتوں کو ہر جہت سے بے غبار دیکھنے کے قائل تھے۔ آپ مومنین کے قلوب میں عشقِ رسالت کا اُجالا دیکھنا چاہتے تھے۔ اس حوالے سے آپ تا حیات جد و جہد فرماتے رہے۔ آپ مسلمانوں کا ایک ایسا دستہ، ایک ایسی فوج تیار کرنا چاہتے تھے جو ملکی سطح پر بحالیِ امن کی پُر جوش جد و جہد کرتی رہے۔ اس فوج سے مسلمانوں کی قوت میں اضافہ بھی ہو اور ہنگامی حالات میں حکومتِ وقت کی معین بھی ہو۔ آپ نے ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء ''کل ہند خاکسارانِ حق'' کی بنیاد رکھی۔

اگر کوئی عزم و حوصلے کو مجسّم دیکھنا چاہے تو حضور مجاہد ملت کو دیکھ سکتا ہے۔ زمانے کا کوئی بڑے سے بڑا طوفان ان کے عزم و ارادے کو کبھی متاثر نہ کرسکا۔ قبر کی آغوش میں جانے تک ان کی ذات ملک و ملت کے لیے متحرک اور فعال رہی۔ جب انسان پہ ضعف طاری ہوتا ہے تو اسے تکان محسوس ہوتی ہے اور اس کی سوچ کی رفتار دھیمی ہوجاتی ہے۔ وہ قدم قدم پر سہارے کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ لیکن حضور مجاہد ملت نے عمر کی بالکل آخری منزل میں بھی کسی سے اپنے ضعف کی شکایت

نہیں کی۔ ان کی ذات ہمیشہ پُرعزم رہی اور دوسروں کو حوصلہ دیتی رہی۔ ''تحریک خاکسارانِ حق'' کے حوالے سے ان کے حوصلے کیا تھے، اس تعلق سے ڈاکٹر شوکت علی صدیقی لکھتے ہیں:

''کُل ہند خاکسارانِ حق'' کے قیام کے پس پشت حضور مجاہد ملت کے مقاصد کیا تھے، اس حوالے سے ڈاکٹر شوکت علی صدیقی لکھتے ہیں:

''مجاہد ملت کی دور رس نگاہیں کچھ اور ہی دیکھ رہی تھیں کہ جو قوم پورے حوصلہ کے ساتھ جینے کا سلیقہ نہ رکھتی ہو، دوسروں کے دُکھ درد کا احساس نہ کرتی ہو اور خود اپنی جان، مال، عزت وآبرو کی مدافعت کا حوصلہ جو اس کا اخلاقی، سیاسی اور مذہبی حق ہے نہ رکھتی ہو ایسی قوم کے تابناک مستقبل کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتا۔ اسی لیے آپ نے ۱۹۷۲ء میں ایک اور فعال اور متحرک نیم عسکری تنظیم کو وجود بخشا۔ جس کا نام ''تحریک خاکسارانِ حق'' ہے۔ آپ نے اسے ملک کے طول وعرض میں پھیلانے کی کوشش کی اور یہ آپ کے اخلاق کا روشن ثبوت ہے کہ تحریک نے تھوڑے عرصہ میں ملک گیر پوزیشن حاصل کر لی۔ ''کل ہند خاکسارانِ حق'' میں علاوہ عوام کے ہزارہا سرگرم وکلا، دانشور، پروفیسر، ڈاکٹر اور سماجی قائدین بھی ہیں۔ یہ تنظیم ظلم وستم کے انسداد، امن وشانتی کے قیام اور ملک کے دینی اور ملّی جلسے، کانفرنسوں اور مختلف قومی تقریبات اور اعراسِ بزرگانِ دین میں اپنی رضا کارانہ خدمات سے اہلِ ملک کو کافی حد تک متوجہ کیا۔ غرض کہ ''تحریک خاکسارانِ حق'' کے سپاہی ہر موقع پر اپنی خدمات نذر کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ ۳۷''

''حضور مجاہد ملت کی ''تحریک خاکسارانِ حق'' سے متعلق کیا حوصلے، کیا ولولے تھے، اس کی ہر کس وناکس کو خبر نہیں۔ اگر حضور مجاہد ملت کے متعین کردہ ضوابط کے مطابق خاکسارانِ حق کے اعلیٰ عہدہ داران سرگرم عمل ہوئے تو وہ دن دور نہیں جب تحریک کے مثبت نتائج ملک وقوم کو نصیب ہوں گے۔ اور پورا ملک امن وشانتی کا گہوارہ بن کر اُبھرے گا اور قوم کا ہر فرد ٹھنڈی سانس لے کر چین وسکون کی زندگی بسر کرے گا۔''

''تحریک خاکسارانِ حق'' دینی، ملّی، سیاسی اور عالمی امن کے لیے قائم کی گئی تھی۔ اس تحریک میں شمولیت کے لیے مذہب ومسلک کی کوئی قید نہیں تھی۔ ہر مذہب ومسلک کے

ماننے والوں کے لیے اس کے دروازے کھلے تھے۔ ہر فرد کے لیے تحریک کے اُصول و ضوابط کی پابندی لازمی تھی۔ اس تحریک کے اغراض و مقاصد اور اصول وضوابط پر زعمائے جماعت اور دانشورانِ قوم وملت نے سنجیدگی سے غور وخوض کیا ہوتا اور اس کے فروغ واستحکام میں حصہ لیا ہوتا تو اس کے دوررس نتائج سامنے آتے اور باشندگانِ ملک عموماً اور مسلم قوم خصوصاً بہت سارے نقصانات سے بچ جاتی۔ ایک امن پسند معاشرے کی تعمیر کے لیے جن بنیادی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے یا ایک امن پسند معاشرہ جن عناصر سے تشکیل پاتا ہے وہ سارے عناصر اس کے اغراض و مقاصد اور اصول وضوابط میں موجود ہیں۔ ذیل میں تحریک کے اغراض ومقاصد اور اصول وضوابط ملاحظہ کریں۔

اغراض ومقاصد

(۱) تمام انسانی ضرورتوں کو خواہ وہ انسان کسی مذہب وملت کا ہو، انسانیت کے ناطے حتی الوسع پوری کرنا اور سیاسی، معاشرتی، تعلیمی، اخلاقی، صنعتی، تجارتی، اقتصادی اور ٹھوس تعمیری خدمت وحفاظت کرنا اور اس کے استحکام کی عملی جدوجہد کرنا،

(۲) حقیقی جمہوریت کو عملی شکل دینے کے لیے اور پسماندہ اقوام کی ترقی کے لیے جدوجہد کرنا،

(۳) انسانی بنیادوں پر ملّی مساوات قائم کرکے بے جا تعصّب اور نفرت ختم کرنا،

(۴) عالمی امن اور انسانی تحفظ کی خاطر ہمہ وقت جدوجہد اور ایثار وقربانی کے لیے مکمل تیار رہنا۔

(۵) شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں ملک کے آئین اور حکومت کے تعمیری کاموں میں تعاون کرنا، غریب انسانوں کے درمیان غربت اور افلاس کو مٹانے اور خوش حال اور معاشی وسائل پیدا کرنے کے لیے محنت کو بنیاد بناکر تعمیری منصوبہ بندی کے ذریعے یا امدادِ باہمی کی بنیاد پر صنعتی وتجارتی مرکز قائم کرنا،

(۶) ملک کے جوان طبقہ کے اخلاق و کردار کو بلند اور ان کی جسمانی طاقت کو مستحکم

بنانے نیز اطاعت گذار نظم پیدا کرنے کے لیے ایک صف میں کھڑا کر کے جسمانی ورزش کی ترغیب دینا،

(۷) برائیوں کو روکنا اور بھلائیوں کو پھیلانا، مظلومین کی مدد کرنا، عبادت گاہوں کی اور مقبروں کی حفاظت کے لیے عملی جد وجہد کرنا،

(۸) غیر مسلم خاکسارانِ حق کے سپاہی کو کبھی اسلامی عبادت پر مجبور نہیں کیا جائے گا البتہ جوا، شراب، بدکاری، بے حیائی خود ترک کرنے کی ترغیب دینے کی تاکید کرنا نیز اطاعتِ امیر لازمی ہوگی۔

کُل ہند تحریک خاکسارانِ حق کے بائیس ۲۲ اُصول

۱۔ خاکسارانِ حق کا مسلمان مجاہد یا معاون کسی اسلامی اُصول کی مخالفت نہ کرے گا،

۲۔ خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا کرے گا،

۳۔ مجاہدانہ اور سپاہیانہ قابلیت پیدا کرے گا،

۴۔ اپنے مقرر کردہ سالار کے حکم کو خواہ وہ کتنا ہی تکلیف دہ کیوں نہ ہو، بلا حیل وحجّت مانے،

۵۔ خدا اور رسول جلّ جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں ہر قربانی کے لیے تیار رہنا،

۶۔ وقت کا پابند رہنا،

۷۔ ہر کام میں خدا کا خوف پیشِ نظر رہے،

۸۔ اپنے اندر روحانی جذبہ پیدا کرے۔ شیطانی ونفسانی خواہشات کو کچل دے،

۹۔ بلا معاوضہ خدمتِ خلق کرے،

۱۰۔ ارکانِ خمسہ اور تمام ضروریاتِ اسلام پر مضبوطی سے قائم رہے،

۱۱۔ متعلقہ خدمات کی انجام دہی میں تمام ہی غفلتوں اور سُستیوں کو ترک کر کے خلق کی خدمت کے بلند مقاصد کے لیے قرآنِ کریم کی (متابعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّیت میں) احادیث نبوی سمجھ کر خاکسارانِ حق بیلچہ کا اوزار اپنے پاس رکھیں۔

۱۲۔ فوج کی طرح مارچ کرے اور سپاہیانہ قواعد (پریڈ) کرے۔

۱۳۔ خاکی وردی بنائے اور اس پر خادم کا سُرخ نشان لگائے۔

۱۴۔ تمام غفلتوں اور سستیوں کو دور کرے۔

۱۵۔ قوم کے ہر شخص کو مرکزی اجتماع میں عملاً شرکت کے لیے تیار کرے۔

۱۶۔ کمزور اور ہر ضرورت مند کی حتی الوسع مدد کرے۔

۱۷۔ ہر خاکسار آپس میں جب ملے فوجی انداز میں السلام علیکم کرے۔

۱۸۔ ملک کے امن و امان اور سلامتی سالمیت کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا، ملک کے آئین کا لحاظ رکھتے ہوئے تعمیری کاموں میں حتی الوسع حکومت سے منصفانہ تعاون کرنا، غیر ملکی ظالمانہ حملے کے وقت متحد ہو کر ملک کا تحفظ کرنا۔

۱۹۔ تمام مخرب اخلاق مثلاً جوا، شراب، بدکاری، بے حیائی، بے پردگی، جہیز کی کثرت اور دولہا کے مطالبات وغیرہ کے انسداد کی پوری کوشش کرنا۔

۲۰۔ غیر شرعی رسم و رواج جو مسلمانوں میں داخل ہو گئے ہیں، ان کی جگہ صحیح طریقۂ اسلامی کو رواج دینا۔

۲۱۔ تمام انسانوں میں یک جہتی پیدا کرنا۔

۲۲۔ حالاتِ دنیا کے ساتھ آخرت سے بھی باخبر رہنے کی کوشش کرے۔

خاکسارانِ حق کے کام اور ان کا طریقۂ عمل

۱: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا۔

۲: مخلوق کی خدمت کرنا اور اس کے حقوق کی حفاظت کرنا۔

۳: خود نیک بننا اور دوسروں کو نیک بنانے کی کوشش کرنا۔

۴: اپنے سالار کے حکم کی اطاعت کرنا۔

۵: خاکسارانِ حق کے بکھرے ہوئے امن پسند افراد کو ایک اور نیک بنانے کے لیے ایک تنظیم میں جوڑنے کی کوشش کرنا۔

۶: سالار کے حکم کی اطاعت کی تعلیم دے کر ان میں سننے اور خلوص کے ساتھ کام کرنے کی عادت ڈالنا۔

۷: خدمت خلق کے ذریعے نسلی، طبقاتی، لسانی، بے جا نفرت کو دور کر کے یک جہتی پیدا کرنا۔

حضور مجاہد ملت نے ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء میں خانقاہِ حبیبیہ کی بنیاد رکھی۔

۱۳۹۴ء/ ۱۹۷۴ء میں حبیب المطابع کا اجرا فرمایا۔ ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء ہی میں آپ نے مکتبۃ الحبیب قائم فرمایا۔ آپ نے خود کو تاحیات انتہائی مصروف رکھا۔ اور یہ مصروفیت اپنے لیے نہیں تھی۔ اپنے لیے سوچنا آپ غیرتِ عشق کی توہین سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبے میں دینی تقدس کی بحالی کے لیے آپ پیدا ہوئے تھے۔ اس طرح ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۴ء میں علم وعمل، زہد و تقویٰ اور عشق و عرفان کا جو سورج دھام نگر شریف، اڑیسہ کی سرزمین سے طلوع ہوا تھا ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء میں ممبئی کی سرزمین پر ہمیشہ ہمیش کے لیے غروب ہو گیا۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شانِ رہبری تری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیرِ کارواں تجھ پر

حضور مجاہد ملت کی کتابِ حیات کا کوئی ورق چھپا نہیں ہے اور انھوں نے خود کو کبھی چھپانے کی بھی کوشش نہیں کی۔ ان کی ذات سے وابستہ جو چیز دنیا کے لیے حیران کن ہے، وہ یہ کہ رئیسِ وقت ہوتے ہوئے فقیری کو کیوں قبول کیا؟ آخر رئیسی پہ فقیری کو ترجیح دینے کے اسباب کیا ہیں؟ اس حوالے سے بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے، لیکن یہاں ساری داستان کو چند جملوں میں یوں سمیٹا جا سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم ابن ادھم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار کسی دریا کے کنارے بیٹھ کر اپنی پھٹی ہوئی گدڑی سل رہے تھے۔ کسی آشنا کی آپ پہ نظر پڑ گئی۔ آپ کو اس حال میں دیکھ کر اسے افسوس ہوا۔ اس نے آپ سے سوالیہ انداز میں پوچھا کہ اے ابراہیم یہ بتاؤ کہ تمھیں تخت حکومت چھوڑ کر کیا ملا؟ آپ نے جواب دیا کہ کیا تم دیکھنا چاہتے ہو کہ تخت حکومت چھوڑ کر مجھے کیا ملا؟ اُس نے کہا ہاں میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ جس سوئی سے آپ اپنی گدڑی سل رہے تھے، اسے دریا میں ڈال دیا۔ آپ نے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ اے مچھلیو! میری سوئی لا کر مجھے دو۔ اسے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ مچھلیوں کی ایک بہت بڑی

جماعت دریا کے کنارے آئی اور ہر مچھلی کے منہ میں سونے کی سوئی تھی، جو آپ کی طرف بڑھا رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے سونے کی سوئی کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے میری وہی لوہے کی سوئی چاہیے۔ پھر ایک مچھلی وہی سوئی لے کر حاضر ہوئی اور اسے آپ نے قبول کر لیا۔

حضور مجاہد ملت نے رئیسی کو کبھی محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ پھر بھی جب تک رئیسی ان سے اپنا رشتہ جوڑے رہی۔ وہ اپنے اسٹیٹ میں عزت واحترام سے دیکھے جاتے رہے۔ اہلیانِ اسٹیٹ آپ کو محمد حبیب الرحمن کے نام سے جانتے تھے۔ اور جب رئیسی کو آپ نے اپنے قدموں سے ٹھوکر ماردی تو آپ حقیقت میں محمد حبیب الرحمن ہو گئے۔ حرارتِ عشق نے آپ کی رفعت شان کو کائنات میں خوشبو کی طرح پھیلا دیا۔ پہلے جبراً عقیدت کی جبیں خم ہوتی تھیں لیکن اب عقیدت کی جبینیں آپ کے دیوار و در کا طواف کرنے لگیں۔

حضور مجاہد ملت کی زندگی کی بکثرت جہتیں ہیں اور ہر جہت مستقل ایک عنوان کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی ولادت ایک امیر ترین گھرانے میں ہوئی۔ دولت وثروت کے ماحول میں آپ کی پرورش ہوئی۔ بے پناہ دولت وثروت کے آپ تنہا وارث و مالک تھے۔ عشرتوں کی بھیڑ میں درویشی کو آپ نے ترجیح دی۔ علما و مشائخ کے ہجوم میں آپ کے خصوصی امتیازات تھے۔ مفتیانِ عظام کی جماعت میں آپ کا جداگانہ مقام تھا۔ مناظرین کی صف میں آپ کی صدارت مسلّم تھی۔ علومِ عقلیہ ونقلیہ میں وحید دہر تھے۔ عشق وعرفان کی بزم میں آپ کی حیثیت ماہِ کامل کی تھی۔ جرأت و بے باکی آپ کے خمیر میں شامل تھی۔ خود کو مصیبت میں ڈالنا اور دوسروں کو مصیبت سے بچانا، آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ علما نوازی اور غربا پروری آپ کو محبوب تھی۔ ظلم و جبر سے آپ کو شدید نفرت تھی۔ زہد و پارسائی آپ کی شناخت تھی۔ حکمت ودانائی آپ کی زینت تھی۔ فروغِ عشق رسالت آپ کا مقصدِ حیات تھا۔ اس طرح کے بکثرت عناوین آپ کی زندگی سے جڑے ہوئے ہیں جو تفتیش، تحقیق اور تشہیر کا تقاضا کرتے ہیں۔ علما و مشائخ اور اہلِ زبان وقلم نے اپنے اپنے طور پر مذکورہ خصوصیات کا اظہار واعتراف کیا ہے۔

''حضور مجاہد ملت حیات وخدمات اور اعترافات'' اس عنوان پر اب تک باضابطہ کوئی

کتاب میری نظر سے نہیں گذری ہے۔ بعض رسائل و جرائد اور نمبرات میں اس موضوع پر گفتگو ملتی ہے لیکن اس کی حیثیت تمہیدی ہے۔ جبکہ یہ ایک مستقل عنوان ہے۔ ہماری یہ کوشش حرفِ آخر کی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ اس میں تفصیل کی ابھی بہت گنجائش ہے۔ ہماری اس کوشش کو زیادہ سے زیادہ ایک خوب صورت ابتدائیہ کا نام دیا جاسکتا ہے۔ کسی بھی کتاب کے حوالے سے قارئین کا فیصلہ اہم ہوتا ہے۔ لیکن اس دور کا المیہ یہ ہے کہ کتاب کو قارئین نہیں ملتے۔ ہاں حضور مجاہد ملت کے اہلِ عقیدت سے دنیا بھری ہوئی ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ ان کے عقیدت مندوں میں یہ کتاب پذیرائی حاصل کرے گی اور علم دوست حضرات سے بھی ہمیں بہتر سلوک کی اُمید ہے۔ ہماری یہ حقیر کوشش آپ کی نگاہ میں اگر کسی لائق ہے تو اپنے قیمتی تاثرات لکھ بھیجیں۔ آپ کے تاثرات سے ہمارے حوصلوں کو توانائی ملے گی اور ہمارے اندر مزید سے مزید تر کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ کسی کی دینی، ملّی اور علمی خدمات کا اعتراف خدمت دین ہی میں شامل ہے۔ رائے مثبت ہو یا منفی انشراحِ صدر کے ساتھ قبول کی جائے گی۔

دُعاؤں کا طالب

ابوالعاکفؔ

محمد رحمت اللہ صدیقی

۱۷ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ / ۷ فروری ۲۰۱۵ء

کتابیات

۱۔ نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۴۷۔۴۸

۲۔ نوائے حبیب کا مجاہد ملت نمبر، ص ۱۲۲

۳۔ نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۲۱۲

۴۔ نوائے حبیب کا مجاہد ملت نمبر، ص ۶۷، ۶۸

۵۔ ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۴۳، ۱۴۴

۶۔ میر حکمت در ارو، ج ۱، ص ۴۸

۷۔ نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۶۳، ۱۶۴

۸۔ ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۶۷، ۱۶۸

۹۔ نوائے حبیب کا مجاہد ملت نمبر، ص ۱۷۳، ۱۷۴

۱۰۔ نوائے حبیب کا مجاہد ملت نمبر، ص ۱۷۵ تا ۱۷۸

۱۱۔ نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۸۱، ۱۸۲

۱۲۔ لمحہ لمحہ، ص ۶۹، ۷۰

۱۳۔ لمحہ لمحہ، ص ۹۷، ۹۸، ۹۹

۱۴۔ اخبار سیاست جدید، کانپور، مورخہ ۲۷/ اگست ۱۹۸۰ء

۱۵۔ نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، صفحہ ۱۸۷ تا ۱۹۱

۱۶۔ نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۳۶

۱۷۔ نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۶۶، ۱۶۷

۱۸۔ حضور مجاہد ملت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت

۱۹۔ حضور مجاہد ملت کا گوشۂ حیات، ص ۵۷

۲۰؎ طبقات الاولیاء امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی جلد اوّل مطبع مصر ص: ۱۳۱

۲۱؎ طبقاتِ کبریٰ ص: ۱۳۰

۲۲؎ بہجۃ الاسرار شریف امام اجل سیّدی ابوالحسن نورالدین علی بن جریر شطنوفی قدس سرہٗ مطبع مصر ص: ۳۹

۲۳؎ بہجۃ الاسرار شریف ص: ۴۰

۲۴؎ نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸

۲۵؎ ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۱۹، ۱۲۰

۲۶؎ ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۱۹

۲۷؎ نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۵۶، ۵۷

۲۸؎ ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۰

۲۹؎ نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۴۲۴

۳۰؎ نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۴۲۵

۳۱؎ ماہنامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر، ص ۲۰۸

۳۲؎ تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر، ص ۲۷۳

۳۳؎ تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر، ص ۲۷۴

۳۴؎ تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۳۸

۳۵؎ تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر، ص ۲۷۴

۳۶؎ نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۳۵

۳۷؎ نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۷۰

۳۸؎ تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر، ص ۴۴، ۴۵

حضرتِ حجۃ الاسلام کی آنکھوں کی ضیا
فیض یابِ شہِ والا ہیں لکھوں لکھتا رہوں
سید اولادرسول قدسی

باب
اعترافات

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد حامد رضا خاں بریلوی

میں نے علم اور صلاح مبین کی پیشانی کو سعادت کے نوروں سے درخشندہ اور سرداری کی علامتوں کے پھولوں سے مسکراتے ہوئے دیکھا۔ اس ذات کی وجہ سے جو شخصیتوں میں سراپا خیر و برکت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بات ڈالی اور میرے پروردگار نے مجھے الہام کیا کہ میں ان کو مکمل عام اجازت دوں تو میں نے نیک بخت، قابلِ تعریف بھائی کو اجازت دی جو اچھے، لائق، مہربان، صوفی باصفا، وفادار، مخلص، تیز، حسین، مضبوط دل والے، ٹھوس منصب والے اور مستحکم رائے والے۔ بلند سنتوں کے حامی اور قابلِ نفرت فتنوں کی سرکوبی کرنے والے، ہم عصروں اور فضل و کمال والوں میں قابلِ فخر، عمدہ عادات و اطوار والے، فضل اور اونچے اخلاق والے، فاضل، کامل، لائق ادیب، ذہین حبیب میرے محبوب و محبّ ہیں۔ میرے دل کا ٹکڑا، میرے جگر کی تسکین، میرے قلب کی راحت، میری آنکھ کے نور، اس زمانے کے بہتر فرد اور اس زمانے کے نادر شخص، بڑوں کی آنکھ کی پتلی، مولانا مولوی محمد حبیب الرحمٰن ولد شیخ محمد عبدالمنان (اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے)۔

حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی

''فقیر پورے یقین کے ساتھ کہتا ہے کہ حضور مجاہد ملت قبلہ مدظلہ العالی کا کوئی قول و فعل ہرگز ہرگز اہلسنّت کے خلاف نہیں ہے۔ اگر انھوں نے ''جماعت کل ہند خاکساران حق'' قائم کی ہے تو اس میں ان شاء اللہ تعالیٰ اہلِ سنّت ہی کا مفاد و فائدہ ہوگا۔''

صدر الافاضل حضرت مولانا مفتی سید شاہ نعیم الدین مرادآبادی

آج تم چاروں کو تر ایا ہے، میدانِ محشر میں نہ جانے کتنے گنہگاروں کو پار لگا دیں گے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر بدایونی

''ہمارا اور مولانا حبیب الرحمن کا یہ فرق ہے کہ ہم لوگ سب سے ڈرتے ہیں۔ خدا سے نہیں ڈرتے اور مولانا حبیب الرحمن کسی سے نہیں ڈرتے صرف خدا سے ڈرتے ہیں۔''

حضور امین شریعت حضرت مولانا مفتی محمد رفاقت حسین کانپوری

آپ ہمیشہ کھلی تہبند زیب تن فرماتے تھے اور جب اس موضوع کے فنی پہلوؤں پر گفتگو ہوتی تو آپ کا یہ سوال سب کو خاموش کر دیتا کہ سلی ہوئی تہبند زیب تن فرمانے کی کوئی سند عطا فرمائیں۔

شمس العلماء حضرت مولانا مفتی شمس الدین احمد جونپوری

حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے لائق شاگردوں میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قادری اُڑیسوی علیہ الرحمہ بھی تھے۔ عالمِ باعمل ہونے کی حیثیت سے بھی اپنے تمام ساتھیوں میں امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ تواضع اور احباب نوازی خصوصاً شاگرد پروری میں تمام اقران وامثال پر فائق تھے۔ مناظرے میں بے حد کامیابی حاصل تھی۔ ان کی کامیابیاں بہت قابلِ لحاظ ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہم عمروں اور ہم عصروں میں یہ مرتبہ کسی کو حاصل نہ تھا تو کچھ مبالغہ نہ ہوگا۔

قطب مدینہ حضرت مولانا مفتی محمد ضیاء الدین مہاجر مدنی

''میں نے زندگی بھر ایسا مردِ مجاہد نہیں دیکھا جو گستاخانِ رسول کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنے مشن کی تکمیل میں سرگرداں رہا ہو۔''

حضور حافظِ ملت حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز مبارکپوری

''حضور مجاہد ملت کو نیکی کا ہیضہ ہو گیا ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ پوری دنیا یک بیک نیک ہو جائے مگر ان کی یہ خواہش عین سنّتِ رسول ہے۔''

حضرت مولانا مفتی سیّد شاہ محمد قائم رضوی چشتی قتیل داناپوری

موت تو بہر حال آتی ہے مگر اس کے اثرات دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جس کا عام طور پر کسی خاص شخص وافراد خاندان پر اثر ہو۔ دوسری وہ جس سے قوم وملک متاثر ہو۔ دنیا میں ایسی ایسی انگنت شخصیتیں ظہور پذیر ہوئیں اور آنکھوں سے چھپ گئیں جو باوجود بعد زمانہ آنکھوں سے دور اور دل سے قریب ہیں۔

مثلاً غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، سلطان الہند حضرت خواجہ اجمیری، سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شرف الدین یحییٰ منیری بہاری وغیرہم قدست اسرارہم، جو کسی وقت اور کسی حال میں بھی بھولتے ہی نہیں۔ ایسی گراں قدر روحانی ہستیوں کے نقشِ قدم پر چل کر دین والے الگ اور دنیا والے الگ مستفیض و کامیاب ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے۔

یہ سلسلہ ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک قائم و باقی رہے گا۔ چنانچہ اسی نوعیت کی ایک ہستی جو دین و دنیا دونوں کی سنگم تھی چودھویں صدی ہجری میں خاکِ دھام نگر سے ظاہر ہوئی۔ اور پندرھویں صدی کے آغاز میں اپنے معتقدین و متوسّلین نیز احباب و عوام کو روتا اور نالہ کناں چھوڑ کر خاکِ دھام نگر میں ہی روپوش ہوگئی ۔

دل اپنی طلب میں صادق تھا بیتاب سوئے مطلوب گیا
دریا سے یہ موتی نکلا تھا دریا ہی میں جا کر ڈوب گیا

آج تمام اخبار، رسالے، میگزین اور سارا ہندوستان اس گراں مایہ شخصیت کو خراجِ عقیدت، عاجزانہ و نیازمندانہ پیش کر رہا ہے۔ یہ وہ گراں مایہ شخصیت اور انمول ہستی ہے جسے سارا ہند و بیرونِ ہند حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن کے نام نامی و اسم گرامی سے یاد کرتا ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک یاد کرتا رہے گا۔ آپ کی ذاتِ گرامی صفات دین و دنیا کے لیے بے انتہا مفید ثابت ہوئی۔ آپ سے بڑے بڑے تعمیری کام انجام پائے۔ آپ نے جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد جیسے شاندار مدرسہ اسلامی کی بنا ڈالی اور جماعت خاکسارانِ حق و تبلیغ سیرت کی کامیاب سرپرستی فرمائی۔

شہزادۂ قطب مدینہ حضرت مولانا سید فضل الرحمن قادری مدنی

''حضرت مولانا محمد حبیب الرحمن قادری قدس سرہٗ العزیز اہلسنّت کی شمشیر برہنہ تھے۔ حق کہنے میں کسی قسم کا کوئی خوف محسوس نہیں کرتے تھے۔ اپنا گوشت پوست کا ہاتھ بے دھڑک لوہے کے ہاتھ میں دیتے تھے۔ غیروں کی حکومت اور پھر ان کے سامنے اپنے عقائد بیان کرنے اور ان کے عقائد باطلہ کی تردید فرمانے میں اپنے زمانے میں آپ وحید اور اپنی

مثال آپ تھے۔ سیدنا غوثِ اعظم سے جو آپ کو عشق تھا یہ ان ہی کا حصہ تھا۔ جس نے آپ کو اپنے معاصرین میں سب سے ممتاز حیثیت اور اعلیٰ مقام پر فائز کر دیا تھا۔ ان کی مدینہ طیبہ سے محبت اور بقیع شریف کی طلب مومن کے دل کو تڑپا کر رکھ دیتی۔ اپنے مشائخ کی جس قدر تعظیم آپ فرماتے تھے کسی دوسرے سے ممکن نہ تھا۔ حضرت سیدی والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں آپ کا خاص مقام اور قدر و منزلت تھی۔''

سرکارِ کلاں سید شاہ محمد مختار اشرفی جیلانی، کچھوچھہ شریف

حضرت مجاہد ملت علامہ الحاج الشاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب القادری اڑیسوی علیہ الرحمہ کی ذات بلاشبہہ ملتِ اسلامیہ کی آن، اہلسنّت و جماعت کی آبرو اور دین و دنیا کی رونق تھی۔ اُن کی مبارک زندگی اور ان کی تعلیمات مشعلِ راہ بھی تھی اور حیات قلب و جگر کا باعث بھی۔ وہ علم و فضل اور خلوص و تقویٰ کے ایک ممتاز مقام پر فائز تھے۔ اور آستانۂ اشرفیہ سے بڑی عقیدت تھی اور عرس شریف کے موقع پر برابر شرکت فرماتے رہے۔ اور میرے لیے تو ان کی ہستی اس لیے بھی قابلِ احترام ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت امام العارفین شیخ المشائخ حضرت الحاج سید شاہ علی حسین صاحب، سجادہ نشین آستانۂ اشرفیہ رحمۃ اللہ علیہ سے بلا واسطہ فیض پا کر سلسلۂ قادریہ اشرفیہ میں خلعتِ خلافت سے مشرّف تھے۔ غرضیکہ حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ تمام خوبیوں کے جامع تھے۔ یہ ایک ایسا عظیم حادثہ ہے جس نے سب کو مغموم کر دیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت مجاہد ملت کے روحانی فیوض و برکات سے ہم سب کو مستفیض فرمائے۔ آمین

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری

اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے میں فخر محسوس کرتا ہوں کہ اپنی زندگی کا ایک طویل حصّہ میں نے حضرت مجاہد ملت کی خدمت میں گزارا ہے۔ سفر و حضر میں ان کی ہمرکابی کا بارہا شرف حاصل ہوا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ بارہ مناظروں میں ان کے ساتھ میں نے سفر کی سعادت حاصل کی ہے، جن میں سے آٹھ مقامات پر میں نے حضور مجاہد ملت کی صدارت میں کامیاب مناظرہ کیا ہے۔ یہ بالکل امر واقعہ ہے کہ مناظرہ کے اُصول و رُموز، بحث و

استدلال کے ضابطے اور گفتگو کے قواعد و آداب کا جو سرمایہ بھی میرے پاس ہے وہ حضور مجاہد ملت ہی کا عطا کردہ ہے۔

پاسبانِ ملت حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی، بانی دار العلوم غریب نواز، الٰہ آباد

مجاہدِ ملت! ایک ایسی فقید المثال ونادرِ روزگار شخصیت کا نام ہے جس کی زندگی کے عام گوشوں میں ''انفرادیت'' ایسی ایسی کوٹ کوٹ کر بھری ہے جو ان کے معاصرین اور ان کے درمیان خطِ فاصل کا کام کرتی ہے۔ جس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

(۱) عام لوگوں کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ وہ تھوڑی سی پونجی سے سرمایہ دار بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف سرکار مجاہدِ ملت ایک عظیم اسٹیٹ کے مالک تھے لیکن دین کی راہ میں اُسے اپنے لمبے لمبے ہاتھوں سے ایسا لٹایا کہ اس دنیائے ناپائیدار سے اس طرح گئے کہ نہ کوئی بینک بیلنس تھا، نہ کوئی تجوری اور نہ کوئی ایسی صندوقچی جس میں ایک کانی کوڑی محفوظ ہوتی۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را۔ گویا اسٹیٹ کو پاؤں کی ٹھوکر ماری اور درویشی کی چادر اوڑھ لی۔

(۲) ہماری عام درسگاہوں میں ''میر قطبی'' کے بعد ''ملّا حسن'' پڑھائی جاتی ہے لیکن علوم و معارف کے اس بحر ذخار نے جب درسگاہ سنبھالی تو ''ملّا حسن'' کی جگہ ''شرح مرقاۃ'' جیسی معریٰ کتاب کو جس پر ایک سطر کا حاشیہ تک نہیں، اسے داخلِ نصاب کیا اور اسی کتاب میں ملّا حسن، ملّا جلال، قاضی، حمد اللہ تک کے مباحث کو کھنگال دیتے، جو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ انھیں معقولات پر کس حد تک ید طولیٰ حاصل تھا۔

(۳) آل انڈیا تبلیغ سیرت کلکتہ کانفرنس کی صدارت فرماتے ہوئے شیخ الاسلام حضرت مولانا عبد القدیر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارا اور مولانا حبیب الرحمٰن کا یہ فرق ہے کہ ہم لوگ سب سے ڈرتے ہیں، خدا سے نہیں ڈرتے اور مولانا حبیب الرحمٰن کسی سے نہیں ڈرتے صرف خدا سے ڈرتے ہیں۔۔۔۔۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضور شیخ الاسلام کے یہ جملے سرکار مجاہد ملت کی زندگی کی صحیح عکاسی کرتے ہیں۔

(۴) تبلیغ سیرت پٹنہ کانفرنس میں حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں اب سیاست سے دور ہو گیا لیکن اگر ضرورت پڑی تو چور دروازے سے نہیں صدر دروازے سے آؤں گا اور مولانا حبیب الرحمٰن کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر جیل کی نوبت آئی تو ان کے پیچھے سب سے پہلے عبدالقدیر نظر آئے گا۔

(۵) مجاہد ملت کی زندگی ریل کی کم جیل کی زیادہ تھی۔

(۶) علی العموم یہ دیکھا گیا کہ مشائخ طریقت کی پیری مریدی ان کے گھروں سے باہر کامیاب رہی۔ الاّ ماشاء اللہ۔ لیکن مجاہد ملت نے اپنے مریدین کی سب سے بڑی فوج اپنے وطن مالوف دھام نگر شریف میں چھوڑی ہے۔ دھام نگر کے بعد حضرت علیہ الرحمہ کا وطن ثانی الہٰ آباد تھا۔ چنانچہ دھام نگر کے بعد حضرت کا حلقۂ ارادت الہٰ آباد ہی ہے، جو ان کے کردار کی پختگی کی بھرپور ضمانت ہے۔

(۷) تقسیم ہند کے بعد جب مذہبی و نیم سیاسی جماعت کی ضرورت محسوس کی گئی تو ایسے نازک و کٹھن ماحول کی قیادت کے لیے جمہور علمائے اہلِ سنّت کی نظر حضور مجاہد پر پڑی اور حضرت کے غائبانہ بمبئی کی مجلس میں حضرت کو صدر منتخب کیا گیا۔ جس کی توثیق بریلی شریف میں آخری نشست میں کر دی گئی۔

چنانچہ جب جماعت کی طرف سے یہ بوجھ حضرت کے کاندھے پر ڈالا گیا تو عجم سے لے کر عرب تک اس کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔ جس پر ان کا سفرِ حج شاہد عدل ہے اور بالیسر، سلطانپور، غازی پور جیل کی زنجیریں و بیڑیاں آج بھی گواہ ہیں۔

(۸) ریاست پاؤں کی دھول تھی لیکن کبھی بھی فرسٹ کلاس میں سفر نہ فرماتے۔ اپنے اس معمول میں سیدی سرکار مفتیِ اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوری پوری پابندی فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے: قوم کا پیسہ رائگاں نہیں کرنا چاہیے۔ ابتدائی دَور میں نذرانہ قبول ہی نہ فرماتے۔ ۱۹۴۷ء میں اسٹیٹ ٹوٹنے کے بعد اگر بہ منت و سماجت نذرانہ قبول بھی فرماتے تو بقدر ضرورت اور اکثر اُسے بھی تبلیغ سیرت کے فنڈ میں جمع کرا دیتے۔

(۹) عہدِ شباب سے عہدِ پیری تک کے تقریباً تمام اہم مناظروں کی ننانوے ۹۹ ر فیصدی صدارت فرمائی۔ حضرت کا آخری مناظرہ غیر مقلدین سے بیجر ڈیہہ ضلع بنارس کا تھا۔ مناظرہ کے آخری روز ۱۲ ربجے کے بعد حضرت نے مجھ جیسے تہی دست کی صدارت کا اعلان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اب میں نے مناظرے کی صدارت عزیزی مولوی مشتاق کو سونپ دی اور بطور ضابطہ اعلان فرمایا کہ اس کا کہنا میرا کہنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ تو حضرت کا صرف کرم تھا ورنہ من آنم کہ من دانم۔

حضرت کو مناظرہ سے والہانہ شغف تھا۔ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ مناظرے کو سونگھا کرتے تھے اور بسا اوقات بن بلائے پہنچ جاتے۔ اگر اس موضوع پر لکھا جائے تو مستقل ایک کتاب بن جائے۔

بریلی شریف کا اہم مناظرہ جو شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مولوی منظور احمد نعمانی کے درمیان ہوا۔ حضرت مجاہد ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی صدارت فرمائی تھی۔

(۱۰) صوبہ گجرات ضلع کھیڑا میں جب فتنۂ ارتداد نے سر اُٹھایا تو سب سے پہلے حضور مجاہد ملت جماعت کی نمائندگی فرماتے ہوئے ''تبلیغ سیرت'' کا وفد لے کر پہنچے۔ یہ خادم بھی شریکِ سفر تھا۔

(۱۱) سمپورنا نند کے دورِ وزارت میں جب اخبار پانیر نے توہینِ نبوت کی، تو سب سے پہلے آپ بادلوں کی گھن گرج کے ساتھ میدان میں کود پڑے۔ شیر اور ہاتھی کی طرح جب للکارتے اور چنگھاڑتے آگے بڑھے تو یو پی وزارت کے قدم ڈگمگا گئے۔

(۱۲) ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کے انسداد کی خاطر آپ نے ''خاکسارانِ حق'' کی داغ بیل ڈالی اور اُسے بیلچہ کے ساتھ ایک عسکری لباس بھی دیا جو آج ملک کے مختلف حصّوں میں اپنا دستوری کام کر رہی ہے۔

(۱۳) دارالعلوم جامع حبیبیہ، خاکسارانِ حق اور آل انڈیا تبلیغ سیرت آپ کی

یادگاریں ہیں۔

ڈاکٹر سیّد محمد امین میاں صاحب، مارہرہ مطہرہ

رئیس التارکین حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کا اسم گرامی محتاجِ تعارف نہیں، مذہب اہلِ سنّت کے لیے ان کی خدمات نا قابلِ فراموش ہیں۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی (اقبالؔ)

سعودی حکومت کے ظلم و جبر کے خلاف حضور مجاہد ملت نے استقامت کی جو مثال پیش کی وہ نا قابلِ فراموش ہے۔ ایک عالمِ دین، پیر طریقت، مدرّس، مقرر، رہنمائے قوم کی حیثیت سے ان کے کارنامے ہمیشہ یاد کیے جائیں گے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ممتاز شاگرد حضور مجاہد ملت اکثر خانقاہِ برکاتیہ تشریف فرما ہوتے۔ عمِّ مکرم حضور سید العلما اور والد ماجد حضرت احسن العلما علیہم الرحمہ ان کی خدماتِ جلیلہ کے معترف تھے۔ بریلی شریف میں مجھے حضرت والا سے کئی بار نیاز حاصل ہوا۔ عابد شب زندہ دار کے بارے میں پڑھا تو تھا مگر مجاہد ملت کی شکل میں آنکھوں سے بھی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، پاکستان

مجاہد ملت ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء میں دھام نگر (اڑیسہ، بھارت) میں پیدا ہوئے اور ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء میں وصال فرمایا۔ وہ صوبہ اڑیسہ کے جاگیر دار تھے مگر انھوں نے شاہی میں فقیری کی۔ سادگی کا یہ عالم ایک تہبند، ایک کُرتا، ایک عمامہ، شانوں پر ایک رومال ۔۔۔۔ وقت کے نامور فضلا ان کے اُستاد رہے مثلاً شاہ عبد القدیر بدایونی، مولانا امجد علی اعظمی، شاہ علی حسین اشرفی، مولانا حامد رضا خاں بریلوی، مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی وغیرہ اور ہم سبقوں میں مولانا سردار احمد لائل پوری، مولانا غلام جیلانی میرٹھی جیسے مشاہیر تھے۔ مجاہد ملت مدرّس بھی تھے، مقرر بھی تھے، مناظر بھی تھے۔ وہ اخلاقِ عالیہ کا پیکر تھے۔۔۔۔ علم و فضل

میں یگانہ، تقویٰ شعاری، پابندیِ سُنّت، پابندیِ نماز، مدینہ منورہ سے والہانہ محبت، احترامِ سادات، محافلِ میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اُلفت، تمنائے بقیع ان کی خاص خوبیاں تھیں۔۔۔۔ سیرت و کردار میں بے مثال، عفو و درگزر، قناعت پسند، متواضع، غریبوں کے دستگیر و غم خوار، ملت کے دردمند، خورد نواز، متحمل، مزاج، سراپا اخلاص، پیکر تسلیم و رضا، علما کا ادب کرنے والے، استاد زادوں کی تعظیم کرنے والے، حق گوئی و بے باکی میں یگانہ روزگار۔۔۔۔ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کی تفسیر، قیادت کی تو اس شان سے کہ حق گوئی کے جرم میں آٹھ بار قید و بند میں رہے مگر ذرا قدم نہ لڑکھڑائے، ذرا تزلزل نہ آیا۔۔۔۔ کہ ؎

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

الغرض مجاہد ملت علیہ الرحمہ علم و فضل میں اور سیرت و کردار میں یگانۂ روزگار تھے۔ وہ جریدۂ عالم پر اپنے نقوش چھوڑ گئے کہ ان کی یاد آتی رہے گی۔ ان کی خانقاہ آباد رہے گی۔ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو مسلکِ اہلِ سنّت و جماعت (یعنی مسلکِ اعلیٰ حضرت) پر استقامت عطا فرمائے اور ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلائے جن کے نقشِ قدم دورِ جدید کی تاریک فضاؤں میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمک رہے ہیں۔ آمین اللھم آمین

امین شریعت حضرت مولانا سبطین رضا خاں، بریلی شریف

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ عزم و ہمت کے کوہِ گراں، تقویٰ و پرہیزگاری کے پیکر، اخلاقِ نبوی کے خوگر، بڑوں کی بارگاہوں میں حد درجہ مؤدب، چھوٹوں پر انتہائی شفیق و مہربان اور باطل کے مقابلہ میں پتھر کی چٹان، متواضع و منکسر المزاج ایسے کہ جو ان کی دست بوسی کرتا، وہ فوراً بلا تاخیر اس کے ہاتھ چوم لیتے۔ جس پر بعض علما کو اعتراض بھی تھا کہ حضرت ہر فاسق و فاجر کی دست بوسی فرماتے ہیں، حالانکہ فاسق کی اہانت چاہیے نہ کہ تعظیم۔ مگر فقیر کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ حضرت کا کمالِ انکسار تھا کہ وہ اپنی اَنا کو بالکلیہ فنا کردینا چاہتے تھے۔ تا کہ انانیت کا شائبہ بھی باقی نہ رہے۔ ظاہر ہے کہ جب کسی کی دست بوسی کی جاتی ہے تو تقاضۂ بشریت کچھ نہ کچھ احساسِ برتری اس کے دل میں پیدا ہوسکتا ہے۔ حضرت اس احساس کو بھی

سرے سے ختم ہی فرما دیتے تھے، کہ نا رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ اسے بھی حضرت کی تواضع وانکساری کہا جائے یا خوردہ نوازی، اخلاقِ کریمانہ کا نام دیا جائے یا شفقت بزرگانہ کہ اب سے تقریباً بیس بچیس سال قبل انھیں کے علاقہ اڑیسہ میں ہفتہ عشرہ سفر میں ساتھ رہنے کا اتفاق ہوگیا۔ یہ زندگی میں پہلا اور آخری موقع تھا۔ اس وقت تک نہ میں حضرت سے زیادہ قریب تھا اور نہ ہی ان کی شخصیت سے پوری طرح واقف، لیکن اس ایک ہی سفر میں حضرت کے حسنِ اخلاق س ایسا متاثر ہوا کہ نہ صرف وہ دوری دور ہوگئی بلکہ ان کی عزت و عظمت، قدر و منزلت دل و دماغ میں گھر کرگئی۔ یہ بھی بزرگی کی علامت ہے کہ جو اخلاص کے ساتھ کسی بزرگ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے، وہ انھیں کا ہوجاتا ہے۔ چنانچہ میرے پیرومرشد زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا بھی یہی حال تھا کہ جو ایک مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتا، انھیں کا ہوجاتا۔

حضرت مولانا سبحان رضا خاں صاحب، بریلی شریف

امام التارکین، حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ اور ان کی گرامی قدر خدمات اہلِ علم و دانش پر قطعاً مخفی نہیں۔ آپ نے اپنی ساری زندگی دینِ متین، مسلکِ اعلیٰ حضرت کی بے لوث خدمت میں صرف کی۔ کبھی سنّت کے خلاف کوئی عمل یا گستاخانِ رسالت سے کسی بھی قسم کا اتحاد واشتراک آپ نے گوارہ نہیں کیا۔ مجاہد ملت اس عظیم ''مبلغ سنّیت'' کا نام ہے جس نے عرب کی سرزمین پر دشمنوں کی سختیاں، جیل کی صعوبتیں، پیٹھ پر کوڑوں کی شدید ضربیں، مخالفین اہلسنّت کی گالیاں، زجر وتوبیخ اور مسلکِ حق کے نام پر ذلت ورسوائی برداشت کی لیکن بدعقیدوں سے میل جول، ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا اور ان کو اپنا امام مان کر اپنے تصلّب کا خون کرنا آپ نے گوارہ نہیں کیا۔

حضور مجاہد ملت اس عظیم روحانی اور تارک الدنیا شخصیت کا نام ہے جس نے اپنا مال و متاع اپنی سرمایہ داری اور زمین وجائداد مسلکِ حق کی ترویج اور سنّیت کے فروغ میں خرچ کرکے یہ ثابت کردیا کہ اللہ والے کبھی دنیا اور متاعِ دنیا کو خاطر میں نہیں لاتے۔ خدائے

وحدہٗ قدوس نے دنیوی دولت اور زمین وجائداد اس لیے عنایت فرمایا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ نامِ خدا اور رسول (جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر قربان کر کے اپنے کردار وعمل سے ثابت کردیں کہ۔

مَیں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

حضرت مولانا سیّد شاہ عزیز احمد ابوالعلائی، سجادہ نشین خانقاہِ حلیمیہ چک الٰہ آباد

کون نہیں جانتا کہ حضور مجاہدِ ملت قدس سرّہٗ کی حیاتِ بابرکات سے نہ جانے کتنی علمی و روحانی تاریخیں وابستہ ہیں۔ جن سے دنیائے اسلام ہمیشہ فیضیاب ہوتی رہے گی۔ اپنے ماضی کو یاد رکھنے والی قوم کبھی نہیں مرا کرتی۔ کردار وعمل، تقویٰ وطہارت، ہمت وبے باکی اور حق وصداقت کا ایک نیّرِ تاباں جو تمام عمر خدمتِ دین میں مصروف رہا۔ اس عظیم انسان کے حالات وواقعات کو یکجا کرنے پر میں ادارۂ اشرفیہ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ آنے والا یہ نمبر ہر اعتبار سے عظمت وانفرادیت کا حامل ہوگا اور ملتِ اسلامیہ پورے انہماک کے ساتھ استفادہ کرنے کی سعادت حاصل کرے گی۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اعظمی، سابق ناظم اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارکپور

حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ العزیز

جرأتِ حق کے پیکر۔۔۔۔۔۔ ملت کے دیوانہ

آئین جواں مرداں، حق گوئی وبے باکی کے کامل مصداق

ایسے باعزیمت انسان تھے کہ سنگینوں کے سائے میں بھی آوازِ حق بلند کی اور۔۔۔۔ نمازِ عشق ادا کی۔

دولت وثروت کو ٹھوکر مار کر۔۔۔۔۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے زہد واستغنا کی یاد تازہ فرمائی۔

دنیائے سنّیت کا یہ مردِ مجاہد۔۔۔۔۔۔ ہمیشہ تابندہ رہے گا

حضرت مولانا سیّد محفوظ اللہ ابوالعلائی، سجادہ نشین ابوالعلائیہ، داناپور، پٹنہ

حضور مجاہدِ ملت قدس سرہٗ سے ہم لوگوں کے بڑے قدیمی مراسم تھے۔ داناپور برابر

تشریف لاتے تھے۔ آپ کو خانقاہِ ابوالعلائیہ سجادیہ دانا پور سے بڑی گہری عقیدت تھی۔ دیکھنے والوں نے دیکھا ہے کہ حضور مجاہدِ ملت ابی المکرم حضرت علامہ الحاج سیّد شاہ ظفر سجّاد صاحب ابوالعلائی علیہ الرحمہ سے کتنی ٹوٹ کر محبت فرماتے تھے۔ آپ جب بھی خانقاہ تشریف لاتے تھے ابی مرشدی لمحہ لمحہ حضرت کا خیال رکھتے۔ ہم لوگ خود بھی ہر وقت خدمت میں حاضر رہتے۔ ساداتِ کرام کی عزّت کرنے والا شخص میں نے مجاہدِ ملت جیسا کہیں نہیں دیکھا۔ آپ جیسی جامع الصّفات شخصیت بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے۔

شمس العلماء حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب، الٰہ آباد

اس سلسلے پر صرف یہ کہنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نے حکم فرمایا کہ تم میرے ساتھ بندکی چلو۔ وہاں جلسہ ہے۔ تھوڑی دیر تقریر کر دینا۔ میں ہمیشہ نزلہ کا مریض رہا۔ چنانچہ اُن دنوں نزلہ شباب پر تھا۔ میں نے اپنا حال ظاہر کیا۔ حکم فرمایا کہ نہیں تم کو چلنا ہے۔ میں خاموش ہو گیا اور حضرت کے ساتھ کفش برداری میں چل پڑا۔ جب وہاں پہنچے تو جس کے یہاں جلسہ کی تقریب تھی وہ ہومیو پیتھک کے ڈاکٹر تھے۔ رات کو کھانا کھانے کے بعد مجھ کو مسلسل کھانسی آنے لگی اور آواز بیٹھ گئی۔ اب حضرت کا چہرہ متغیر ہونے لگا۔ میز بان کو بلایا اور فرمایا کہ میں ان کو تقریر کے لیے لایا تھا۔ ان کا یہ حال ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آپ کیوں پریشان ہیں؟ یہ ابھی تقریر کریں گے۔ نہیں معلوم انھوں نے کیا دوا دی، مگر حضرت کی توجہ نے کچھ ایسا کام کیا کہ میری آواز کھل گئی۔ دوا کا بہانہ ہی رہا۔ اور میں تقریر کے قابل ہو گیا۔ فرمایا چلو تقریر کرو۔ اس وقت جو تقریر ذہن میں آئی محض ان کی عطا اور توجہ تھی۔ آیت کریمہ تلاوت کی ورفعنا لك ذکرك۔ اس کے ذیل میں یہ عرض کیا کہ باری تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنے محبوب کی بلندی کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے ثبوت کی تمہید میں نے اس طرح کی کہ عالم کے موجودات دو طرح کے ہیں ایک وہ جو خود قائم ہو، دوسرا وہ جو کسی دوسرے کے ساتھ قائم ہو۔ پہلے کو جوہر دوسرے کو عرض کہتے ہیں۔ جیسے گلاب اور اس کا رنگ و بو۔ اس آیہ کریمہ میں باری تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے حبیب! میں نے آپ کے ذکر کو آپ

کے لیے بلند کیا ہے، اور ذکر قسم دوم (عرض) میں داخل ہے اور عرض ہمیشہ کسی جوہر کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ لہٰذا ذکر بھی کسی نہ کسی کے ساتھ قائم ہوگا۔ ذکر جس کے ساتھ قائم ہوتا ہے اسی کو ذاکر کہتے ہیں۔ ذکر تو خود بخود پایا ہی نہیں جا سکتا۔ جب ہوگا تو اپنے یعنی ذاکر کے ساتھ ہوگا۔ اس طرح لازمی طور پر ذکر کی بلندی کے ساتھ ذاکر بلند ہو کر رہے گا۔

پروردگارِ عالم نے اپنے حبیب کے ذکر کی بلندی کے ساتھ اس کے ذاکر کو بھی بلندی بخشی اور ذکر اپنے ساتھ ذاکر کو بھی بلند کرے گا۔

میری اس گفتگو پر حضرت بہت مسرور ہوئے اور میری طرف مسکرا کر دیکھا۔ چونکہ وہ ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں یعنی پاس انفاس میں مشغول رہتے تھے اس لیے انھیں بڑی لذّت محسوس ہوئی اور سر ہلا ہلا کر میری گفتگو کا مزا لیتے رہے۔

حضرت کی پوری زندگی پر نظر ڈالنے سے محسوس ہوتا ہے کہ اُن کی بلندی کا راز ذکرِ الٰہی ہی تھا۔ جس نے فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کی منزل پر فائز کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ نہ اُن کو کوڑے کا خطرہ تھا اور نہ بیڑی کا خوف۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلندی کی بات کر و یہی اُن کی تسکین خاطر کا سبب تھا بس۔

شارح بخاری حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی، گھوسی

یہ ہماری زبوں بختی ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ ہمیں اپنے اکابر کے ظاہری سایۂ عاطفت کی شدید ہی نہیں اشد ضرورت ہے۔ ہم یکے بعد دیگرے بہت جلد جلد اس سے محروم ہوتے جاتے ہیں لیکن ہم کر ہی کیا سکتے ہیں ؎

در کفِ شیرِ نرخوانخوادۂ　　　چیست جز صبر و رضا کو چارۂ

إن لله ما أخذ، وله ما أعطى، وكل شيء عنده بأجل مسمى اذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون۔

حضرت مجاہد ملت قدس سرہٗ جیسی جامع عبقری شخصیت پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔ وہ دیکھنے میں ایک فرد تھے مگر اپنے اندر نہ جانے کتنی دنیا رکھتے تھے۔ علم و فضل، اتباعِ شریعت،

سلوکِ طریقت، زہد و ورع، خشیتِ الٰہی، انابت اللہ، شجاعت، سخاوت، استقامت، حق گوئی، حق کوشی، قوم و ملت کا درد، ملت کے دشمن عناصر پر کڑی نظر اور ان کی دسیسہ کاریوں سے آگاہی، ان کے انسداد کی تدابیر اور ان پر عمل درآمد کی بھرپور جدوجہد اور کبھی کسی بڑی سے بڑی طاقت سے نہ ڈرنا اور خطرات کی پرواہ نہ کرنا۔ جو بات حق ہے اسے علیٰ رؤس الاشہاد کہنا اور ہر باطل تحریک کے خلاف سینہ سپر ہونا، عظیم رئیس ہوتے ہوئے بھی انتہائی متواضع و منکسر، محل ہوتے ہوئے جھونپڑے میں رہنا، فقیروں امیروں، رؤسا غرباء سب کے ساتھ مساوی سلوک، دوسروں کے لیے خزانے لٹا دینا، خود تہہ دست رہنا، حرص آز، رِیا و نمود، حبِّ جاہ و حبِّ وقار سے کوسوں دور، جملہ علوم و فنون کے عطر مجموعہ، طریقت و حقیقت کے شناور، مسند تدریس کے صدر نشین، بزمِ افتاء کے شمعِ فروزاں، میدانِ مناظرہ کے سپہ سالار، میں کیا ذکر کروں، کیا رہنے دوں۔ بس یہ کہہ کے خاموش ہوتا ہوں ۔

داماں نگہ تنگ گل حسن تو بسیار　　گلچیں بہار نوز درماں نگہ دار

کہہ لے گی سب کچھ ان کے ثنا خواں کی خامشی

چپ ہورہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے

بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبد المنان اعظمی، مبارکپوری

دُنیا کی اس روز افزوں اور ترقی پذیر آبادی میں کروروں بلکہ اربوں انسانوں کے بعد کوئی ایک ایسا فردِ کامل پیدا ہوتا ہے انسانیت کو جس پر فخر ہوتا ہے اور زندگی جس پر ناز کرتی ہے۔

حضور مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ قدس سرہُ العزیز انھیں عدیم المثال مردانِ حق اور خاصانِ خدا میں سے تھے۔ جو دستِ قدرت کا شاہکار ہوتے ہیں۔

ان کے قلب مبارک میں عشق شاہِ مدینہ اور محبت میر بغداد کا الاؤ دہک رہا تھا۔ ان کا سینہ لاہوتی اسرار اور عرفانِ الٰہی کا مدینہ تھا۔ اور دماغ اسلامی فکر و آگہی کا انمول گھوارہ۔ ان کا چہرہ زندگی بھر شمع حق نما کی طرح ظلمتوں کے ہجوم میں مسکراتا رہا۔ اور ان کے پائے عز و ثبات سے باطل کا طوفان ٹکرا ٹکرا کر پلٹتا رہا۔ طاغوت کی کوئی طاقت نہ ان کی آواز دبا سکی، نہ

جادۂ حق سے انھیں ہٹا سکی۔

صدائے حق کسی صورت سے دب نہیں سکتی
نہ دب سکیں گے خدائی پکار ہیں ہم لوگ

بلاشبہہ حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ حق کی پکار تھے۔ اور خدا کی آواز، جو نہ دبنا جانتے تھے نہ لچکنا۔ افسوس موت کے ہاتھوں نے وہ آواز دبا دی، وہ صدائے حق خاموش کردی۔ آہ وہ مردِ حق آگاہ نہ رہا۔ وہ شیر نیستاں الٰہی نہ رہا، جس نے ظلم کی آندھیوں کا کلیجہ چیر ڈالا۔ شاید اب صدیوں بعد دنیا اس قسم کی آواز سن سکے ؎

سرورے از حجاز آید کہ ناید   دگر دانائے راز آید کہ ناید

محدّثِ کبیر حضرت مولانا مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ امجدی، گھوسی

فقیہ اعظم ابی المکرم حضور صدر الشریعہ مصنّف ''بہارِ شریعت'' علیہ الرحمۃ والرضوان فیض رسانی کے معاملے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ بے شمار افراد آپ کے فیض تعلیم و تربیت سے مالا مال ہوئے۔ ہندو پاک کے اہلسنّت کی تقریباً نوّے فی صد درسگاہیں آپ ہی کے تلامذہ سے آباد و منور ہیں۔ حضور صدر الشریعہ کے فیضان کی ایک منفرد خصوصیت یہ بھی رہی ہے کہ ایک طرف اگر آپ کے تلامذہ علم وعمل کے سنگم نظر آتے ہیں تو دوسری طرف روحانیت کے علم بردار اور تصوّف واخلاق کی واضح تصویر بھی دکھائی دیتے ہیں۔ آپ سے نسبتِ تلمّذ کو عمل و کردار کی سند تصور کیا جاتا ہے۔ جلیل الشان معاصرین نے بھی آپ کے علم و کردار اور مردم ساز شخصیت کا اعتراف کیا ہے۔ حضور صدر الشریعہ نے افراد سازی کے جو کارنامے انجام دیئے ہیں ان میں سب سے نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اجمیر مقدس کے دورانِ قیام تقریباً دس افراد پر مشتمل ایک ایسا کاروانِ علم وعمل ترتیب دیا جس کا ایک ایک فرد مینارۂ علم وفن ثابت ہوا اور میدانِ عمل کا آہن بھی۔ استاذ العلماء حضرت حافظِ ملت، محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب، حضور مجاہد ملت، صدر العلماء مولانا سیّد غلام جیلانی صاحب، مفتیِ اعظم کانپور مولانا رفاقت حسین صاحب (مدظلہ العالی)، شمس العلماء مولانا

قاضی شمس الدین صاحب اور حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگل پوری علیہم الرحمہ وغیرہم اسی مقدس قافلے کے اہم ستون ہیں۔ خود صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اس جماعت پر ناز فرماتے تھے اور انھیں اولادِ نسبی سے زائد محبوب رکھتے۔ ان میں کا ہر ایک آسمانِ فضل و کمال اور علم وفن کا آفتاب و ماہتاب بن کر چمکا۔ یہ حضرات اپنے اپنے دور میں درس و تدریس، تعلیم و تربیت، رشد و ہدایت، بیعت و ارشاد اور منزلِ سلوک کے امام شمار ہوتے ہیں۔

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ منقول و معقول کے متبحر عالم تھے۔ اگرچہ آپ نے ایک عرصے سے سلسلۂ تدریس کو خیر باد کہہ رکھا تھا تاہم ہر موقع اور ہر محفل میں آپ کے علم کو مستحضر پایا گیا۔ تنقیح مسائل اور نقدِ دلائل میں آپ کا جواب نہ تھا۔ مناظرہ و محاکمہ میں تو آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔

خدمتِ خلق، اصلاحِ معاشرہ اور ملکی سالمیّت کے مسائل میں آپ امام الائمہ کے منصب پر فائز تھے۔ ان اُمور میں آپ کی جرأت و بے باکی کو جیل کی سلاخیں اور قید و بند کی صعوبتیں بھی نرم نہ کرسکیں۔ اس مردِ حق آگاہ کی عجیب شان تھی کہ اس نے کھلے میدان تک ہی اپنا مشن محدود نہیں رکھا بلکہ قید و بند میں رہ کر جیل کے قیدیوں میں بھی آپ تبلیغ محاسن اور تربیت اخلاق میں مصروف رہتے۔ میرے دورِ تعلیم میں جبکہ حضرت مجاہد ملت غازی پور جیل میں مقید تھے، اس وقت باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ جیل کے کچھ غیر مسلم قیدی آپ کے ہاتھوں پر مشرّف باسلام ہو چکے ہیں۔ اسی قسم کے تبلیغی کارنامے ہر بار قید و بند کے دوران نظر آتے رہتے تھے۔ نہ معلوم کتنے چور ڈاکو آپ کے آگے تائب ہوئے اور کتنے بدقماش افراد کو آپ کی نگاہِ کیمیا اثر نے زاہد و پارسا بنا دیا۔

حضرت مولانا مفتی محمد اسلم بستوی، بلرام پور، یوپی

اندھیرے اور اُجالے کا تصادم ہمیشہ سے رہا ہے۔ تاریکی ہمیشہ روشنی کو نگلنے کی کوشش کرتی ہے اور کبھی کبھی اپنی گرفت میں بھی لے لیتی ہے۔ لیکن یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ تاریکی جہاں بھی اپنا تسلّط بھرپور طریقے سے جما لیتی ہے اُجالا ٹھیک وہیں سے جنم لیتا ہے۔ رات خواہ کتنی ہی تاریک کیوں نہ ہو، اس کی کوکھ سے صبح ضرور جنم لے گی۔

دنیا میں بے شمار ایسے افراد ہیں جن میں بیشتر یا تو تاریکی میں ڈوب چکے ہیں یا ڈوب رہے ہیں یا پھر روشنی کے مقابل میں تاریکی پسند واقع ہوئے ہیں۔ اس لیے ظلمت کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اور بڑی حد تک اس کے متحرک اور علم بردار بھی ہیں۔ اور کم ہی افراد ایسے ہیں جو تاریکیوں سے نکلنے کے لیے ہاتھ پیر مار رہے ہوں۔ اور ایسے افراد تو خال خال ہی نظر آئیں گے جو ایک طرف تو حق کی شمع فروزاں لیے ہوئے باطل کی تاریکیوں سے نبرد آزما ہوں تو دوسری طرف تاریکیوں میں ہاتھ پیر مارنے والوں کی دستگیری اور تاریکیوں میں ڈوبنے والوں تک شمع حق کی شعاعیں منعکس کرتے ہوں۔

آج جبکہ نور وظلمت کے اس باہمی تصادم میں باطل کی تاریکیوں نے ''حق کے اُجالے'' کو ہر چہار اطراف سے اپنے نرغے میں لے رکھا ہے، یعنی کسی طرف سے تاریکی ''دارالعلوم'' کے لبادے میں بڑھ رہی ہے تو کسی طرف سے ''اصلاح وتبلیغ'' کے کیل کانٹے سے لیس ہو کر، کسی طرف سے ''علما کا مقدس گروہ'' بن کر آرہی ہے تو کسی طرف سے ''اسلامی جماعت'' کا حسین لیبل لگا کر، کسی طرف سے ''الحاد ولادینی'' کا اژدھا بن کر منھ پھیلائے ہوئے ہے تو کسی طرف سے ''روشن خیالی'' اور ''مغربی تمدّن'' کی حسین ناگن بن کر بل کھا رہی ہے۔ غرض کہ یہ تمام تر تاریکیاں جس طرف سے اور جس طور سے بھی آرہی ہوں طریقۂ کار خواہ سب کے جداگانہ ہی کیوں نہ ہوں لیکن سمت سب کی متعین ہے۔ رُخ سب کا ایک ہے اور وہ سمت ورُخ ہے۔۔۔۔ ''روشنی''

اور اس رُخ تک پہنچنے کے لیے تاریکیاں دور دور سے سب ایک دوسرے میں ضم ہیں اور ان کے انضمام سے ایک تاریک دائرہ سا بن گیا ہے۔ اور وہ تاریک دائرہ آہستہ آہستہ سمٹ رہا ہے، تنگ ہو رہا ہے۔ ایک ہی سمت میں ایک ہی جہت میں، ایک ہی رُخ کی طرف، ایک ہی نقطے کی طرف۔۔۔!!

''نقطہ''۔۔۔۔۔۔۔جو سب کا شکار ہے
''شکار''۔۔۔۔۔۔۔جو روشنی ہے

''روشنی'' ۔۔۔۔۔۔۔جو دین حق ہے

''دین حق'' ۔۔۔۔۔۔جو دین فطرت ہے

''دین فطرت'' ۔۔۔۔۔جو دین اسلام ہے

''دین اسلام'' ۔۔۔۔۔۔جو تاریکیوں کا دشمن ہے

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور ''تاریکیاں''؟

۔۔۔۔۔۔اپنے اس دشمن کو ہمیشہ سے مٹانا چاہتی تھیں اور آج بھی اسی کے درپے ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

مگر تاریکیاں اپنے اس دشمن کو مٹانے میں پہلے بھی ناکام رہی ہیں اور آج بھی ان کا یہ ''ناپاک گٹھ جوڑ'' ناکام ہی رہے گا۔ اس لیے کہ پہلے کی طرح آج بھی چند نفوسِ قدسیہ تاریکیوں کے اس متحدہ محاذ دائرے کو توڑنے کے لیے چومکھی لڑائی لڑ رہے ہیں۔ آج بھی چند اہم شخصیتیں باطل کے ناپاک گھیرے میں حق کی علم بردار ہیں۔

ان چند اہم شخصیتوں میں سے ایک حامیِ سنّت، ماحیِ بدعت، سلطان التارکین، رئیس العلماء، مناظر ذیشان، مجاہد ملت حضرت علامہ الشاہ حبیب الرحمن علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات قافلۂ سالار کی حیثیت تھی۔

حضرت مولانا مفتی فضل کریم عظیم آبادی، سابق قاضی ادارۂ شرعیہ پٹنہ، بہار

سالہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

اس ہنگامہ خیز دنیا میں کسی چیز کو ثبات وقرار نہیں۔ ہم کھلی سے آنکھوں مشاہدہ کر رہے ہیں کہ اس دھرتی پر نہ جانے کیسے کیسے صاحبِ تخت و تاج آئے اور زندگی کے ایام پورے کر کے رخصت سفر باندھا اور دنیائے ناپائیدار سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے اور گردشِ لیل ونہار و حوادثاتِ روزگار نے ان کے نام ونشان بھی صفحۂ ہستی پر باقی نہ چھوڑا۔

مگر اسی عالمِ رنگ وبو میں کچھ ایسی معزز و ممتاز شخصیتیں بھی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں

جن کی دینی وملّی خدمات اور حسنِ عمل واعلیٰ کردار نے انھیں زندۂ جاوید بنادیا۔ جو لوگوں کے اقلیم قلب وجگر پر اپنی بے لوث دینی خدمت وعظمت کے ایسے گہرے نقوش چھوڑ گئے جو مرورِ دھور وانقلابِ زمانہ سے بھی محو نہ ہو سکے اور وہ اس کے مصداق قرار دیئے گئے کہ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　　ثبت ست بر جریدۂ عالم دوامِ ما

انھیں برگزیدہ اور محبوبِ خلائق شخصیتوں میں سے اہلِ سنّت کے عظیم رہنما وروحانی پیشوا حضرت علامہ الحاج مولانا حبیب الرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان صدر ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' وامیر ''کُل ہند خاکسارانِ حق'' کی ذاتِ گرامی ہے۔ ایک طرف آپ متبحر عالم دین، بلند پایہ مناظر، عظیم مفکّر ومدبّر اور علوم ومعارف کے بحرِ ذخار تھے تو دوسری طرف رموزِ طریقت واسرارِ حقیقت ومعرفت کے رازداں بھی تھے۔ حق وصداقت کے داعی اور حق گوئی وبے باکی میں اپنی مثال آپ تھے۔

مفتی اعظم اڑیسہ حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس قادری حبیبی

مجاھد ملت فضیلت علمی، قوت ایمانی، اخلاص عملی، استحضار فقہی، درس دینی، علمی موشگافی، خداترسی، تقوی وپرہیز گاری، حاضر جوابی اور جرات وبے باکی کے نیر تاباں تھے۔ یوں تو ان کی فیض بخش صحبت بے ریا سے مستفیض ومستنیر ہونے والے اور ان کی درسگاہ دینی وعلمی سے نور وضیا حاصل کرنے والے کثیر ہیں لیکن مجھ بے مایہ کو جو انکی خاص عنایتوں سے شرف وبلندی حاصل ہوئی ہے وہ منفرد وبے مثال ہے، اور میں نہیں جانتا کہ یہ کسی اور کے حصے میں آئی ہو، میں نے بہت ساری بزرگ شخصیتوں کو قریب سے دیکھا ہے اور بعض کی صحبتوں سے فیضیاب بھی ہوا ہوں لیکن ان میں مجھے کوئی مجاہد ملت نہیں ملا۔

حضور مجاہد ملت قدس سرہ کی شخصیت ایک جامع شخصیت تھی ان کی ذات ستودہ صفات میں فضائل وکمالات کی جو دنیا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے، کئی بار ارادہ ہوا کہ ان کو صفحہ قرطاس پر اتار دوں مگر کچھ سوچ کر میں ایسا نہ کرسکا اگر چہ ہر وقت ان سے عقیدت ومحبت کی موجیں میرے سینے میں ہر وقت اٹھتی رہیں اور میری زندگی کی کوئی سانس ایسی نہیں جس پہ ان کی نوازش وکرم کا غلاف نہ ہو۔ فالحمد للہ علی ذالك

اب حضور مجاہد ملت ہم میں نہ رہے لیکن ان کے فکر وعمل اور دینی تحریک ومشن کی تابندگی سے قلب ونظر کو تسکین وتنویر حاصل ہوتی رہتی ہے اور ہمیں تبلیغ واشاعت دین کی ترغیب دیتی ہے ،ان کی بارگاہ میں مختلف انداز میں خراج عقیدت ومحبت برابر پیش کئے جاتے رہے ہیں اور ہمیشہ پیش کئے جاتے رہیں گے لیکن ان کی بارگاہ میں سب سے زیادہ موثر وخوش کن خراج عقیدت ان کے ارشادات وفرمودات پر عمل کرنا ہے---رب قدیر مجھے اور میری اولاد کو انکے مشن کے فروغ کا جذبہ بے کراں عطا فرمائے اور ان کے ذکر وفکر کی خوشبوؤں سے نسلوں کی مشام جاں کو معطر و مشکبار کرے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الرحمٰن حبیبی، جامعہ حبیبیہ، الٰہ آباد

(۱) شرافت: جہاں تک شرافتِ نسبی کا تعلق ہے، آپ کا شریف ہونا مشہور ومعروف ہے کہ آپ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد میں سے ہیں۔ (۲) چہرے اور آنکھوں کی خوب صورتی (۳) بچپن میں پیار سے پالا جانا (۴) دولت مندی (۵) خانگی سطح کا اونچا ہونا (۶) دولت جمع کرنے کا موقع نہ ملنا لیکن کمی کا احساس نہ ہونا (۷) مذہبی ہونا (۸) عبادت گذاری (۹) میٹھی چیز کا محبوب ہونا۔ ثمر بہشت ایسے میٹھے آم آپ کو بہت پسند تھے (۱۰) شگفتہ روئی یعنی ہنس مکھ ہونا (۱۱) محنتی ہونا (۱۲) علوم وفنون حاصل کرنا (۱۳) دل چسپ اُمور کو اہمیت دینا اور طبیعت میں ظرافت کا ہونا (۱۴) اپنے سماج، وطن اور خاندان میں زیادہ علم رکھنے والا ہونا (۱۵) اخلاق مندی (۱۶) دوستی کا باقی رکھنا (۱۷) اتباعِ بزرگان و اساتذہ (۱۸) پاکیزگی فطرت و راست گوئی (۱۹) صاحب عظمت ہونا زندگی کا باوقار ہونا (۲۰) عقل مندی اور ہوش مندی، غور وفکر کر کے کام کرنے کا عادی ہونا (۲۱) باہمت ہونا (۲۲) مردانگی کا کام انجام دینا (۲۳) حوصلہ مندی (۲۴) تیرہ سال کی عمر سے سولہ سال کی عمر تک کے درمیانی زمانے میں یا اُنیس سال کی عمر سے پچیس سال کی عمر تک کے درمیانی زمانے میں شادی کرنا (۲۵) کامیاب ازدواجی زندگی گزارنا (۲۶) دریائے لطف کی موجزنی کے عالم میں خرچ کی پرواہ نہ کرنا (۲۷) جود وعطا (۲۸) پرورش کرنے میں کمال

رکھنا (۲۹) سادہ زندگی بسر کرنا (۳۰) تعلق رکھنے والے لوگوں کی زندگی کی کامیابی کا ان کے احساس کامیابی میں مددگار ہونا (۳۱) زندگی کے ہر زاویے میں تکلیف برداشت کرنا (۳۲) مشکلات اور مصائب کا بار بار پیش آنا (۳۳) گھر میں بھی تکلیف اُٹھانا (۳۴) متفکر رہنا (۳۵) حادثاتِ سے جسمانی تکالیف لاحق ہونا (۳۶) سفروں کے دوران حادثات کا رونما ہونا (۳۷) احباب کہلانے والے لوگوں کا ان کے پیچھے بُرائی کرنا (۳۸) مریض رہنا۔ آپ ذیابیطس کے مریض تھے (۳۹) پیٹ کا مرض۔ اپنے وصال کے وقت آپ جن امراض کے مریض تھے فم معدہ کا ورم ان میں سے ایک تھا۔ (۴۰) تقریباً اسّی سال کی عمر پانا (۴۱) جلد کاموں کی تکمیل کرنے کی مہارت (۴۲) رہنما ہونا (۴۳) تصنیف کرنا (۴۴) تقریر کرنا (۴۵) فنِ مناظرہ کی مہارت۔

حضرت مولانا مفتی سید محمد حسینی اشرفی مصباحی، جامعہ امجدیہ، ناگپور

حضرت مجاہد ملت کو خداوند قدوس نے بے پناہ ذہانت اور حاضر جوابی عطا فرمائی تھی۔ حاضر جوابی میں تو آپ یگانۂ روزگار تھے۔ اسی سبب سے وہ مخالف مناظر پر حاوی رہے۔ آپ کی حاضر جوابی سن کر باطل محاذ کا مناظر مبہوت ہو جایا کرتا۔ صاحبانِ علم و فراست اس کو حضرت مجاہد ملت کے سامنے طفلِ مکتب سمجھتے۔ حضرت مجاہد ملت جیسی شخصیتیں صدیوں کے بعد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتی ہیں۔ آپ ایسے عظیم کردار کے مالک تھے کہ آپ کبھی بھی احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں کسی بھی مصلحت اندیشی کے شکار نہیں ہوئے۔ جہاں وہ اپنوں کے لیے نرم مزاج تھے جب ان کا بد دینوں اور بد عقیدوں سے سامنا ہوتا تو اشداءُ علی الکفّار کی تفسیر بن جاتے۔ اکابر علما کا کہنا ہے کہ مناظرہ میں آپ کی صدارتی تقریر سننے کے لائق ہوتی۔ جب صدارتی تقریر میں دلائلِ قاہرہ کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ایسا لگتا کہ جیسے بجلی کڑک رہی ہے۔ استحضار کا یہ عالم ہوتا کہ جیسے کتاب خود ہی کھل کر سامنے آرہی ہے۔ آپ کی پُر مغز دلائل و براہین سے بھری صدارتی تقریر کی آندھی میں دیوبندیت و غیر مقلدیت خس و خاشاک کی طرح اُڑتی نظر آتی تھی۔

عہدِ شباب سے پیری تک کے تقریباً تمام اہم مناظروں کی ننانوے فیصد صدارت فرمائی۔ حضرت کا آخری مناظرہ غیر مقلدین کے ساتھ بجرڈیہہ ضلع بنارس میں ہوا تھا۔ نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ہندوستان کے طول وعرض میں ہونے والے مناظرے کم ایسے ہوں گے جن میں مجاہد ملت شریک نہ ہوئے ہوں اور جن مناظرے میں شریک ہوئے ہمیشہ صدر بنائے گئے اور ہر جگہ ثابت فرمایا کہ صدارت کا کام ان سے اچھا اور کوئی انجام نہیں دے سکتا۔ مناظروں میں کبھی کبھی طرفین کے صدرین میں بھی نوک جھونک ہوجایا کرتی تھی۔ جب کبھی ایسا موقع آیا حضور مجاہد ملت نے ہمیشہ مقابل کو ایسا ساکت کیا کہ فبھت الّذی کفر کا منظر سامنے آجاتا۔

حضرت مولانا سیّد الزماں حمدوی پوکھریری

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرّہٗ العزیز کے مکتوبات کے ٹکڑے آپ کے سامنے ہیں، وہ فرمارہے ہیں کہ دین کی امداد صرف قتل وقتال ہی پر منحصر نہیں بلکہ زبان سے بھی یہ امداد ہوسکتی ہے۔ اور علمائے حق کی سب سے بڑی دینی امداد بداعتقادی کے دَور میں یہ ہے کہ وہ برملا شرعی مسائل بیان کریں۔ اور عقائدِ حقّہ کے اظہار میں کوشاں رہیں۔ وہ عقائدِ حقّہ وہی ہیں جو اہلِ سنّت کے علمِ کلام میں کتب وسنّت واجماع کے مطابق مدوّن ہیں۔

عقائدِ کلامیہ کا اظہار بہترین دینی تائید اس وجہ سے ہے تاکہ کوئی اہلِ بدعت وگمراہ، سادہ لوح مسلمانوں کے اندر آکر اپنے اباطیل کے ذریعے انھیں صراطِ مستقیم سے ہٹا نہ دیں۔

اظہارِ عقائد کے ذریعے دینی تائید علمائے حق کے ساتھ مخصوص ہے اور جو علمائے حق بلا روورعایت عقائدِ حقّہ کی اشاعت کرتے ہیں واقعی وہ علمائے آخرت ہیں۔ اس کے برخلاف علمائے دنیا ہیں جن کی زندگی کا مقصد حصولِ دنیا ہے۔ ان کی صحبت امت کے لیے زہر قاتل ہے اور ان کا فساد متعدی ہے کہ دوسروں کو بھی فاسد کردے گا۔

یہی راز ہے کہ علمائے اہلسنّت ہر جگہ بدعقیدگی کے خلاف صف آرا رہتے ہیں اور عقائدِ حقّہ کا وعظ ان کا شعار ہے، جن کو بیمار طینت لوگ تفریق سے تعبیر کرتے ہیں۔

حضرت مجاہد ملت مکتوباتِ مجدد الف ثانی کی روشنی میں یقیناً عالمِ حق و عالمِ ربّانی تھے۔ زندگی کے ہر دَور میں انھوں نے عقائدِ حقہ کا اظہار کیا اور بلا خوف ''لومۃ لائم'' حق گوئی کا حق ادا کیا۔ان کے دینی مناظرے،عقائدِ حقہ کے اظہار کے لیے ہی تھے اور وقتاً فوقتاً تشکیل جماعت بھی اشاعت عقائدِ حقہ کے لیے ہی تھی۔ ہند سے عرب تک قید و بند کی اذیتیں جھیلنا عقائدِ حقہ ہی کی خاطر تھے اور ان تمام دینی کاموں سے حصولِ مال وجلبِ جاہ ورفعت قطعاً مقصود نہیں تھا۔خود رئیس تھے لیکن دین کی خاطر آخرت کے خوف سے فقیری اختیار کی۔کسرِ نفسی اور وسیع الاخلاقی کا یہ عالم تھا کہ بڑے تو بڑے، ملتے وقت چھوٹے بچوں کے ہاتھوں کو چومتے۔والعلم عند اللہ۔

حضرت مولانا محمد احمد مصباحی،سابق صدر مدرّس جامعہ اشرفیہ،مبارکپور

مجاہد ملت علامہ شاہ حبیب الرحمٰن قادری عباسی علیہ الرحمہ بڑی بلند صفات کے حامل تھے۔اپنے زمانۂ طالب علمی میں بھی وہ نمایاں رہے اور فراغت کے بعد تو وہ پوری زندگی استقامت کا کوہِ گراں اور جہدِ مسلسل کا پیکر نظر آئے۔

ان کی خدمات کی جہات میں مدارس ومساجد بھی ہیں، تنظیمیں اور انجمنیں بھی،تقریریں اور مناظرے بھی،میدانِ سیاست بھی،میدانِ دعوت وارشاد بھی،حکومتوں کی غلط کاریوں پر آوزاۂ حق کا اعلان بھی،ناداروں،کمزوروں اور مظلوموں کی دست گیری بھی اور بہت کچھ اس کے علاوہ بھی۔کسی دیدہ ور سوانح نگار کے لیے ان سب کو سمیٹنا آسان نہیں۔مگر ما لا یدرك كله لا يترك كله۔ کوشش ضروری ہے۔رہنمائی، یاوری اور تکمیل،کریم وقدیر کے دستِ قدرت وکرم میں ہے۔

حضرت مولانا مفتی سید اولادِ رسول قدسیؔ، نیویارک،امریکہ

''حضور مجاہد ملّت علم وعمل،عشق وعرفان اور زہد وتقویٰ کے پیکر جمیل تھے۔وہ اظہارِ عقیدت تکمیل ادب میں بے مثال تھے۔محبتوں کا احترام ان کی عادتِ کریمہ تھی،انہوں نے آقاؤں کے ادب وتعظیم کا جو درس دیا ہے اس کی کوئی دوسری مچال نہیں ملتی، وہ جب بھی

آقاؤں کے دربار میں حاضر ہوتے تو سراپا ادب و نیاز بن جاتے۔ حضور غوثِ اعظم سے آپ کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ بغداد تشریف لے جاتے تو گرمی کے موسم میں دھوپ کی شدّت کے باوجود حضور غوثِ اعظم کے لنگر شریف کا تبرّک حاصل کرنے کے لیے خود لائن میں کھڑے رہتے۔ آپ کے عقیدت مند عرض کرتے حضور! آپ قیام گاہ میں تشریف رکھیں۔ ہم آپ کے لیے تبرک لے آئیں گے۔ مگر آپ جواب دیتے میں بھی درِ غوث کا ایک کتّا ہوں۔ مجھے بھی لائن میں کھڑا رہنے دو۔ جب میرا نمبر آئے گا تب میں غوثِ اعظم کے در کی بھیک سے آسودگی حاصل کروں گا۔ یہی میری زندگی کی معراج ہے۔ اور اگر میری یہ ادا میرے غوثِ اعظم کو پسند آ گئی تو میری نجات یقینی ہے۔''

حضرت مولانا محمد قمر الحسن بستوی، ہیوسٹن، امریکہ

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''مجاہدہ کی اصل یہ ہے کہ اپنی خواہشات کی مخالفت کی جائے۔'' حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''نفس کی پیروی کرنے والا ہلاک ہوتا ہے۔'' ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''محبتِ الٰہی کی علامت ہے کہ کسی امر میں اس کے حبیب کی مخالفت نہ کرے۔''۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔ جس کی زندگی اتباعِ رسول کے محور پر گردش کرتی رہی، جس نے اپنی خواہشات کی تادم واپسیں مخالفت کی، جو اپنے نفس سے سدا جنگ کرتا رہا۔۔۔ وہی مجاہد ملت جو رضائے الٰہی کے لیے تمام مصائب کو خندہ پیشانی سے جھیلتا رہا، مومن کامل کی علامت حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ سے پوچھیے: ''رضا اپنے اختیار کو دور کرنا اور بلا کو نعمت سمجھنا ہے۔'' یہ قول من کل الوجوہ مجاہد ملت کی زندگی کا عکاس و آئینہ دار ہے۔

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ''ندی نالے میں جب تک پانی بہتا ہے آواز آتی ہے اور جب وہ پانی دریا میں جا کر مل جاتا ہے تو آواز نہیں ہوتی۔ مجاہد ملت ابتداءً ایک ایسی ندی تھے جس میں آواز تھی، شور تھا، بھنور تھی، طوفان تھا لیکن جب۔۔۔ ''من تو شدم تو من شدی۔۔۔'' کے منازل پر فائز ہو گئے تو سارا طوفان، ساری بھنوریں، سارا شور

یک لخت ختم ہو گیا اور پھر وہ قطرۂ بے مقدار بغداد جا کر دریا اور مدینہ مکرمہ و مکّہ معظّمہ پہنچ کر سمندر میں ایسا ضم ہوا کہ اس کی ساری رنگت اور سارا شور ختم ہو گیا۔ اب وہ بذاتِ خود ایک اتھاہ سبک رو سمندر تھا۔ حیرت ہوتی ہے کہ شخص واحد ہر منزل، ہر میدان میں اور ہر موڑ پر ۔۔۔۔ یہی سنا گیا کہ ۔۔۔۔۔ مجاہد ملت ۔۔۔۔ مجاہد ملت ۔۔۔۔ جی ہاں! مجاہد ملت نے یہ کیا ۔۔۔۔ مجاہد ملت نے وہ کیا ۔۔۔۔ اور یہاں تک کیا کہ ضرب اِلاَّ اللہ سے حصارِ نجد میں زلزلہ تک ڈال دیا ۔۔۔۔ سرکار غوثِ اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا ۔۔۔۔ کہ اہلِ مجاہدہ کی دسویں خصلت تواضع ہے، جس سے عابد کا مقام مضبوط ہو جاتا ہے۔ دیکھیے تو تواضع کی کتنی بلندی پر یہ مردِ درویش پہنچ چکا تھا۔ نہ ہوسِ دنیا، نہ خیالِ زر، نہ اشتہائے غذا لے لقوی نان شعیر پر قناعت فقیرانہ کیفیت کی منھ بولتی تصویر شاہین صفتی آپ کا خاصّہ تھی۔

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

حضرت مولانا بدر القادری مصباحی، ہالینڈ

اس عہد کی پیشانی پر تابناک لکیروں میں مجاہد ملت کی قربانیوں اور جاں فشانیوں کا لہو شامل ہے۔۔ زمانہ یوں تو بے شمار انسانوں کو منصۂ وجود پر لاتا ہے مگر ایسے انسان کم ہوتے ہیں جن سے زمانے میں انقلابِ فکر و عمل کی آفرید ہوتی ہے۔ لباس، غذا اور رہائش کے انتظامی مسائل کے لیے حکومتیں آتی اور جاتی ہیں اور انسانیت کو اخلاقِ حمیدہ کے زیور سے آراستگی بخشنے کے لیے علما، صلحا، اولیا اللہ اور نائبین انبیا کا ظہور ہوتا ہے۔ جن کے دَم سے روح میں، قلوب میں طمانیت اور اخلاقِ انسانی میں تابناکی نشو و نما پاتی ہے۔ ان پاکیزہ نفوس کے لیے فرشتے اور مخلوقاتِ ارضی تمام کی تمام دست بدعا رہتی ہیں۔ کیوں کہ انھیں وجودوں سے سچائیوں کا بھرم، صداقتوں کا بول بالا اور ایمان و دیانت کا فروغ ہے۔ حضور مجاہد ملت کی ذات ستودہ صفات انھیں پاکیزہ شخصیات میں سے ایک تھی۔ آپ کی شخصیت کے پاکیزہ نقوش کل بھی محفوظ تھے، آج بھی محفوظ ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک محفوظ رہیں گے۔

حضرت مولانا افتخار احمد قادری

حضرت مجاہد ملت علامہ شاہ حبیب الرحمن قادری قدس سرہٗ نہ صرف علم و فضل، کردار و عمل، زہد و تقویٰ، اخلاص و ہمدردی، ملت نوازی اور جہاد فی سبیل اللہ کے دھنی اور رئیس تھے۔ بلکہ مادّی اور علاقائی لحاظ سے بھی آپ اپنے وقت کے بہت بڑے غنی اور رئیس تھے۔ پورے صوبۂ اڑیسہ کے مسلمانوں میں سب سے بڑے رئیس اور جاگیردار تھے اور اس حیثیت سے بھی سرزمین اڑیسہ کے باشندوں کے دلوں میں آپ کا احترام تھا۔ آپ سے عقیدت و محبت تھی۔

ہزاروں ایکڑ پھیلی ہوئی آراضی کے آپ مالک تھے۔ آراضی کے پھیلاؤ اور کثرت کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ لاکھوں روپے سالانہ آراضی کی مال گذاری کے ادا کیے جاتے۔ گویا آپ ایک پورے اسٹیٹ کے مالک تھے۔

آپ کے والد کے زمانہ میں سال میں ایک اعزازی دربار لگتا تھا۔ آپ کے والد ماجد جلوہ افروز ہوتے۔ سارے علاقہ کے لوگ نذر پیش کرنے کے لیے حاضر ہوتے۔ بتایا جاتا ہے کہ آپ پر نذر کیے جانے والے چاندی کے سکّوں سے ایک بہت بڑا صندوق بھر جاتا۔

ایک فیاض امیر و رئیس کے دسترخوان کی طرح آپ کا دسترخوان بھی کافی وسیع ہوتا۔ رمضان المبارک میں دور دور سے لوگ آپ کے یہاں افطاری کی برکت کے لیے حاضر ہوتے۔ اپنے ساتھ بھی افطاری لاتے۔ مگر حضرت مجاہد ملت کے یہاں سے بھی ان آنے والوں کے لیے خاص اہتمام کی افطاری ہوتی، پھر دسترخوان پر بچ رہتا اسے لوگ تبرکاً اپنے ساتھ لے جاتے۔

آپ کا مکان ایک رئیس اور نواب کے قلعہ کی طرح ایک شاندار اور پُرعظمت قلعہ ہے اور کافی پھیلا ہوا ہے کہ اس کے اندر مسجد بھی ہے اور خانقاہ بھی اور تالابِ خاص بھی بتایا جاتا ہے کہ آپ جب غسل کے لیے تالاب پر پہنچتے تو آپ کے لیے تالاب خالی کردیا جاتا۔ آپ اپنے مال و جاہ میں غنی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے نفس کے بھی غنی تھے کیونکہ فرمایا گیا ہے ''الغنیٰ غنی النفس'' دراصل غناو بے نیازی نفس ہی کی بے نیازی ہے اور ایسا کم ہوتا ہے کہ انسان مال کا بھی دھنی ہو اور نفس کا بھی دھنی ہو لیکن مجاہد ملت مجمع البحرین تھے۔ یہی نہیں بلکہ یہاں ایک روشن

پہلو یہ بھی ہے کہ آپ مال کے جتنے دھنی و رئیس تھے اس سے کہیں زیادہ نفس کے غنی اور رئیس تھے۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں مال کے غنا پر نفس کا استغنا حاوی اور غالب نظر آتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی مظفر احمد صدیقی بدایونی

حضور مجاہد ملت علامہ مفتی شاہ محمد حبیب الرحمٰن علیہ رحمت المنان علم و فضل کے شہنشاہ تھے۔ آپ کا قلب اطہر سوز و گداز کا گنجینہ تھا۔ ہر وقت خشیتِ الٰہی کا غلبہ رہتا تھا۔ اکثر رقّت طاری رہتی تھی۔ عرفانِ الٰہی کی تجلّی سے مجلّٰی اور عشقِ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے آراستہ تھے۔ آپ کی حیاتِ طیبہ شریعت و طریقت کا سنگم تھی۔ پورے ملک و بیرونِ ملک میں آپ کے علم و فضل، تقویٰ و طہارت کی دھوم تھی۔

آپ عابد شب زندہ دار، صدق و صفا، جود و سخا کے مالک تھے۔ خوش طبع، صاحب حیا، دوستدار، اطاعت گذار، خوش اخلاق، شفیق و مہربان، صاحبِ فضل و کمال بزرگ تھے۔ آپ کے علمی وقار کو آپ کی سادگی کو دنیا کبھی نہیں بھلا سکتی۔ آپ نے اپنی سادگی میں فضائل و کمالات کو چھپا رکھا تھا۔ آپ حق گو، بے باک مجاہد تھے۔ آپ علم و عرفان کے بحر ناپیدا کنار تھے۔ آپ اسلام و سنّت کے مہکتے ہوئے شاداب چمن تھے۔ آپ کا ہر قدم جادۂ حق پر گامزن تھا۔

مولانا عبدالکریم نعیمی، بنگلہ دیش

اہلِ عشق کے قافلۂ سالار چودھویں صدی کے مجدد امام احمد رضا بریلوی قدس سرّہ القوی کے ہاں بھی یہی تصور اُجاگر ہوا ہے۔ انھوں نے اپنی تقریر و تحریر کو صرف اسی تصور کے لیے وقف کر دیا۔ اور یہ بتایا اگر عزت و آبرو کی تمنا ہے تو کاشانۂ رسالت کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتی۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائیں کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

نیز فرماتے ہیں ؎

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اُٹھائے کیوں

اعلیٰ حضرت نے اپنی تمام نگارشات کو صرف اسی محور کے گرد گھمایا ہے اور کیسے والہانہ انداز میں اپنے جذباتِ صادقہ کا اظہار کرتے ہیں۔ اور کیا رنگِ محبت جھلک جھلک پڑتا ہے۔ غرض اس قافلۂ عشق ومستی کے سب مقدس افراد اس ایک عقیدے پر بیک زبان متفق ہیں کہ ؎

آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است

حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ بھی اہلِ عشق کے زمرۂ مقدسہ میں شامل ہیں۔ آپ کی زندگی کا اصلی مقصد عشقِ رسول ہی ہے۔ حضراتِ صحابۂ کرام، تابعین عظام، قطب اور ابدال کی زندگیوں کی مانند مجاہد ملت کی زندگی بھی عشقِ رسول کے محور پر گھومتی رہی۔ حُبِّ رسول ہی آپ کی زندگی کا مظہر ہے۔ زندگی کی آخری سانس تک کھلی اور چھپی زندگی میں عشقِ رسالت کی روشنی درخشاں وتاباں رہی۔

حضور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واُلفت ایک نعمت بے بہا ہے۔ ایک دولت بے انتہا ہے۔

محبتِ رسول کیا ہے؟ سرمایۂ نجات، مایۂ ہدایت اور باعثِ نجات ہے۔ آیاتِ کریمہ اور احادیث نبویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت فرض ہے۔ اور تمام اشیا کی محبت سے محبتِ رسول علیہ السلام کا حق مقدم ہے۔ حضور پاک علیہ السلام کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے۔ اگر ہو اس میں کچھ خامی تو سب کچھ نامکمل ہے۔

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کا سینہ عشق ومحبت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کا گنجینہ بن چکا تھا۔ ان کے دل میں محبت رسول کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجزن تھا۔ ان کے لیل ونہار سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یاد میں بسر ہوتے۔ ان کی گفتگو چاہے کسی بھی موضوع پر ہو، کوئی سا عنوان ہو اُس میں ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حلاوت وتراوٹ شامل ہوتی اور ذکرِ محبوب ہر محبّ کے لیے لازمی ہوا کرتا ہے۔

حضرت راز الہٰ آبادی

زباں پر بارِ الٰہا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

حبیب الرحمٰن، سبحان اللہ، حبیب الرحمٰن کتنا شیریں، کتنا پیارا نام ہے۔ ہے یا تھا۔ میرے خیال میں تھا بھی اس مقام پر درست اور ہے بھی۔ اور ہے اہلِ عرفان اور اہلِ علم میں موضوعِ بحث تو ہوسکتا ہے، مگر جب اس کلامِ ربّانی کے ماخذ پر غور کرو گے تو معلوم ہوگا کہ ہے زیادہ درست ہے۔

جہاں ارشادِ خداوندی ہے کہ میری راہ میں مرنے والوں کو مردہ مت جانو بلکہ ان کو بعد فنا ایسی زندگیِ جاوداں عطا کی جاتی ہے کہ جس کا تم کو شعور بھی نہیں ہے۔

بہر حال میں آج ایسی ہی ایک برگزیدہ شخصیت کے متعلق کچھ لکھ رہا ہوں جس پر علم و فضل وکمالِ روحانی، تقویٰ، اتباعِ شریعت وطریقت، عقیدت ومحبت خلوص کے انتہائی درجات کے الفاظ موزوں ہیں۔ جس میں فی زمانہ ایک حقیقی مجاہد ملت ایک مجاہد اسلام، مجاہد قوم جیسی خوبیاں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ اسی ذاتِ برکات کا پیارا نام امام التارکین مجاہد ملت حضرت علامہ الحاج محمد حبیب الرحمن تھا۔

حضرت مولانا الحاج ظفر الحسین قادری حامدی پوکھریروی

حضور مجاہد ملت شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری حامدی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات قدسی صفات اپنے زمانے میں اپنی خصوصیات کے اعتبار سے بے مثال تھی۔ آپ سادگی پسند تھے لیکن طبیعت میں نفاست تھی۔ آپ فکر وعمل کے اعتبار سے بھی انتہائی نفیس تھے اور عشق وعرفان کے اعتبار سے بھی نفاست پسند تھے۔ آپ کے عشق وعمل کی چادر پر کبھی کوئی داغ دھبّہ نہ دیکھا گیا۔ آپ تاحیات باطل قوتوں سے محاذ آرا رہے۔ آپ نے علم سے بھی باطل کا مقابلہ کیا، عمل سے بھی باطل کا مقابلہ کیا، زبان سے بھی باطل کا مقابلہ کیا، قلم سے بھی باطل کا مقابلہ کیا اور مال سے بھی باطل کا مقابلہ کیا۔ آپ پوری دنیا سے باطل قوتوں کا نام ونشان مٹادینا چاہتے تھے۔ ملک کے اندر جہاں بھی باطل قوتیں سر اُٹھاتیں آپ خبر پاتے ہی وہاں پہنچ جاتے اور جب تک باطل کا زور ختم نہیں ہوتا اس وقت تک آپ وہاں خیمہ زن رہتے۔ دینی، ملّی اور جماعتی معمولات ومراسم کے تحفظ میں آپ نے جو کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ کا ایک ناقابلِ

فراموش باب ہے۔ ان کے عہد نے ان کو پہچانا نہیں، ان کی حوصلہ افزائی نہیں کی اور ان کا خاطر خواہ تعاون نہیں کیا، ورنہ آج ملک میں جماعت اہلِ سنّت کا جغرافیہ مختلف ہوتا۔

ہم نے حضرت مجاہد ملت کو کتنی بار دیکھا ہے، ان کی صحبت سے اکتسابِ فیض اٹھایا ہے اور ان کی نوازشات کی بارش میں کتنی بار نہایا ہے بتا نہیں سکتے۔ ان کی ذات میں ہمیں حضور حجۃ الاسلام کی تصویر نظر آتی تھی۔ انہوں نے اپنے مرشد اجازت سے جو عہد و پیمان کیا تھا تاحیات اس کے پابند رہے۔ اگر انھیں فنا فی المرشد کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ حامدی ہونے کی بنیاد پر ایک بار ازخود فرمایا کہ میں تمہیں اپنی خلافت و اجازت سے نوازتا ہوں۔ حالانکہ ہمارے اندر اس بارِ عظیم کو اٹھانے کی اہلیت نہیں تھی۔ ہم نے کچھ کہنا چاہا تو یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ تمہارا حامدی ہونا ہی کافی ہے۔ ہم نے حضور مجاہد ملت کی اس نوازش کا ازخود کبھی تذکرہ نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خلفا کی فہرست میں کہیں ہمارا نام نظر نہیں آتا۔ یوں تو ہمیں جماعت اہلسنّت کی بڑی شخصیت سے محبت ہے۔ لیکن حضرت مفتی اعظم ہند اور حضرت مجاہد ملت سے جنون کی حد تک محبت ہے اور ان دونوں شخصیات کی خصوصی نوازشات تاحیات ہمارے ساتھ رہیں۔ حضرت مجاہد ملت جیسا غازی اور حضرت مفتی اعظم جیسا پابند شریعت ان آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ دعا ہے کہ پروردگارِ عالم ان دونوں برگزیدہ شخصیات کے روحانی فیضان سے جماعت اہلسنّت کو شاد کام فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا شبیہ القادری پوکھریروی، غوث الوریٰ عربک کالج سیوان بہار

حضرت مجاہد ملت کی زیارت کی بارہا سعادتیں میسر رہی ہیں۔ انھیں دیکھنے کے بعد سینے میں یادِ الٰہی کے چراغ جل اٹھتے تھے۔ ان کے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹتی تھیں۔ آپ ہمیشہ سادے لباس میں ہوتے لیکن کسی کو ان سے نگاہ ملانے کی جرأت نہ ہوتی۔ خشیتِ الٰہی، عشق رسالت پناہی اور جرأت و بے باکی میں وحیدِ عصر تھے۔ وہ اپنے وقت کے ابراہیم ابن ادھم تھے۔ انھوں نے فقیری میں شہنشاہی کی ہے۔ ان کی درویشی کو دیکھ کر شہنشاہی کو رشک آتا تھا۔ اور وہ سوچتی تھی کہ کاش میں فقیری کے خاندان میں پیدا ہوتی۔

حضور مجاہد ملت علم اور عمل کے بہت بڑے حریص تھے۔ ان کے علم کے فیضان اور عمل کے نور سے مستفیض ہونے والوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ انھوں نے انسان سازی اور جماعتی شیرازہ بندی میں جو کردار ادا کیا ہے اس کی اب تک کوئی دوسری مثال نگاہوں کے سامنے نہ آسکی ہے۔ انھوں نے اپنے عہد میں بدعقیدگی کو اُبھرنے نہیں دیا۔ بدعقیدگی ان کے سائے سے پناہ مانگتی تھی۔ ان کی سیرت کا ہر گوشہ ہمارے لیے تقلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ انھوں نے دین کے لیے قربانی کی جو تاریخ لکھی ہے اسے دنیا قیامت تک فراموش نہیں کر سکتی۔ ان کی زندگی کی ہر سانس سے عشق وعرفان کی خوشبو پھوٹتی ہے۔ آپ قوم وملت کے عظیم قائد و رہنما تھے۔ آپ کی قائدانہ زندگی کو سامنے رکھ کر ملّی فلاح کے بہت سارے ابواب ترتیب دیے جاسکتے ہیں۔ ربّ کائنات ہمیں ان کے نقوشِ حیات پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا شبنم کمالی پوکھریروی

میں نے حضور مجاہد ملت کی ملاقات سے پہلے اخباروں اور رسالوں میں ان کے نام کے ساتھ اکثر بیشتر رئیس اعظم اڑیسہ لکھا ہوا دیکھتا تھا۔ اس لیے میرے تصوّر میں رئیس اعظم کا خاکہ وہی تھا جو عام طور سے زمینداروں، حاکموں، دولت مندوں اور اعلیٰ افسروں کا ہوا کرتا ہے۔ زرق برق قیمتی لباس، شاہانہ طمطراق، آگے بڑھو، پیچھے ہٹو کہنے والے خدّام جس کے لیے دس بیس قدم پیدل چلنا بھی دشوار ہو، جس کے طعام وقیام، خوابگاہ اور فرش کے لیے لمحہ بہ لمحہ تکلّف آمیزیاں ہوں۔ جو اپنے ہاتھ سے کوئی معمولی کام کرنا بھی اپنی رئیسانہ شان کی توہین سمجھتا ہو لیکن ملاقات اور شرفِ زیارت کے بعد میں انتہائی حیرت واستعجاب کے عالم میں کچھ دیر تک ساکت وصامت رہ گیا۔ سادہ معمولی لباس، سفید ٹوپی، سفید کرتا، سفید تہبند (لنگی)، سفید رومال اور پاؤں میں معمولی جوتے۔ البتہ صورت باوقار، چہرہ رعب دار جہاں تکلّف کا کوئی بھی نام ونشان نہیں۔

آپ صحیح معنوں میں رئیس اعظم تھے۔ کافی دولت مند خاندان، زمین دار خادموں اور خادماؤں کی محل میں کمی نہیں تھی مگر جہاد بالنّفس کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز ہونے کی یہ عظیم

صورت تھی جو میرے پیش نظر تھی۔ آپ کی دولت جہاں فقیروں، یتیموں، بے نواؤں اور حاجت مندوں کے کام آئی وہیں آپ کے ذریعہ راہِ حق میں دینی اُمور کی انجام دہی کے لیے بھی ایسے کار ہائے نمایاں انجام پذیر ہوئے جو اپنی مثال آپ ہے۔ اس طرح جہاد بالمال کا ایک عظیم نمونہ بھی آپ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ وابستہ ہے۔ مسجد اعظم جامعہ حبیبیہ، حبیبی پریس الہٰ آباد شہادت کے لیے کافی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے کارنامے ہیں جن کا علم صاحبِ واقف حضرات کو ہے۔

بات یہ ہے کہ آپ صاحبِ علم تھے۔ وہ بھی کوئی معمولی علم والے نہیں۔ علومِ فرنگیہ سے نفرت اور علومِ دینیہ کی بے انتہا محبت ہی نے ان کو بلند پایہ عالموں کی صف میں ایک ممتاز حیثیت عطا فرمائی۔ آپ نے قرآنِ حکیم کی آیتوں اور احادیث مقدّسہ کے غایرانہ مطالعہ کے بعد ایسی راہ اختیار کی جو درجۂ اوّل کے مومنین کی راہ ہے۔

پڑھنے کے لیے کتابیں تو علمائے کرام پڑھتے ہی رہتے ہیں۔ قرآن وحدیث ان کی نگاہوں کے سامنے بھی ہے لیکن میدانِ عمل میں آکر جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کی عظیم صفتوں سے مکمل طور پر متصف ہونا ہر ایک کے بس کی بات ہے اور نہ ہر ایک کی قسمت میں یہ سعادت ہے۔ ؎

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدّعی کے واسطے دار و رسن کہاں

جہاد کے بغیر مجاہد کا لقب حاصل کرنے والے لوگوں کی بھی اس دنیا میں کمی نہیں۔ سرزمین ہند ایسے نام کے مجاہدین سے خالی نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان کا کوئی بھی عمل ایسا نہیں جو اُن کے لقب کی صداقت پر دلیل ہو۔ ہاں صرف حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان ہی کی ذات دورِ موجودہ کے ہندوستان میں مجاہدِ ملت کہلانے کی مستحق نظر آتی ہے۔

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، ہمدرد یونی ورسٹی، دہلی

لانبا قد، چمکتا ہوا نورانی چہرہ، پُرشکوہ پیشانی، نگاہوں پر جھکی ہوئی پلکیں، ستواں ناک، گفتگو میں خود اعتمادی، مزاج میں بلا کی سنجیدگی، رفتار و گفتار میں اسوۂ رسول کی بھرپور جھلک،

پیری میں عزم وارادے کی پختہ چٹان، سادے رنگ کا کُرتا، سر پر دو پلیا ٹوپی، ہلکے رنگ کی لنگی میں ملبوس ایک درویش صفت انسان جسے دنیا ''مجاہد ملت'' کہتی ہے، ملاقات ہوئی۔ یہ کوئی ۱۹۷۷ء کی بات ہے۔ جن دنوں مَیں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم تھا۔ گرمی کا موسم اور پھر دن کے ۲/۱۔ ۲ بجے اساتذہ وطلبہ آرام فرما رہے تھے اور میں معمول کے مطابق بیدار رہ کر کسی کام میں مصروف تھا۔ اتنے میں حضور مجاہد ملت اپنے ایک خادمِ خاص کے ہمراہ میرے کمرے کی طرف بڑھتے نظر آئے۔ نورانی شکل وصورت دیکھتے ہی قلب وجگر ہی میں نہیں بلکہ پورے رگ وریشے میں حرارتِ ایمانی کی لہر دوڑ گئی۔ کچھ تو گھبرایا پھر بھی آگے بڑھا، مصافحہ کیا، دست بوسی کی اور ادائیگی نمازِ ظہر کے لیے پانی وغیرہ کا انتظام کیا۔ چند گھنٹے حضور قبلہ علیہ الرحمہ رہے۔ میرا کمرہ فیوض وبرکات کا مخزن بنا رہا۔ ہم کلامی کا شرف بھی حاصل کیا۔ دعائے ترقی ودرجات اور سلامتیِ جان وایمان کی درخواست بھی کی۔

اس مختصر سی ملاقات میں انھوں نے اخلاقِ کریمانہ کا اس طرح مظاہرہ کیا جیسے میں ان کا عرصۂ دراز تک خادمِ خاص رہا۔ یہ میری زندگی کا انتہائی گراں مایہ لمحہ تھا۔ جس وقت میں بلا واسطہ ایک عالمِ باعمل کی شکل وصورت کی نورانی شعاعوں سے اپنے دل کو منور کر رہا تھا۔ افسوس ہزار ہا افسوس! آج مجاہد ملت کو ظاہری نگاہوں سے اوجھل ہوئے زمانہ گذر گیا مگر وہ تصویر جو میری آنکھوں نے آج سے سالوں پہلے دیکھی تھی اب بھی بڑی چمک ودمک کے ساتھ ذہن ودماغ میں انمٹ نقوش کی طرح مرتسم ہے۔

مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی، کراچی، پاکستان

صدی روایات کی بھی ایک تاریخ ہے۔ دیکھنے سننے والوں کی دید شنید بھی قلم بند ہوتی ہے اور تاریخ کا حصہ بنتی ہے۔ کچھ کردار اتنے بھرپور ہوتے ہیں کہ ان کے لیے کہا اور لکھا جانا ضروری ہوجاتا ہے۔ بعد میں آنے والے انہی کرداروں سے روشنی پاتے اور اپنی راہیں اُجاگر کرتے ہیں۔ اہلِ دل اپنی محبت وعقیدت کا بیان لفظوں کی تنگ دامانی کے باوجود کسی قدر کرتے آئے ہیں۔ یہ تذکرے آج بھی مہکتے ہیں۔ کہتے ہیں خوشبو پھیلنے کے لیے ہوتی

ہے اور خود اپنا تعارف ہوتی ہے۔ کچھ ماہ پہلے یہ حوالہ نظر سے گذرا۔ حضرت امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تاریخ التاریخ'' (ص ۶۰) میں ہے اللہ کریم کے لیے اللہ تعالیٰ کے پیارے کا جو کوئی محبت کے ساتھ تاریخ میں ذکر کرے گا وہ روزِ محشر اس کے ساتھ اس کے درجے میں ہوگا اور جو کوئی محبت کے ساتھ کسی ولی اللہ کا تذکرہ تاریخ میں پڑھے گا تو گویا اُس نے اُس ولی اللہ کی زیارت کرلی۔ ''الاعلان بالتوبیخ'' (ص ۷۰) کے حوالے سے یہ حدیث شریف نقل کی گئی ہے کہ جس نے مومن کا تذکرہ لکھا گویا اس نے اسے زندہ کردیا اور جس نے وہ تذکرہ پڑھا اس نے گویا اس کی زیارت کی اور جس نے مومنین کے تذکرے کو زندہ کیا اُس نے تمام انسانوں کی زندگی کا سامان کیا۔

وہ لوگ جو اپنے انفاس کی گرمی سے ملت کو حرارت بخشتے رہے ہیں۔ انھیں میں حضور مجاہد ملت حضرت علامہ مولانا محمد حبیب الرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان بھی نمایاں شمار ہوتے ہیں۔ نام سے زیادہ کسی لقب کا زبان زد عام ہوجانا اس ہستی کا اعتبار واضح کرتا ہے۔ ۱۹۷۵ء یعنی ۳۲ر برس پہلے کی بات ہے۔ ماہِ رمضان دیارِ حبیب کریم مدینہ منورہ میں گذارنے کا شرف حاصل ہوا۔ قطبِ مدینہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہاں پاک و ہند کے علماء و مشائخ کا روز ہی تذکرہ رہتا تھا۔ حضرت مجاہد ملت کی عظیمت واستقامت کی باتیں میں نے پہلی مرتبہ وہیں سنی تھیں۔ زندگی کے ماہ و سال سبھی کو میسر ہیں مگر جو زندگی گذارنے کا ہنر جانتے ہیں وہ دوسروں کی زندگی ہوجاتے ہیں۔ حق پر استقامت اور ہر مرحلے پر اس کا اظہار، حق کے لیے ہر صعوبت سہنے کو تیار کم ہی لوگ ہوا کرتے ہیں۔ لیکن مجاہد ملت ان اوصاف سے پوری طرح متصف نظر آتے ہیں۔

مولانا مفتی محمد قاسم براہیمی، سابق وزیر صوبہ بہار

امام التارکین سراج السالکین حضرت سراپا خیر و برکت مجاہد ملت مولٰینا الحاج شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری عباسی علیہ الرحمۃ والرضوان ایک عبقری شخصیت کے مالک تھے۔ بے

بدل عالمِ دین تھے۔ بے مثال فقیہ تھے۔ لاجواب مناظر تھے۔ علومِ ظاہری کے ساتھ ساتھ علومِ باطنی میں بھی آپ کو خصوصی دستگاہ حاصل تھی۔ اپنے جملہ معاصرین میں ایک امتیازی شان اور منفرد پہچان رکھتے تھے۔ اس پر طرّہ یہ کہ مجاہدانہ اوصاف کے حامل تھے۔ حق گوئی و بے باکی خمیر میں شامل تھی۔ نہ خوفِ زنداں نہ فکرِ دار و رسن۔

نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو، رزم ہو یا بزم ہو پاک نفس پاکباز دل میں ملت کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ مسلمانانِ عالم پر دنیا کے کسی بھی حصے میں درد و غم کے پہاڑ ٹوٹیں آپ مضطرب اور بے چین ہو جاتے تھے۔ آنکھوں کی نیند اڑ جاتی۔ دل کا سکون چھن جاتا۔ اپنے عادات و اطوار کے آئینے میں ''خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر'' کا مکمل مصداق اور نمونہ تھے۔

ظلم کے خلاف، خواہ ظالم کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو آواز اٹھانا، جد و جہد کرنا اور مظلوم کو ظالم کے شکنجے سے چھڑانے کے لیے ہر ممکن سعی و عمل کرنا آپ کی فطرت میں شامل تھا۔ اس معاملے میں کبھی نتیجے اور انجام کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اس راہ میں جتنی مصیبتیں بھی آتیں آپ ہنستے اور مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کرتے اور کبھی اپنی عزیمت کے ماتھے پر شکن تک نہیں آنے دیتے۔ آپ کا یہ وہ نمایاں وصف تھا جس میں کوئی ہم عصروں میں بھی آپ کا شریک و سہیم نہیں تھا۔ بلا شبہہ

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدّعی کے واسطے دار و رسن کہاں

آپ کی پوری زندگی علم و عمل کا حسین و دل آویز گلدستہ تھی۔ زہد و تقویٰ اوڑھنا بچھونا تھا۔ عشقِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بال بال سے پھوٹا پڑتا تھا۔ فرائض و واجبات کا پوچھنا ہی کیا، سنن و مستحبات تک کا وہ اہتمام اور التزام کرتے کہ دیکھتے ہی بنتا تھا جیسے یہ چیزیں ان کی زندگی کا جزو لاینفک ہوں۔ ''اخلاق'' کا پیکر تھے۔ ریا و سمعہ کا وہاں گزر تک نہیں تھا۔ جو بھی دیکھتا آپ کو دیکھتا رہ جاتا۔ مکمل ایک بندۂ مومن کی تصویر نگاہوں کے سامنے آجاتی۔ نگاہیں ہٹائے نہیں ہٹتیں۔ گویا

دیوانگی عشق کا عالم نہ پوچھیے ان کا پتہ ملا ہے تو اپنا پتہ نہیں

سراجِ ملت حضرت سید شاہ سراج اظہر قادری رضوی، بانی وسربراہ دار العلوم فیضانِ مفتیِ اعظم، ممبئی

ہم نے حضور مجاہد ملت کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور بار بار دیکھا ہے۔ ان کو دیکھے زمانہ بیت گیا۔ پھر بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ابھی ابھی ہماری بزم سے اُٹھ کر گئے ہیں۔ ان کے قدموں کی آہٹ سماعت سے ٹکرا رہی ہے اور ان کے لباس کی خوشبو سے پوری محفل مشکبار ہے۔ ان کی شخصیت میں جو جامعیت تھی اور ان کی سادگی میں جو وقار تھا اسے دیکھنے کے لیے اب آنکھیں ترس رہی ہیں۔ انھوں نے اپنے جینے کا جو ڈھنگ بنایا تھا اس میں عہدِ صحابہ کی تصویریں جھلکتی ہیں۔ ان کی مالی قربانیوں کو دیکھ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایثار یاد آجاتا ہے۔ ان کے سینے میں عشق رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آگ ہر وقت دہکتی رہتی تھی۔ ان کے عشق نے انھیں ہر طرح سے آزمانے کی کوشش کی اور آپ ہر آزمائش میں کامیاب رہے۔ عشق نے ان کی پیٹھ پہ کوڑے بھی لگائے لیکن ان کوڑوں میں آپ سنّتِ بلالی کی لذّت محسوس کرتے رہے۔ انھیں شدت کی دھوپ میں پابہ زنجیر ننگے پاؤں رکھا گیا۔ مگر ظلم کا ہر تیور ان کے عشق میں اضافہ کرتا رہا۔ ان کی کتابِ حیات کا ہر ورق چاند کی چاندنی سے زیادہ صاف وشفّاف ہے۔

حضور مجاہد ملت عشق وعرفان کی ایک ایسی پاکیزہ داستان ہیں جس سے عاشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ جرأتِ اظہار کشید کرتے رہیں گے۔ آپ نے جماعت اہلسنّت کو جمعیت کا جو شعور بخشا تھا آج بعض فتنہ پرور عناصر اس شعور کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ اگر آج آپ حیات سے ہوتے تو ان فتنہ پرور عناصر کی رگیں کاٹ ڈالتے۔ ہماری دعا ہے کہ ربّ کعبہ ہم میں ان کا کوئی بدل پیدا فرمادے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری، (ایم اے، پی ایچ ڈی)

اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ مجاہد ملت کون ہیں؟ تو چند جملوں میں میرا جواب ہوگا کہ مجاہد ملت وہ ہیں جنھوں نے اپنے دور میں اعلیٰ حضرت کی تحریک تحفظ ناموس رسالت کو مرنے نہ دیا بلکہ اپنی علمی شان اور عملی آن بان سے اس کے تن نازنین میں نئی جان ڈال دی......

مجاہد ملت وہ ہیں جنھوں نے حضور حجۃ الاسلام کی اجازت وخلافت کا نہ صرف بھرم رکھا بلکہ دنیا

کے سامنے اپنے کردار و عمل سے رضوی خلافت کا اصلی مقام اس سوز و گداز سے پیش فرمایا کہ دنیا عش عش کر اٹھی......مجاہد ملت وہ ہیں جنہوں نے اپنے شخصی طنطنہ اور بے تکلفانہ دوستی کے باوصف حضور مفتی اعظم سے نیاز مندانہ ہی ملنے میں اپنی سعادت سمجھا......مجاہد ملت وہ ہیں جن کے تخیلاتی سرو کی شاخ طوبیٰ پر بریلی کی یادوں کا عندلیب بے تکان چہکتا ہی رہا...... مجاہد ملت وہ ہیں جنہوں نے اپنے مجاہدانہ للکار سے قوم و ملت کی زلف برہم سنوارنے میں اپنی زندگی گذار دی......اور مجاہد ملت وہ ہیں کہ جس سرزمین نے ولادت و وفات کیلئے آپ کا انتخاب کر لیا وہ رفعتوں کا گلاب بن گئی، جسکی خوشبوئے دلنواز سے ہند و بیرون ہند کا قطعہ قطعہ معطر و معنبر ہو رہا ہے اور وہ خود دھام نگر سے دھام نگر شریف کہی جانے لگی، دنیا کے نقشے میں آج بھی بہت سارے شہر ہیں جو صرف کسی اللہ والے کی نسبت سے مشہور اور ممتاز ہیں، ان کے نام کے ساتھ نسبت شریفی کا ایسا لاحقہ لگا کہ وہ نام کا جز و لاینفک بن گیا، جیسے حضور جان نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے مدینہ سے مدینہ شریف......حضور غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے بغداد سے بغداد شریف......حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی نسبت پا کر اجمیر سے اجمیر شریف......حضرت شاہ سمناں سے نسبت پا کر کچھو چھہ سے کچھو چھہ شریف...... حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری سے نسبت پا کر بہار سے بہار شریف...... حضرت شاہ برکت اللہ کی برکت سے مارہرہ سے مارہرہ شریف......اعلیحضرت امام احمد رضا کی نسبت سے بریلی سے بریلی شریف......یونہی حضور مجاہد ملت مولانا الشاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری کی نسبت سے دھام نگر سے دھام نگر شریف......جب تک دنیا میں دیوانگان مصطفیٰ کی دیوانگی سلامت ہے ان تمام شرافتوں کے جلو میں دھام نگر کی بھی شرافت زندہ و تابندہ رہے گی، ملک ہند کا بڑا بڑا شہر منہ دیکھتا رہ گیا اور ایک مجاہد کے قدم ناز سے ایک چھوٹے سے گاؤں کے سر پر شرافت کی دستار کیا بندھی کہ عوام و خواص سب کی عقیدتوں کا وہ مرکز ہو گیا۔

حضرت مولانا مفتی محمد شمشاد حسین رضوی، بدایوں شریف

جو یہاں سے جاتا ہے وہ دوبارہ لوٹ کر آتا نہیں ہے۔۔۔۔۔تو پھر اس کے لوٹ کر

آنے کے لئے کسی جتن کی ضرورت نہیں اور نہ ہی چیخنے چلانے کی حاجت ہے بال نوچنا، چہرہ پر طمانچہ رسید کرنا، سینہ کوبی کرنا اور رو رو کر آنکھیں سجھانے سے بھی کیا ہوگا؟ جب کوئی لوٹ کر نہیں آئیگا تو ظاہر ہے کہ اس کی جگہ پر جو بھی آئیگا وہ ایسا نہیں ہوسکتا ہے جو چلا گیا۔۔۔۔کیا اس سے اس کا ''فقید المثال'' ہونا ثابت نہیں ہوتا؟ ہاں ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے ''سرکار مجاہد ملت'' بھی ہمارے درمیاں سے چلے گئے ہیں اس لئے آپ ''فقید المثال'' ہیں اور نادر و نایاب ہیں کوئی ان کے جیسا بننے کی لاکھ کوشش کرے مگر اس کی کوشش، کوشش کی ہی حد تک رہے گی اس کی حد توڑ کر کہیں اور نہیں جاسکتی ہے۔۔۔۔۔یہ نظریہ ایسا نہیں ہے کہ کوئی اس سے اختلاف کرے سائنس والے بھی اس سے اختلاف کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اس لئے یہ نظریہ متفق علیہ نظریہ ہے۔۔۔۔۔

ب۔۔۔۔۔حضور مجاہد ملت کا تعلق اس جماعت سے تھا جس جماعت کے بارے میں اہلسنت کا ماننا ہے یہ جماعت معتمد علیہ ہے اور اس جماعت جیسی کوئی اور جماعت نہ کل تھی اور نہ آج ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے وہ جماعت کون سی ہے؟ جس کی شان اور عظمت کے بارے میں نشان دہی کی گئی ہے یہ جماعت ان دس افراد پر مشتمل ہے جنہوں نے براہ است ''حضرت صدر الشریعہ'' سے استفادہ کیا ان دس میں سے ایک حضور مجاہد ملت تھے اور بقیہ ساتھیوں میں۔۔۔۔۔۔شمس العلماء۔۔۔۔۔۔۔۔صدر العلماء۔۔۔۔۔۔حافظ ملت۔۔۔امام معقولات و منقولات۔۔۔۔۔۔اور مفتی اعظم کانپور تھے ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ ان کے جیسا کوئی ہو۔۔۔۔۔اگر کوئی اس طرح کا دعوی کرتا ہے تو وہ صرف دعوی ہوگا نہ اس کے شواہد ہونگے اور نہ اس بات کو کوئی ماننے کو تیار ہوگا۔ جب کوئی ''شمس العلماء'' جیسا نہیں۔۔۔۔۔۔صدر العلماء جیسا کوئی نہیں۔۔۔۔۔حافظ ملت جیسا کوئی نہیں تو پھر کوئی ''مجاہد ملت'' جیسا بھی نہیں ہوسکتا ہے۔۔۔۔اب اگر کوئی کسی کو ''شمس العلماء، صدر العلماء کہتا ہے یا کسی کو حافظ ملت کہا جائے تو پھر یہ لقب اُس لقب سے بہت ہی چھوٹا ہوگا جو ہمارے اکابر کا لقب تھا۔ وہ لقب از روئے ضرورت تھا اور یہ لقب از روئے

تزئین ہے۔جن افراد نے یہ کام انجام دیا اسے ہوش کا ناخن لینا چاہیئے۔کہ اس نے لقب بانٹنے میں نہایت ہی فراغ دلی سے کام لیا لیکن اس سے بھی چوک ہوگئی جب بانٹنا ہی تھا تو جس قدر القاب تھے سبھی بانٹ دیئے ہوتے۔کوئی بھی لقب بٹنے سے نہ چھوٹتا۔تاکہ ہمارے اکابر کی شخصیتیں گم ہوجاتیں اوران کا کوئی نام لیوا نہ ہوتا مگر افسوس ہے کہ ابھی بھی کچھ القاب کوانہوں نے چھوڑ دیا ہے اور وہ لقب ہے حافظ ملت کا۔اب سوال پیدا ہوتا ہے آخر کار یہ لقب کسی کو کیوں نہیں دیا گیا تمام القاب کے مقابلہ میں اس کے لئے دفعہ ۳۷۰ جیسی رعایت کیوں؟اس کا کوئی جواب ہے؟

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ''حضور مجاہد ملت'' جیسی کوئی شخصیت نہیں ،اگر کسی کی جھولی میں ایسا کوئی چمکتا دمکتا ہیرا ہے تو اسے پیش کرے تاکہ معادلہ کا عمل کیا جائے ورنہ ہمارا یہ کہنا سوفیصد صحیح ہے کہ

ایسا کہاں سے لاؤں؟ کہ تجھ سا کہیں جسے

ڈاکٹر غلام زرقانی قادری،ہیوسٹن،امریکہ

یوں تو انساں اپنے کسی ایک جزوی عظمت وافتخار کی بنیاد پر ہی عظیم سمجھا جاتا ہے۔۔۔ کوئی خداداد علم وحکمت کے سہارے دنیائے فکروآگہی میں اپنی امتیازی شان کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔۔۔کوئی دولت وثروت کی بنیاد پر ملک گیر شہرت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔۔۔کوئی اقتدار کی بیساکھی کے سہارے اپنی عظمتوں کا لوہا منواتا ہے۔۔۔کوئی ورع وتقویٰ،صبر و قناعت اور حسنِ اخلاق کی پُرکشش صلاحیتوں سے لوگوں کو رام کرتا ہوا دیکھا جاسکتا ہے۔۔۔ اور ایسے بھی لوگ دنیا میں ہوتے ہیں جو اپنی خداداد قائدانہ صلاحیت،فکری بصیرت اور جماعتی اقدار کی پاسبانی کا جذبۂ بیکراں اپنے دلوں میں سموئے ہوئے اپنے معاصرین کے درمیان ممتاز نظر آتے ہیں۔۔۔لیکن اسے کارسازِ حقیقی کی نعمت عظمٰی کہیے کہ مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن قدس سرہٗ العزیز اپنی تنہا ذات میں ہمہ جہت عظمت وافتخار کے حامل تھے۔۔۔وہ علومِ عقلیہ پر ایسی دسترس رکھتے تھے کہ نابغۂ روزگار جامع منقولات حضرت

علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ انہیں اپنے زمانے کے ڈھائی عبقری شخصیات میں سے ایک شمار کرتے ہیں۔۔۔میدانِ مناظرہ کے ایسے شہسوار کہ مناظرِ اہلِ سنّت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ یہ اعتراف کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں کہ ان کے پاس علمِ مناظرہ کے اسرار و رموز، بحث و مباحثہ کے آداب اور فنی مہارت کا جو بھی سرمایہ ہے وہ مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے فیضانِ نظر کا صدقہ ہے۔۔۔۔ثروت و دولت کے حوالے سے جب ہم ان کے خانوادے پر ایک اُچٹتی ہوئی نظر ڈالتے ہیں تو تاریخ کے اوراق یہ گواہی دیتے ہیں کہ آپ کا گھرانہ کئی جاگیروں کا مالک تھا۔۔۔قائدانہ صلاحیت اور ملکۂ بصیرت ایسی عطا ہوئی کہ خود قیادت اپنے تعارف کی محتاج۔۔۔اور جب آپ کی تقویٰ شعار اور عفّت مآب زندگی پر نگاہ ڈالیے تو اسلامی اخلاق و آداب کو مجسّم اپنی نگاہوں کے سامنے پایئے۔۔۔۔شخصیت ایک ہے لیکن جس زاویے سے دیکھیے عبقری شان کے ساتھ جلوہ گر ہیں، لہٰذا کہنے دیا جائے کہ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ ہمہ جہت عظمتوں کے پیکرِ جمیل تھے۔

حضرت مولانا عارف قادری ضیائی مہاجر مدنی

بیاں ہو کس قلم سے تذکرہ ان کی جلالت کا ۔۔۔ تعارف آپ ہی خود ہیں وہ اپنے حسنِ سیرت کا

بر زمینے کہ نشانِ کف پائے تو بود ۔۔۔ سالہا سال سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

وہ بقیۃ السّلف جو عاشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور عاشق غوث الثقلین تھے جو مدینہ طیبہ کی محبت اور تعظیم میں سیدنا امام مالک کے اطوار کے حامل اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی محبت میں سیدنا امام شافعی کے پیروکار تھے۔جو بدمذہبوں اور گمراہ حکمرانوں سے ٹکرانے اور قید و بند کی صعوبتیں اُٹھانے میں سیدنا امام احمد بن حنبل کے رمز شناس، ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہننے میں سیدنا امام زین العابدین کے طریقے پر گامزن تھے۔وہ اعلاکلمۃ الحق بلند کرنے میں مجددِ اعظم سیدی امام احمد رضا خان قادری کے نقش قدم پر تھے۔جود و سخا میں سیدنا صدیق اکبر کی شبیہ تھے۔جن کی ریل کی زندگی پر جیل کی زندگی سبقت لیے ہوئے تھی۔ان کے لیل و نہار اس حقیقت کے شاہد ہیں۔آپ اس دور کے مخلص ترین تاریخ ساز قائد،

مقتدائے قوم و ملت جس نے اپنی ساری زندگی خدمت اسلام و مسلمین میں بسر کی۔ وہ اسلاف کرام کی روش پر چلنے والے بے لوث رہنما اور ہر دلعزیز روحانی پیشوا جو شہرت پسندی، ہوس پرستی اور تکاثر و تفاخر سے بیزار مومنانہ شان و شوکت اور قلندرانہ جرأت میں ممتاز ترین مقام پر فائز تھے۔

جن کی غیرتِ ملّی و عالی ہمتی اور دینی خدمت، علمی جلالت اور فکری قیادت و امامت کا عالم گواہ ہے۔ اس قدسی صفات، مصلح قوم، کوہِ وفا، مردِ حق آگاہ، دینی بصیرت اور مومنانہ فراست کے مالک، عابد و زاہد اور علمِ ظاہر و باطن کا مجمع البحرین تھے۔ وہ اپنے عہد کے صاحبِ ثروت رئیس اعظم، جنہوں نے اپنے جسم پر درویشی کی چادر اوڑھ رکھی تھی اور جن کا جسم زخموں کے نشانات سے بھرپور ان کی مجاہدانہ عزیمت کا بین ثبوت تھا۔ وہ اصابت رائے کے ساتھ تبحر علوم کی دولت سے پُر تھے۔ جو عوام و خواص کی نظر میں ایک روشن دماغ مفکر، ایک ممتاز عالم دین، ایک باکمال صوفی، ایک زبردست کہنہ مشق مناظر، ایک عظیم محدث، ایک نامور فقیہ و عبقری مدرّس، جن کی ذات سنّیت کے لیے باعثِ فخر تھی۔ وہ عارفِ کامل جو مصائب سے کبھی نہیں گھبرائے، جو استقامت میں کوہِ ہمالیہ تھے، جن کی حیاتِ مقدسہ مصلحت وقت سے یکسر خالی تھی۔ جو رعب و دبدبہ سے کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی مرعوب نہ ہوئے اور ان کی جبین استقلال پر ذرّہ بھر بھی شکن نہ پائی گئی۔

جن کے بے شمار مریدین بھارت کے علاوہ حجازِ مقدس، پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان، عرب امارات، یورپ، امریکہ و افریقہ میں موجود ہیں۔ جو سنّیت و مسلکِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا معیار اس رئیس التارکین، امام المحدثین، زبدۃ العارفین، سنوسی الہند، مجاہد اعظم کا نام نامی و اسم گرامی محمد حبیب الرحمٰن عباسی قادری ہے۔ وہ جو خود اپنی نظر میں کچھ بھی نہیں۔ عجز و انکساری کا پیکر، سراپا خلوص و للّٰہیت ایثار مجسّم ؂

یہ شہادت گہہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

حضرت مولانا سید وجاہت رسول قادری، کراچی

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان — گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

حضور مجاہد ملت حضرت علامہ مولانا محمد حبیب الرحمٰن عباسی قادری علیہ الرحمۃ ۸ / محرم الحرام ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء میں دھام نگر صوبہ اڑیسہ، بھارت میں پیدا ہوئے اور ۶ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ/ ۱۳ / مارچ ۱۹۸۱ء کو بمبئی میں انتقال فرمایا۔ ۱۶ / مارچ کو اپنے شہر دھام نگر میں آسودۂ خاک ہوئے۔ انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔ رحمہ اللّٰہ رحمۃ واسعۃ۔

آپ اپنے علاقے کے رئیس زادے تھے لیکن آپ نے سلطانی میں درویشی کی۔ اپنے علم و فضل، تبلیغِ اسلام، اصلاح و فلاحِ ملتِ اسلامیہ کے لیے مجاہدانہ کاوشیں جس کی پاداش میں ان کی متاعِ حیات کے قیمتی ایام زیادہ تر پابندِ سلاسل اور قید و بند کی حالت میں بسر ہوئے اور درویشانہ طرزِ زندگی کی بدولت آپ ''سنّوسیِ ہند''، ''مجاہدِ ملت'' اور ''مجاہدِ اعظمِ اسلام'' کے خطاب سے نوازے گئے۔

آپ ؏ ''حیاتِ ذوقِ سفر کے سوا اور کچھ نہیں'' کے رمز سے واقف حق آگاہ مردِ مومن تھے۔ آپ کی حیاتِ مستعار کے کارناموں کا جائزہ لینے کے بعد صاحبِ انصاف اور صاحبِ نظر شخص اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ آپ کی پوری زندگی سوزِ دروں اور جذبِ شوق، عشقِ صادق اور فی سبیل اللہ جہدِ مسلسل سے عبارت تھی۔ دوسرے الفاظ میں وہ علامہ اقبال کے اس مصرعہ ''نہیں ہے بندۂ مومن کے لیے جہاں میں فراغ'' کی مکمل تفسیر تھے۔ بات بڑھ جائے گی اور تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ لیکن اس قدر اشارہ کرنا کافی ہوگا کہ حضرت مجاہد ملّت نے اپنے عقیدہ و ایمان پر کامل یقین، عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیکرِ اتم اور اسوۂ حسنہ کے آئینۂ مجسم ہونے کی بنا پر نہ صرف اڑیسہ، بنگال و بہار بلکہ پورے ہندوستان میں ہلچل مچادی اور ہزاروں ہزار خواص اور لاکھوں عوام کے دلوں کی دنیا بدل دی اور انھیں غلامیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی راہ دکھا کر دردِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لذّت آشنا کر دیا۔

حضرت مولانا مفتی عابد حسین نوری، مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور

حضور مجاہد ملت کی عبقری شخصیت نہ کل محتاجِ تعارف تھی نہ آج۔ اس لیے کہ آپ ایسے

صاحبِ کمال اور بافیض ولی تھے جن کا فیض کل بھی جاری تھا اور آج بھی جاری ہے۔ خدمتِ خلق، اشاعتِ اسلام اور تحفظِ ایمان میں آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ یوں تو ہندوستان کے مختلف گوشوں میں آپ کا فیضان جاری ہوا اور لوگ وہابیت، دیوبندیت اور قادیانیت کی تیرگی سے نجات پا کر سنّیت کی روشن آغوش میں آ گئے اور جو پہلے سے اپنے مذہب پر برقرار تھے وہ اور متصلب ہو گئے۔ ان کے دل ایسے روشن و مجلّٰی ہوئے کہ وہ عام مسلمان نہ رہے۔ کامل مومن اور عاشقِ دلگیر بن گئے۔ مگر بہار، اڑیسہ، بنگال، یو پی، جھارکھنڈ اور مہاراشٹر کے علاقے خاص طور سے آپ کے فیضان سے مالا مال ہوئے۔ اگر آپ اڑیسہ اور بنگال کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نہ نوازتے اور شہر شہر، قریہ قریہ، گلی گلی کی خاک نہ چھانتے تو آج وہابیوں، دیوبندیوں اور قادیانیوں کو ہر طرف پاؤں پسارے دیکھنا پڑتا اور پھر اہلِ سنّت و جماعت کو سر چھپانے کی جگہ نہ ملتی۔ بلاشبہہ اسلام اور اہلسنّت کی ترویج و اشاعت میں سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے بعد جن اساطینِ اُمت نے نمایاں کارنامے انجام دیے ہیں۔ ان میں صدر الافاضل، حضرت صدر الشریعہ، حضرت برہانِ ملت، حضرت ملک العلماء، حضرت حجۃ الاسلام، حضرت شیر بیشہ سنّت، حضرت مبلغِ اسلام، حضور مفتی اعظم ہند، حضرت حافظِ ملت، حضرت قطب مدینہ، حضرت محدثِ اعظم اور حضرت مجاہد اعظم کی ذوات جامع الصّفات ہیں۔ جو اس اُمت کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے تحفۂ اثنا عشریہ بن کر آئے۔ جن کے احسان اور ایثار کے بوجھ تلے پوری دنیائے سنّیت دبی ہوئی ہے۔

حضرت مولانا مفتی مجیب اشرف رضوی، ناگپور

امام التارکین، زبدۃ العارفین، رئیس المتقین، نازشِ اہلِ سنن، کاسر شر و فتن، محبوب ذوالمنن، وقارِ مسلکِ اعلیٰ حضرت، سرخیل اہلسنّت، سیدی سرکار مجاہد ملت، مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی عبقری شخصیت بڑی پہلودار تھی، جس کا ہر اینگل بڑا خوشنما اور تابناک تھا۔ یہ وہ مرد خوش اوقات تھا جو علم و عمل، فضل و کمال، زہد و ورع، شرافتِ نسب، احتسابِ نفس، جود و سخا، صبر و تحمل، تواضع و انکساری، اسلامی پاسداری، دینی حمیت، ملّی

غیرت، قومی خدمت اور مسلکی حیثیت میں آپ اپنی مثال تھا۔

فیاضِ ازل نے ایک ہستی میں خوبیوں کے ہزاروں گل بوٹے ایسے کھلائے تھے جو صدا بہار تھے۔ تادمِ زیست بادِ سموم کے گرم و تند جھونکو سے متاثر نہ ہو سکے بلکہ ہر بادِ صرصر کے بعد ان میں تازہ بہار آئی۔ جن کی دلنواز خوشبو اہلِ حق کے مشامِ جان و ایمان کو معطر کر کے تازگی بخشتی رہی۔ کتنے مردہ دل اور کم نظر اہلِ دل اور اہلِ نظر بن گئے۔

وہ ایسا قائد تھا جس کی قیادت مسلّم تھی۔ وہ ایسا رہبر تھا جس کی رہبری بے داغ تھی۔ وہ ایسا منصف تھا جس کا ہر فیصلہ قابلِ قبول تھا۔ وہ ایسا مناظر تھا جس نے کبھی شکست کا منہ نہیں دیکھا۔ وہ ایسا مجاہد تھا جس کی ہمت مردانہ سے ایوانِ نجد لرز گیا۔ وہ ایسا مردِ قلندر تھا جس کی قلندرانہ بے نیازی نے بڑے بڑے سرکشوں کو نیاز مند بنالیا۔ وہ ایسا عالم تھا جس کے علم و عمل میں کوئی تضاد نہ تھا۔ وہ ایسا صوفی تھا جس کا ظاہر، باطن سے مکمل ہم آہنگ تھا۔ وہ ایسا مردِ خوش اوقات تھا جس کا لمحہ لمحہ اتباعِ شریعت کا آئینہ دار تھا۔ وہ ایسا مومن کامل تھا جس کا کوئی قدم حریم شرع سے باہر نہیں پڑا ؎

حریم شرع میں گزرے ہیں جس کے آٹھوں پہر

ایسی عظیم، باوقار عبقری شخصیت کی حیات و خدمات پر بھرپور کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ابھی تک جو کام ہوا ہے وہ خوش آئند اور قابلِ ستائش ضرور ہے مگر اس کا دائرۂ عمل محدود ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت والا صفات کی حیات و خدمات پر کام کرنے والوں کو مزید حوصلہ اور حوصلے میں پختگی عطا فرمائے اور ان کے دائرۂ عمل کو وسیع سے وسیع تر بنائے۔ آمین

حضرت مولانا منشا تابش قصوری، لاہور پاکستان

حضرت مجاہد ملت نے اپنی زندگی تبلیغ اسلام، مسلمانوں کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ ہمیشہ مسلمانوں کی حالت پر تڑپتے رہتے اپنی ساری جاگیر تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کی خوش حالی کے لیے صَرف کر دی۔ مسلمانوں پر کفّار و مشرکین جو ظلم و ستم ڈھاتے

تھے ان کا دفاع کرنے کی اور تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ آخر زندگی تک رہی۔ اس غرض کے لیے ایک نیم فوجی جماعت ''کل ہند خاکسارانِ حق'' قائم کی۔ جس کی غرض و غایت یہ تھی کہ ہندو مسلم فسادات ہونے پر مسلمانوں کا دفاع کیا جا سکے اور یہ نام اختیار کرنے میں حکمت یہ تھی کہ اس جماعت کو بیلچہ رکھنے کی قانونی طور پر اجازت حاصل ہوگی۔ آپ بذاتِ خود ساڑھے ساتھ کلووزنی بیلچہ کندھے پر اٹھائے راست چپ کی آواز سے اپنے ساتھیوں کو پریڈ کراتے اور خود بھی پریڈ کرتے۔ جہاں کہیں مسلمانوں پر بلوہ ہوتا آپ اپنی جماعت کے ساتھ بیلچہ لیے پہنچ جاتے۔

اس راہ میں طرح طرح کے مصائب و آلام برداشت کیے مگر جد و جہد مسلسل جاری رہی۔ متعدد مرتبہ قید و بند کی صعوبتوں سے دو چار ہونا پڑا مگر آپ کے پائے استقلال کو معمولی سی جنبش بھی نہ ہوئی۔ جمعیت علماء ہند اور اِندرا حکومت خصوصی طور پر آپ پر ظلم و ستم کرنے، آپ کی آواز دبانے اور حراساں کرنے کا ہر طریقہ استعمال کرتی رہی تھی مگر اس مردِ حق آگاہ کے سامنے ان کی سب تدبیریں ہیچ ہوگئیں اور انھوں نے ہمیشہ ناکامی و نامرادی کا منہ دیکھا۔ آپ مجموعی طور پر تقریباً دس برس پسِ زنداں رہے۔ اِندرا گاندھی کے دورِ حکومت میں آپ کو قید خانے میں زہر کھلا دیا گیا جس کی وجہ سے آپ کی جلد پھٹ گئی، جسم میں بہت کمزوری اور نقاہت پیدا ہوگئی۔ لیکن آپ مسلم کاز سے سرِ مو بھی نہ ہٹے۔ تمام مصیبتیں اور اذیتیں برداشت کیں۔ مگر آپ کی نظر ہمیشہ اور ہمیشہ اپنے مقصد پر لگی رہی۔ آپ نتائج کی پرواہ کیے بغیر اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں برسرِ پیکار رہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد اشرف رضا قادری، ادارۂ شرعیہ، ممبئی

ایک مومن کی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ یہ ہے کہ اسے معرفتِ الٰہی حاصل ہو جائے۔ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ جہاں دن کے مجاہد اور رات کے عابد تھے وہیں دن کے غازی اور رات کے نمازی بھی تھے۔ آپ اپنی پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا، عبادتِ الٰہی، اطاعتِ ربّانی میں تلاش کرتے رہے۔ نیز رضائے الٰہی کے لیے مالی عبادت میں سبقت کرنا آپ کی اعلیٰ خصوصیات میں سے تھی۔ مندرجہ ذیل حدیث پاک میں جو ایک مردِ

مومن کے لیے بشارت دی گئی ہے، آپ کی شخصیت اس حدیث کی مکمل آئینہ دار تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے جوڑا خرچ کیا کسی چیز کا اللہ کے راستے میں، وہ جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ بہتر ہے۔ جو شخص نمازی ہے وہ باب الصلوٰۃ سے پکارا جائے گا۔ جو مجاہد ہے وہ باب الجہاد سے پکارا جائے گا اور جو صدقہ دینے والا ہے وہ باب الصدقہ سے پکارا جائے گا۔ اور جو روزہ دار ہے وہ باب الرّیان سے پکارا جائے گا۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازے سے پکارا جائے گا اس کو دوسرے دروازے کی ضرورت نہیں اور عرض کی یا رسول اللہ! کیا کوئی سب دروازوں سے پکارا جائے گا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اور فرمایا اے ابوبکر! میں امید کرتا ہوں کہ تم انھیں میں سے ہو۔

آپ عبادت وریاضت اور مجاہدہ کی بدولت عطائے الٰہی سے وہ منزل بھی طے کر چکے تھے جس منزل پر پہنچ جانے کے بعد اللہ ربّ العزت کی طرف سے اولیائے کرام کو یہ بشارتیں سنائی جاتی ہیں:

ترجمہ: یعنی بندہ جب نوافل کے ذریعہ میرا تقرّب چاہتا ہے تو میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ پھر مَیں اس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

اس منزل پر پہنچ جانے کے بعد کب کوئی یہ چاہے گا کہ جس کے لیے یہ ساری تگ ودو ہے اس کے اور ہمارے درمیان تا دیر دنیا کا کثیف پردہ حائل رہے۔ صوفیائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ **الموت جسرٌ یوصل الحبیب الی الحبیب**۔ یعنی موت ایک ایسا پُل ہے جو حبیب کو حبیب کی طرف پہنچا دیتا ہے۔

حضور مجاہد ملت بھی مثالی ''حبیب الرحمٰن'' تھے۔ مناسکِ حج ادا کر کے حرمین طیبین کی

واپسی پر جدائی محبوب کی تاب نہ لا سکے۔ سفر ہی میں جان، جانِ آفریں کے حوالے کر کے جِسرِ موت کو عبور کر کے وصل الحبیب الی الحبیب کے مصداق بن گئے ؎

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
کہ شبِ گور ہے اس گل سے ملاقات کی رات

پروفیسر شاہد اختر، مدیر نوائے حبیب کلکتہ

حضور مجاہد ملت کی حیاتِ ظاہری کا سفر جو ۱۹۰۴ء سے شروع ہوا تھا ۱۹۸۱ء تک مصائب و آلام، قید و بند، دشوار گزار سفر، باطل قوتوں سے نبرد آزمائی، گھٹا ٹوپ تاریکی میں چراغِ ہدایت روشن کرنے کی کوششوں، گمرہی کے سیلاب میں رُشد و تبلیغ کے بند باندھنے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سرمایۂ آخرت لٹانے، پُر خار راہ میں آبلہ پائی کو اذیت نا کی سے گزارنے کی حیثیت سے جاری رہا۔ وہ شخص جس کی پیدائش جاگیردارانہ اور زمیندارانہ ماحول میں ہوئی، جس کے حصے میں ناز و نعمت اور اطلس و کمخواب تھے، اس نے مذہب حق کی اشاعت و تبلیغ، اسلامیانِ ہند کی سر بلندی اور سرفرازی اور گندی سیاست کے گھناؤنے ماحول میں صالح قیادت کی فراہمی کی خاطر مشکلات اور پریشانیوں، قید و بند کی صعوبتوں، اپنوں اور بیگانوں کے ظلم و ستم کو اپنی زندگی کا ماحصل بنالیا۔ ۱۹۳۶ء میں اڑیسہ کے غریب کسانوں پر فرنگی مظالم کے خلاف محاذ آرائی اور قید و بند سے لیکر ۱۹۷۹ء میں ظالم و جابر سعودی عربیہ حکومت کی تعزیر کے ہر پریشان کن لمحے کو حضور مجاہد ملت نے ہنس کر برداشت کیا۔ بیڑیاں پہنائی گئیں تو انھیں چوم لیا کہ اسلاف کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کا موقع مل رہا ہے۔ بغیر حج کیے لوٹا دیے گئے، جسمِ نازک پر کوڑے برسائے گئے تو آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج سے لوٹائے جانے اور بلال حبشی رضی اللہ عنہ پر کوڑے برسائے جانے کی سنتوں کو تازہ کرنے کی بے پناہ لذتوں میں گُم ہو گئے۔

حضور مجاہد ملت نے جاگیردارانہ آسائش کی جگہ مصائب کے پہاڑ سے سر ٹکراتے رہنے کو اپنی حیات کا ماحصل کیوں سمجھا؟ ان کی حیات کا مشن کیا تھا؟ ان کے مقاصد کتنے عظیم

تھے کہ جن کی عظمتوں پر دنیاوی لذتیں قربان کی گئیں؟ یہ وہ سوال ہیں جو عام ذہنوں میں سر اُبھار سکتے ہیں۔ لیکن جواب بہت آسان ہے۔ حضور مجاہد ملت کی زندگی کا مشن، ان کا مقصدِ حیات ایک کھلی کتاب کی طرح اہلِ بصیرت کے سامنے رہا۔ وہ مشن جو مدینہ کی خوشگوار فضا سے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو اپنے خانوادے کے ساتھ کربلا کی تپتی ہوئی سرزمین پر شہادتِ عظمیٰ کے جذبے کے ساتھ لایا تھا، وہ مشن جس نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو جیل کی صعوبتوں کے باوجود فقۂ حنفیہ کی تدوین کی طرف مائل کیا تھا، وہ مشن جس نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو خلقِ قرآن کے فتنۂ عظیم کے سامنے حکومتِ وقت سے ٹکرانے پر آمادہ کیا تھا، وہ مشن جس نے غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو حیات کے آخری لمحات تک خلقِ خدا کی ہدایت کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا جذبہ عطا کیا تھا، وہ مشن جس نے سنجر کی دلکش وادیوں سے خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کو اجمیر کے تپتے ہوئے ریگ زار پر فروکشی کو کھینچ لایا تھا، وہ مشن جس نے حضرت مخدوم اشرف سمنانی رضی اللہ عنہ کو حکومت اور بادشاہت کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر کفر کے مرکز ہندوستان میں مشقتیں جھیلنے پر آمادہ کیا تھا، وہ مشن جس نے امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ العزیز کو باطل کے منظم طوفان میں حق کی قندیل روشن کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ اسی مشن کی عظمت نے حضور مجاہد ملت کو جاگیردارانہ زمیندارانہ آسائشوں سے دور مصائب وآلام کی چکّی میں اپنی تقریباً اسّی ۸۰ سالہ زندگی کو پامال کرنے کا جذبۂ مستانہ عطا کیا تھا۔

حضور مجاہد ملت کی نوجوانی کا زمانہ انگریزی سامراجیت کے بستر گول کرنے اور ہندو فرقہ پرستی کے طاقت ور ہونے کا زمانہ تھا۔ نئے نئے فتنے مسلمانوں کو در بدر کرنے کے لیے سر اُبھار رہے تھے۔ فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ جو اسلامیانِ ہند کو ذلت وخواری سے ہمکنار کر رہا تھا۔ ان کی بہو بیٹیوں کی عزتیں لوٹی جا رہی تھیں، املاک تباہ کی جا رہی تھیں۔ ان سے ان کا ملّی تشخّص چھینا جا رہا تھا۔ دوسری طرف بنامِ اسلام گمراہ کن عقائد کی تبلیغ کا کام زور وشور سے جاری تھا۔ ان گمراہ طاقتوں کی سرپرستی بالواسطہ حکومت بھی کر رہی تھی۔ اس لیے حکومت

کے پیشِ نظر یہ بات تھی کہ عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور عظمتِ اولیائے عظّام کے چراغوں کو بجھا دیا جائے تو اسلامی روح ہمیشہ کے لیے ہندوستان کی سرحدوں سے باہر بھیجی جاسکتی ہے۔ حضور مجاہد ملت نے ان تمام خطرات کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ ہر خطرے کے خلاف مضبوط محاذوں کے قیام میں مصروف رہے۔ گمراہ کن نظریات کے خلاف مناظرے کے مردِ میدان رہے۔

حضرت مولانا عبدالجبار رہبر اعظمی

مسلکِ حق کے تحفّظ کا اس سے بہتر نمونہ اور کیا ہوگا؟ ایک بار حضور مجاہد ملت سے کسی نے شکایتاً کہا کہ حضور! دوسری جماعتوں کے لوگ متحد ہو کر جماعتیں بناتے ہیں اور گراؤنڈ پر کام بھی کرتے ہیں مگر ہمارے علما اور عوام تو شبانہ روز آپسی اختلافات کا شکار ہیں۔ کہیں علاقہ بندی ہے تو کہیں پیر اور استاذ کے نام کی گروہ بندی اور پھوٹ۔ جماعت اہلِ سنّت کی حالت حد درجہ انتشار کا شکار ہے۔ سُنتے ہی آپ نے برجستہ فرمایا: میاں سنو! یہی اختلاف تو اہلسنّت و جماعت کے حق ہونے کی بڑی دلیل ہے۔ پوچھا گیا: حضور وہ کیسے؟ فرمایا: بتاؤ کہ جس گھر میں رات کو دو چولھے ہو گئے، کیا صبح کو وہ گھر ایک رائے پر متفق اور سلامت رہے گا؟ عرض کیا گیا: ہرگز نہیں۔ فرمایا تو پھر سوچو کہ صدیاں بیت گئیں اس جماعت میں یہی اختلافی حالات اور انتشاری کیفیت موجود ہیں مگر ان سب کے باوجود یہ مذہب مہذب اور یہ مسلک حق اپنی پوری تابانی کے ساتھ باقی اور ترقی پذیر ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامِ قیامت رہے گا۔

یہی اس کے حق اور صحیح ہونے کا بہت بڑا ثبوت ہے کہ اگر غلط ہوتا تو دیگر فرقہائے باطلہ کی طرح کب کا نسیاً منسیا ہو چکا ہوتا۔ لاریب قوم نے آپ کے جذباتِ جہاد اور عزائم جدوجہد کو میدانِ عمل میں دیکھ کر ہی ''مجاہد ملت'' کے پُرجلال لقب سے نوازا۔ یقیناً یہ خطاب آپ کے شایانِ شان ہے۔ بے شک آپ وقت کے عظیم مجاہد اور اسلام کے نامور غازی تھے، جس کی مثال آج دشوار ہے۔ ربِّ کریم مسلمانوں کو ان کا مشن زندہ رکھنے اور ان کے طریقۂ کار کو مہمیز کرنے کی نئی نسل کو توفیق دے اور اسلام و سنّت کے اس عظیم فرزند پر سدا اپنی رحمتوں کے پھول برسائے جس نے ہم کو اپنی زندگی سے یہ نہ بھولنے والا سبق دیا کہ ع

طالبِ آنست کہ در راہِ طلب جاں بدہد
ایں نہ گوید کہ بہ مقصود رسم یا نہ رسم

حضرت مولانا سید شمیم گوہر، الٰہ آباد

دنیا ان حضرات کی بھی ہمیشہ احسان مند رہی ہے جنھوں نے اپنے دور کے بزرگوں کے حالات مرتب کیے اور دوسروں کے لیے لکھنے کی راہیں ہموار کیں۔ مگر جن قلم کاروں کے حصّے میں یہ توفیق نہ آئی، جنھوں نے غفلت سے کام لیا۔ انھوں نے دنیا کو ایک روحانی نعمت سے محروم رکھا۔ ایسی محرومی کے دور کو خود ہماری آنکھیں بھی دیکھ رہی ہیں اور دل بھی محسوس کر رہا ہے کہ نہ جانے کتنے علمائے ربانیین اور اللہ کے سچّے اولیاء دنیا سے رخصت ہوتے گئے۔ ہم کو چھوڑ کر روانہ ہوتے رہے مگر ملّتِ اسلامیہ کے ذمّہ داروں نے ان کے حالات کو یکجا کرنے کا کوئی منصوبہ نہیں بنایا۔ ایک معمولی سا کتابچہ تک شائع نہ ہو سکا۔ اگر دو چار عالموں اور بزرگوں کے بارے میں جو کچھ لکھا بھی گیا تو پچاسوں ہستیوں کو فراموش کر دیا گیا۔ کچھ عرصے کے بعد اللہ کے سعادت مند بندے جب ان کے حالات ڈھونڈنا چاہیں گے تو ان کی آنکھیں آنسو برسا کر رہ جائیں گی۔ دل بے چین ہو کر رہ جائے گا مگر کتابوں میں کچھ نہ پا سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا جب بھی کوئی برگزیدہ بندہ اور اس کا سچّا ولی دنیا کو خیر باد کہتا ہے تو اپنے پیچھے عشق و محبت، لطف و کرم اور حق و صداقت کی ہزاروں داستانیں بھی چھوڑ جاتا ہے۔

اتنی توفیق دے یارب کہ جدا ہونے پر
لوگ اتنا تو کہیں نقشِ وفا چھوڑ گیا

کردار و عمل کی وہ ایسی قندیل روشن کر جاتا ہے کہ سارا زمانہ اس کی آغوش میں جانے لگتا ہے۔ اور راہِ حق پر چلنے کے لیے تابانی حاصل کرتا رہتا ہے۔ حضور مجاہدِ ملت بھی ایک ایسے ہی عالمِ ربّانی تھے۔ ایک ایسے ہی اللہ کے سچّے ولی تھے جن کی عظمت مآبی کے سامنے بڑے بڑوں نے اپنے سر جھکائے اور عقیدت کے پھول نچھاور کیے۔ آپ نے احکامِ الٰہی اور سنّتِ نبوی کی روشنی میں زندگی کا ایک ایک لمحہ گزارا اور مصائب و آلام کی ہزاروں راہیں

طے فرمائیں۔ صرف رضائے الٰہی کے لیے۔ صرف اس آرزو کی خاطر کہ

ہر جفا ہر ستم گوارہ ہے　　　اتنا کہہ دے کہ تُو ہمارا ہے

مولانا حکیم خلیل احمد جائسی، ریڈر طبیہ کالج علی گڑھ

بلا شک حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ عنوانِ بالا کے کامل مصداق اور ہم پروانوں کے لیے نمونۂ زندگی ہیں۔ شاہین کو بال و پر اور طاقتِ پرواز دینے والی ''حرکت وحیات'' کے اس محور کے کسی ایک گوشۂ زندگی پر نظر ڈالنے والا بھی جان سکتا ہے کہ یہ جہانگیری وہ نہ تھی جو تمام تر ہوس واقتدار سے عبارت ہے۔ بے شک وہ جہانگیر، جہاں دار اور جہاں بان سب کچھ تھے۔ اور دنیا انھیں رئیس اُڑیسہ کی حیثیت سے جانتی ہے۔ تو یقیناً وہ یہ بھی تھے۔ لیکن آئینہ کی طرح روشن ان کی زندگی دراصل روحانی اور حقیقی جہانگیری، جہاں داری اور جہاں بانی کا سراپا تھی۔ جو عمر بھر اسی دنیا کو سنوارنے سجانے اور اسی کی جہاں آرائی میں محو اور سرشار تھی، اور جو ساری آبائی ریاست اسی اتباع واطاعت کی موتیوں کے بدلے بیچ دینے کی حقیقی شہنشاہی پر فائز ہے۔

اس دنیائے دوں اور دورِ زبوں میں جب کہ عوام تو عوام خود ہمارے علما اور مشائخ آج کل ''ستّار عیوب'' اور ''قاضیِ حاجات'' کے تلوث سے اپنے دامن کو بچانے میں ناکام رہا کرتے ہیں۔ الّا ماشاءاللہ اسی پاکیزہ جماعت میں ایک روح ایثار و جہاد سے تخلیق پائی ہوئی جاندار شخصیت دنیا کو دین، ایمان، اتباع اور اطاعت کی لہلہاتی ہوئی کھیتی میں تبدیل کرنے کے لیے دونوں ہاتھوں سے ''عطاؤں اور بخششوں'' کی نہریں بہاتی رہی۔ ذرا مقابلہ کیجیے کہ ایک طرف هَلْ مِنْ مَّزِيْد کا وہ شور لمبی فیسوں، دعوتوں اور اپنے اپنے خدّام کے لیے ضروریات کے بوجھل مطالبوں کی ریل پیل اور دوسری طرف دین وسنّت کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچا دینے کی تمنّا میں ریاست کے خزانے کا منہ کھول دینے کا بے پناہ جذبہ! گدڑی میں لعل تو سنا تھا لیکن لعلوں میں گدڑی والا! آنکھ کھولیے اور دیکھ لیجیے۔

علما اور مشائخ کی دنیا میں کردار کا تضاد کا یہ عبرت ناک منظر ہم سب کے لیے سبق آموز ہے! احقر کو عمر بھر میں حضرت مجاہد ملت سے محض تین بار شرفِ نیاز حاصل کرنے کا

موقع ملا، اور ہر موقع نے بندگی، اتباعِ سنّت، اتباعِ رسول کے نئے نقوش ثبت فرمائے۔

ڈاکٹر شوکت علی صدیقی، ہزاری باغ، جھارکھنڈ

سرکار مجاہد ملت نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں سیاست کو اس کی اسلامی شکل میں اختیار کیا تھا۔ انھوں نے سیاست کو اقتدار کی حصولی کا ذریعہ یا ذاتی شہرت کی وجہ نہیں بنایا تھا ورنہ لاکھوں ارادت مندوں کے شیخ کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہ تھا۔ لاکھوں عقیدت مندوں کی قطار سے صاحبانِ اقتدار کو مرعوب کر کے بڑے سے بڑے اقتدار کا سودا کر لیتے جو آج کے سیاست دانوں کا وطیرہ ہے۔ انھیں بآسانی پارلیمنٹ کی ممبر شپ بلکہ کوئی اہم وزارت حاصل ہو سکتی تھی لیکن انھوں نے دنیاوی اقتدار کو ٹھوکروں میں رکھا، خدمتِ خلق کے صحیح جذبے اور ملّی سربلندی کی شدید ترین خواہش میں انھوں نے وقتاً فوقتاً حکومتِ وقت کو جھنجھوڑا۔ اقلیتوں کی جان اور مال پر جب کوئی مصیبت آئی تو دردمند دل رکھنے کی وجہ سے چیخ پڑے۔ قیادت کا جو تصوّر اسلام نے پیش کیا تھا اس قیادت کا بوجھ اپنے نحیف کاندھوں پر اُٹھایا۔ ایک مرتبہ چند مسلم لیگی لیڈروں نے ملاقات کر کے ان سے یہ درخواست کی کہ وہ باضابطہ طور پر مسلم لیگ کی قیادت سنبھالیں۔ سرکار مجاہد ملت نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں جھوٹ کی موجودہ سیاست سے نفرت کرتا ہوں۔ اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ کسی پارٹی کا لیڈر بن جاؤں۔

سیاست کا مفہوم دورِ حاضر میں یہ ہے کہ اقتدارِ حصول کو مدعائے سیاست سمجھا جائے اور حصولِ اقتدار کی خاطر تمام اخلاقی قدروں کو بالائے طاق رکھ دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بین الاقوامی سیاست میں کشت وخون کی سیاست ایک ناقابلِ تردید صداقت بن گئی ہے۔ سیاسی مخالفوں کو چھرے کی دھار یا گولی کی بوچھار سے خاموش کر کے اقتدار سے چمٹے رہنا ایک فیشن بن گیا ہے۔ جو جتنا بڑا لیڈر ہو وہ اتنا ہی بڑا رشوت خور، منافع خور، اقربا پرور، ذخیرہ اندوز اور ظالم بھی ہو یہ تصور عام ہو گیا ہے۔ جبکہ اسلام نے جس سیاست کی بنیاد رکھی اور جس سیاست کو انسانی ترقیوں کا ضامن بتایا وہ صالح سیاست تھی۔ ایسی سیاست جس میں اخلاقی قدروں کو اہمیت دی گئی تھی جس میں اقتدار پسندی سے نفرت اور اصلاحِ معاشرت اور

حقوق العباد کی ادائیگی سے اُلفت کو سیاست کی بنیاد بتایا گیا تھا۔ جس میں امیر یا قائد ہونے کی شرط تقویٰ، پاکیزگی، انصاف پروری، باعملی رکھی گئی تھی۔

سیاست کے اس اسلامی تصور کو ذہن میں رکھا جائے تو بلاشبہ حضور مجاہد ملت دورِ حاضر کے بہت بڑے سیاست داں تھے۔ اے کاش کہ اقتدار کے دیوانے سیاست دانوں کو سرکار مجاہد ملت کی سیاسی زندگی سے سبق لینے کی توفیق حاصل ہوجائے۔

ڈاکٹر سیّد محمد طلحہ رضوی برق داناپوری

ہمیں بسیست دلیلِ بقائے عالمِ عشق کہ یکشبِ غم او در ہزار سال گذشت

چودھویں صدی ہجری کے آشوب و ابتلا اور فتنہ و فساد ظاہری و باطنی کی خبر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل ہی دے دی تھی۔ قربِ قیامت کے تمام آثار اپنے دامن میں لیے یہ صدی ایمان والوں کے لیے سخت امتحان و آزمائش کا عرصہ رہی ہے۔ ملکی و ملّی شکست و ریخت نے اہلِ دل کو لمحاتِ فکریہ سے دوچار رکھا اور اللہ والوں کو متاعِ دین و دانش لٹتے دیکھ کر حق تعالیٰ کے برگزیدہ بندے سربکف جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ جہاد بالسّیف جن کی قسمت تھی وہ اس سے سربلند ہوئے۔ لسان و قلم کا جہاد جن کا نصیب تھا وہ اس سے مفتخر ہوئے۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا ہر بوالہوس کے واسطے دار و رسن کہاں

حضور مجاہد ملت سید العلماء سند الفقہا خورشید سپہر سنّیت الحاج علامہ شاہ محمد حبیب الرحمن القادری العباسی رحمۃ اللہ علیہ کو ربِّ کریم نے ہندوستان میں دین و ایمانِ مسلمانان کی نگہبانی اور تبلیغ عشق مصطفےٰ کے لیے انتخاب فرمایا تھا۔ ہر چند کہ علامہ مغفور متمول و جاہ دنیاوی سے بھی مالا مال تھے، مگر قلندرانہ طبیعت اور درویشانہ مزاج نے حبِّ دنیاوی کی ذلیل خاک کا ایک ذرّہ بھی اپنے دامن تقدّس پر نہ پڑنے دیا اور ایسی بے لوث اور پُر ایثار خدمت دین و ملت اختیار کی کہ آپ کا اسلامی سراپا فقر و درویشی کا آئینۂ مجلی بن گیا۔

ازل سے فطرتِ احرار میں ہیں دوش بدوش قلندری و قبا پوشی و کلہ داری

انہیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری زمانہ لیکے جسے آفتاب کرتا ہے

حضرت مولانا ملک الظفر، دار العلوم خیریہ نظامیہ، سہسرام

میں نے اپنے ایامِ طفلی میں جماعت کی جن تین چار شخصیات کے نام اور ان کے دینی و ملّی کارناموں کے تذکرے سنے، ان میں ایک اہم نام سرکار مجاہد ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر تن، من، دھن کی بازی لگا دینے والے اس بطلِ جلیل کے کارناموں سے تاریخ کے صفحات روشن وتابناک ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کی جنگ لڑنے کی پاداش میں انھیں متعدد مرتبہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھی ڈال دیا گیا۔ لیکن اس مردِ مومن کی جرأتِ مومنانہ کے سامنے حکومت کی ہر تدبیر بے اثر ثابت ہوئی۔

فراستِ مومنانہ، تفقہ فی الدین، عمل بالسنہ اور اسلامی سیاست کی درست فہم وتدبیر آپ کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ لاریب وہ اپنے عہد میں جرأت و بے باکی، حق گوئی و راست بازی کا استعارہ تھے۔

سرکار مجاہد ملت کا سیاسی شعور بہت پختہ تھا۔ وہ ایک تجربہ کار اور منجھے منجھائے سیاسی راہنما کی حیثیت سے ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کی بحالی کی جنگ لڑ رہے تھے۔ وہ اگر چاہتے تو دنیادار سیاسی راہنماؤں کی طرح اپنے منصب کا غلط استعمال کر کے جاہ وحشم اور اقتدار و کرسی حاصل کر لیتے، لیکن جس نے خود دولت وثروت اور منصب وجاگیر کو ٹھوکر مار کر فقیرانہ زندگی سے محبت کر لی ہو، بھلا وہ انھیں کب خاطر میں لاتا۔ حکومت وقت کے ظالمانہ و جابرانہ رویوں کے خلاف جب وہ بولتے تو سراپا احتجاج بن جاتے، لیکن اسی کے ساتھ انھیں حالات کی نزاکتوں کا بھی بخوبی احساس رہتا۔ چنانچہ مرادآباد میں ہونے والے فرقہ وارانہ فساد کے بعد جہاں سرکار مجاہد ملت نے حکومت کو آڑے ہاتھوں لیا، وہیں اخباری بیان کے ذریعے عام مسلمانوں کو صبر وتحمل اختیار کرنے کی اپیل بھی جاری فرمائی۔ جو آپ کے سیاسی فہم و تدبر کا کھلا اور واضح اشاریہ ہے۔

سرکار مجاہد ملت کی زندگی کے اوراق جب ایک محقق کے سامنے روشن ہوتے ہیں تو اسے یہ دیکھ کر سخت حیرانی ہوتی ہے کہ رات کے ایک عابد شب زندہ دار دن کے اُجالوں میں کس طرح لوگوں کے درمیان فہم و تدبر کی خیرات بانٹ رہا ہے۔ حکومت وقت کی غلط پالیسیوں کے خلاف تنقید کرنے والا ایک مردِ مجاہد کس انداز میں اُمتِ مسلمہ کے قلب و روح کی تطہیر و تزکیہ کا سامان کر رہا ہے۔ مسلمانوں کے حقوق کی جنگ لڑنے والا ایک بطل جلیل کس شان و شوکت سے مسند تدریس سجا کر معقولات و منقولات کے لعل و گہر لٹا رہا ہے۔ اور ایک جاگیردار و منصب دار کس بے نیازی سے فقیرانہ زندگی گزار کر مست نظر آرہا ہے۔ نیاز مندیوں کے اس دور میں ایک ذات تھی جس نے مادی دولت و آسائش سے خود کو بے نیاز بنا رکھا تھا۔ آپ کی حیاتِ طیبہ کا جس رُخ سے جائزہ لیا جائے اخلاص کا ایک آبشار بہتا نظر آرہا ہے۔ للّٰہیت آپ کی زندگی کا مرکزی نقطہ تھا۔

حضرت مولانا مفتی اختر حسین قادری، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

حضور مجاہد ملت نے اپنے اسلاف کے معتقدات کے خلاف اُٹھنے والی ہر اُنگلی کو کاٹنے، ملت اسلامیہ کو تباہ و برباد کرنے والی ہر تحریک کا قلع قمع کرنے اور عظمت خدا اور سول کو چیلنج کرنے والی ہر آواز کو فنا کے گھاٹ اُتارنے میں جس قائدانہ کردار کا مظاہرہ فرمایا ہے وہ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

اسلام و سنّیت کی تبلیغ و اشاعت اور بد مذہبوں کی بیخ کنی حضور مجاہد ملت کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ زندگی کے ہر موڑ پر باطل کی سرکوبی اور گستاخانِ خدا اور سول کی دُھن دوزی اور ان پر برق باری آپ کا خاص وطیرہ تھا۔ بالخصوص وہابیت اور اس کے ھیولی سے نکلنے والی متعفن تحریک دیوبندیت اور غیر مقلدیت وغیرہ سے زندگی کے آخری لمحات تک نبرد آزما رہے اور اپنے شیرازہ پنجوں سے ان کی گردنیں مروڑتے رہے۔ (تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر، ص ۴۶۰)

پیر طریقت حضرت مولانا قاری لیاقت رضا نوری، اُجین

دنیا میں ہمیشہ کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے نگاہیں بے

چین رہتی ہیں۔ بڑے بڑے صاحبِ جبّہ و دستار قطار میں ہوتے ہیں اور عشّاق کی پلکیں ان کی راہوں میں بچھی رہتی ہیں۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے ان کی ایک توجہ سے زندگی کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ سویا ہوا مقدر بیدار ہو جاتا ہے اور آلام کی یورش اپنا رُخ بدل لیتی ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند کا شمار ایسی شخصیات میں ہوتا ہے۔

میرے والدین نے مجھے اُس وقت حضور مفتی اعظم ہند کی خدمت میں پیش کیا، جب میری عمر بہت چھوٹی تھی۔ میرے والد ماجد نے حضور مفتی اعظم ہند سے عرض کیا کہ یہ غلام زادہ ہے، اسے اپنی خدمت میں قبول کرلیں۔ قبولیت کی ساعت تھی اور میرا مقدر عروج پر تھا۔ حضرت کا اثبات میں جواب پاکر والد ماجد کی مسرّتوں کا ٹھکانہ نہ رہا۔ انھوں نے شفقت ومحبت کے دبستان میں چھوڑ کر مجھے اپنے گھر مراد آباد واپس ہو گئے۔

مجھے باپ کی شکل میں آقائی، مولائی، مرشدی حضور مفتی اعظم مل گئے اور ماں کی شکل میں پیرانی امّاں مل گئیں۔ زندگی مسرّتوں سے بھر گئی۔ میرا کام پڑھنا، گھر کا چھوٹا موٹا کام کرنا اور آنے والے مہمانوں کو چائے، پانی پیش کرنا تھا۔ ایک روز میں گھر سے باہر نکلا تو دارالافتاء کے اوٹے پر ایک عمر دراز شخص کو بالکل سادے لباس میں بیٹھا ہوا پایا۔ انھوں نے مجھے گھر سے نکلتے ہوئے دیکھا تو آواز دی۔ جب میں قریب آیا تو انھوں نے فرمایا کہ بیٹا گھر میں جاکر کہو حبیب الرحمٰن آیا ہے۔ میں اندر گیا، تو گھر میں کہنا بھول گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر کسی کام سے باہر آیا تو انھوں نے پھر اپنی بات دہرائی۔ میں اندر گیا اور اتفاق کہیے کہ پھر گھر میں کہنا بھول گیا۔ جب تیسری بار آیا تو انھوں نے دیکھتے ہی اپنی بات دہرائی۔ میں گھر میں واپس گیا اور پیرانی امّاں سے عرض کیا کہ باہر ایک بزرگ آئے ہیں۔ اپنا نام حبیب الرحمٰن بتاتے ہیں۔ انھوں نے نام سنتے ہی حکم دیا کہ جلدی جاؤ اور دارالافتاء کا دروازہ کھول دو۔ حضور مفتی اعظم ہند وہیں قریب میں آرام فرما تھے۔ نام سن کر حضرت کی بھی آنکھیں کھُل گئیں۔ میں چائے، پانی لے کر حاضر خدمت ہوا، تو دیکھا کہ وہ دارالافتاء میں ایک کنارے دو زانو بیٹھے ہوئے ہیں۔ چائے پانی سے فارغ ہوئے تو حضور مفتی اعظم ہند اپنے ہاتھوں میں ناشتہ

لے کر تشریف فرما ہوئے۔ حضور مفتی اعظم ہند کو دیکھتے ہی وہ سر وقد کھڑے ہو گئے۔ دست بوسی کی، اس کے آگے کچھ کرنا چاہا تو حضور مفتی اعظم ہند نے منع فرما دیا۔ وہ اسی جگہ پر دو زانو بیٹھ گئے۔ ناشتے سے فراغت کے بعد حضور مفتی اعظم ہند نے فرمایا کہ آپ آرام کریں۔ ان کے آرام کا انداز بھی ادب اور تواضع کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ میں سب کچھ عالمِ حیرت میں دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ یہ کون بزرگ ہیں، جن کی حضور مفتی اعظم ہند کی نگاہ میں اتنی توقیر ہے، اور ان کے ادب کے انداز نے بھی مجھے بہت متاثر کیا۔ اس کے بعد بھی وہ کئی بار آئے۔ اب جب بھی آتے، میں ان کی خدمت بجالاتا۔

وہ زمانہ میری لاشعوری کا زمانہ تھا۔ جب شعور میں پختگی آئی تو سراپا ادب و نیاز بن کر ان کی خدمت میں کھڑا رہتا۔ یہ چالیس پینتالیس سال پہلے کی بات ہے۔ آج جب ان بیتے ہوئے لمحوں پہ سوچتا ہوں تو غم بھی ہوتا ہے اور خوشی بھی۔ غم اس لیے ہوتا ہے کہ اتنی بڑی شخصیت کی قربت ملی اور میں ان کی شایانِ شان خدمت نہ کر سکا اور خوشی اس لیے ہوتی ہے کہ جن کی دنیا ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے قرار رہتی تھی، میں نے انھیں بار بار قریب سے دیکھا ہے۔ اپنے طور پر ان کی خدمت کی ہے اور ان کی دعاؤں سے خوب خوب فیض یاب ہوا ہوں۔

حضور مجاہد ملت اپنی ذات میں انجمن تھے۔ تمام کی تمام انسانی خوبیاں ان کی ذات میں جمع تھیں۔ علم و عمل، زہد و تقویٰ اور عاجزی و انکساری میں ان کی ذات بے نظیر تھی۔ انھوں نے دین و شریعت کے لیے خود کو وقف کر رکھا تھا۔ وہ اپنے بڑوں کی جناب میں بڑے مؤدب تھے اور اسی خوبی نے انھیں بہت بڑا بنا دیا تھا۔ انھوں نے بڑوں کے حضور خود کو جس انداز میں پیش کیا آج اس انداز کو دیکھنے کے لیے آنکھیں ترستی ہیں۔ انھوں نے اپنا سب کچھ دین کی راہ میں لٹا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج دلوں پر ان کی حکومت ہے۔

جو لوگ ان کے نام اور کام سے آشنا ہیں، ان کا نام انتہائی ادب و احترام سے لیتے ہیں۔ ان کی ذات میں اتنی خوبیاں اور کمالات تھے، اگر ان سب کا سرسری تذکرہ بھی کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بھی ناکافی ہے۔ انھوں نے تاحیات دنیا کو عشق و محبت کا پیغام دیا۔ فکرِ

رضا کی روشنی میں زندگی گزارنے کا درس دیا۔ ان کے مشن کو سچائی کے ساتھ آگے بڑھانا ان کی بارگاہ میں یہی سب سے اہم خراجِ عقیدت ہے۔ حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی نے ان کی شخصیت اور ان کے افکار و نظریات کو آگے بڑھانے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ ربّ کائنات مولانا موصوف کے بازوؤں میں توانائی عطا فرمائے اور غیب سے ان کی مدد فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت مولانا محبوب گوہر اسلام پوری

حضور مجاہد کی حیات کی ہر سانس شرعی اُصولوں کی خوشبو میں بسی ہوئی تھی۔ انسانی زندگی خواہشات سے پُر ہوتی ہے۔ حضرت مجاہد ملت کی خواہش یہ رہتی کہ

ہر جفا، ہر ستم گوارا ہے　　　اتنا کہہ دے کہ تُو ہمارا ہے

ہم نے حضرت مجاہد ملت کو دیکھا نہیں ہے۔ دنیا میں بے شمار لوگ اب بھی موجود ہیں جو ان کی بار بار زیارت کر چکے ہیں۔ ان میں بہت سارے ایسے بھی ہیں جنھیں ان کی صحبت کی برکتیں بھی ملی ہیں۔ ان دیکھنے والوں کی آنکھوں میں حضرت مجاہد ملت کو جب چاہیں دیکھ سکتے ہیں۔ ان دیکھنے والوں کا حال یہ ہے کہ اگر وہ اپنی دعاؤں میں حضرت مجاہد ملت کا وسیلہ دے دیں تو ربّ ان کی دعائیں رَد نہ فرمائے گا۔ جب دیکھنے الوں کا یہ حال ہے تو حضرت مجاہد ملت کا بارگاہِ الٰہی میں مقام کیا ہوگا۔

حضرت امام حسین کو بہت سارے لوگوں نے کربلا کے سفر سے روکا۔ آپ نے ایسے اہلِ عقیدت سے فرمایا کہ اگر میں خود کو کربلا کے سفر سے روک لیتا ہوں تو دین اسلام کا سفر ہمیشہ کے لیے رُک جائے گا۔ مجھے دین اسلام اپنے نانا جان سے وراثت میں ملا ہے۔ میں اس کا امین اور محافظ ہوں۔ جب تک جسم میں جان ہے، میں ان قوتوں سے لڑتا رہوں گا، جن سے دین اسلام کو خطرہ ہے یا جو دین اسلام کے لیے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ حضرت مجاہد ملت بھی حضرت امام حسین کے نقش قدم پہ تھے۔ انھوں نے ان قوتوں سے کبھی سمجھوتا نہیں کیا جو دین اسلام کی شفافیت سے اُلجھ رہے تھے۔ مصائب کی تیز و تند آندھیاں ان کے عزائم کو دیکھ

کر اپنا رُخ بدل لیتی تھیں۔ ان کی ہر حرکت و عمل سے دینی تقدس کی شعاعیں پھوٹتی تھیں۔ ان کی ذات نگاہوں سے اوجھل ہے لیکن ان کا کردار زندہ ہے۔ ہم ان کے کردار کو اپنا کر دارین میں سرخ رو ہو سکتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرحیم نشتر فاروقی، سنّی دنیا، بریلی شریف

حضور مجاہد ملت کے بارے میں مجھ جیسے بے مایہ کا کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ زمین کی پستیوں میں ان کی حیثیت آسمان کی تھی۔ اگر کسی کو فرش پہ عرش دیکھنے کی تمنا ہے تو وہ حضور مجاہد ملت کو دیکھ لے۔ اپنے بڑوں کی جناب میں وقار و اعتبار حاصل کر لینا بڑی بات ہے۔ حضور مجاہد ملت کو ان کے بڑوں نے بالاتفاق قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ ان کے نشانِ عظمت و رفعت کو سمجھنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ انھیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے دین اسلام کی سرفرازی کے لیے منتخب فرمایا۔ اعلیٰ حضرت کے انتخاب کو انھوں نے تاحیات میلا ہونے نہیں دیا۔ انھوں نے سرفروشانِ حق کے امیر کی حیثیت سے زندگی گذاری اور باطل سے تاحیات محاذ آرا رہے۔ حضور حجۃ الاسلام نے ان کی ذات کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک سے تعبیر کیا ہے۔ آپ نے انھیں جن القاب و آداب سے یاد فرمایا ہے، اسے پڑھنے کے بعد انسان حیرتوں کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ ذیل میں حضور حجۃ الاسلام کی زبان سے ان کی چند خصوصیات ملاحظہ کریں۔

میں نے علم اور صلاح مبین کی پیشانی کو سعادت کے نوروں سے درخشندہ اور سرداری کی علامتوں کے پھولوں سے مسکراتے ہوئے دیکھا۔ اس ذات کی وجہ سے جو شخصیتوں میں سراپا خیر و برکت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بات ڈالی اور میرے پرور دگار نے مجھے الہام کیا کہ میں ان کو مکمل عام اجازت دوں، تو میں نے نیک بخت، قابل تعریف بھائی کو اجازت دی، جو اچھے، لائق، مہربان، صوفی باصفا، وفادار، مخلص، تیز، ذہین، مضبوط دل والے، ٹھوس منصب والے اور مستحکم رائے والے، بلند سنتوں کے حامی، اور قابلِ نفرت فتنوں کی سرکوبی کرنے والے، ہم عصروں اور فضل و کمال والوں میں قابلِ فخر، عمدہ عادات و اطوار

والے، فضل اور اونچے اخلاق والے، فاضل کامل، لائق ادیب، ذہین حبیب، میرے محبوب ومحب ہیں۔ میرے دل کا ٹکڑا، میرے جگر کی تسکین، میرے قلب کی راحت، میری آنکھ کے نور، اس زمانے کے بہتر فرد اور اس زمانے کے نادر شخص، بڑوں کی آنکھ کی پتلی، مولانا مولوی حبیب الرحمٰن۔ (ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر، ص ۳۰)

جن القاب وآداب، فضائل وکمالات اور صفات وخصوصیات کا حضور حجۃ الاسلام نے اپنی عطا کردہ سندِ خلافت میں ذکر فرمایا ہے۔ حضور مجاہد ملت کی کتابِ حیات اسی قسم کے یا اس سے ملتے جلتے القاب وآداب سے بھری ہوئی ہے۔ ان کی ذات کمالات وخصوصیات کا بوستان تھی۔ ان کی زندگی کی ہر سانس سے دینی، ملّی اور قومی درد کی خوشبو پھوٹتی ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کی حیات کا مطالعہ نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا دینی روایتوں سے رشتہ ٹوٹتا جا رہا ہے۔ اور ہم غیروں کے زیر اثر ہوتے جا رہے ہیں۔ ربّ کائنات ہمیں اپنے اسلاف سے وفاداری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا مفتی محمد راحت خان قادری، دارالعلوم فیضانِ تاج الشریعہ، بریلی شریف

حضور مجاہد ملت کی جائے ولادت دھام نگر اڑیسہ ہے۔ انھوں نے الٰہ آباد، مرادآباد اور اجمیر شریف میں تعلیم حاصل کی اور دعوت وتبلیغ کے لیے الٰہ آباد کی سرزمین کا انتخاب فرمایا۔ آپ دینی شوکتوں کے نفاذ کے لیے اکثر سفر میں رہتے۔ جہاں قیام کرتے اپنے ذاتی صرفے سے کسی دینی ادارے کی بنیاد ضرور رکھتے۔ منصوبہ سازی ان کی فطرت میں شامل تھی۔ ان کا کوئی منصوبہ صرف کاغذ پہ نہیں ہوتا تھا بلکہ جو منصوبہ بناتے اسے عملی شکل دیتے۔ مسندِ درس وتدریس پہ بیٹھ کر انھوں نے ایسے افراد کی ایک ٹیم تیار کی، جس میں ہر طرح کے چیلنج کو قبول کرنے کی بھرپور صلاحیت تھی۔ ان کی نگاہ صرف حال پہ نہیں ہوتی تھی بلکہ مستقبل بھی ہر وقت ان کے پیش نگاہ ہوتا۔ ان کے عہد میں مسلم قوم زوال کا شکار تھی۔ انھوں نے اپنی قوم کو آبرومندانہ زندگی گذارنے کا شعور عطا کیا۔ آپ زمینی وگروہی تعصب سے پاک ایک ایسے معاشرے کو تشکیل دینا چاہتے تھے جو ملک وملت کے لیے ہر طرح کی قربانی کے جذبے

سے سرشار ہو۔ آپ کا عہد اگر آپ کا ساتھ دیتا تو آپ مسلمانوں کے تحفظ کے لیے ایسے حصار تیار کر دیتے جس کو توڑنے کی مسلمان دشمن عناصر میں صلاحیت نہ ہوتی۔ خوابوں کی تعبیر کیسے ملتی ہے اس راز سے آپ اچھی طرح واقف تھے۔ آپ رات میں جو خواب دیکھتے دن میں اس کی تعبیر سامنے ہوتی۔ رئیسی فقیری پہ کیسے رشک کرتی ہے آپ نے یہ کر کے دنیا کو دکھایا۔ یعنی خوبیاں جب مجسم ہوتی ہیں تو حضور مجاہد ملت کا وجود سامنے آتا ہے۔ وہ بظاہر دنیا سے چلے گئے ہیں لیکن ان کی روحانی رفاقتیں ان لوگوں کے ساتھ ہیں جو ان کے مشن کو فروغ دینے میں مصروف ہیں۔ ان کا مشن تھا مسلکِ اعلیٰ حضرت۔ ربّ کائنات ان کے مشن کی وفاداری کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا محمد صلاح الدین رضوی، دارالعلوم فیض الرضا، ددری

حضرت مجاہد ملت کا شمار نادرِ روزگار شخصیات میں ہوتا ہے۔ آپ جیسی شخصیات جس قوم، جس جماعت اور جس تحریک میں ہوگی وہ قوم، وہ جماعت اور وہ تحریک کبھی ختم نہیں ہوسکتی۔ تحریکیں اپنے محرکین سے فروغ پاتی ہیں۔ آپ جماعتِ اہلِ سنّت کے پُرجوش داعی و مبلغ تھے۔ آپ نے جماعت اہلِ سنّت کو ہر زاویے سے اعتبار بخشا۔ باطل شکنی آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ آپ ہر وقت باطل کے تعاقب میں ہوتے تھے۔ حق کے اظہار میں کسی کی رعایت قطعی نہ کرتے۔ جبر و ظلم جہاں ہوتا اور جس شکل میں ہوتا، آپ اس کے خلاف محاذ کھول دیتے۔ سامنے کون ہے؟ اس کی فکر کبھی نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ متعدد بار جیل گئے لیکن جیل کی آہنی دیواریں آپ کے حوصلوں کو کبھی متاثر نہ کر سکیں۔ آپ دنیا کی جابر و ظالم طاقتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ کہتے کہ تم تیر آزماؤ، ہم جگر آزمائیں۔

حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ اُصولِ اہلِ سنّت پہ عمل کی پاداش میں نجدی حکومت نے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ قاضی نے آپ سے سوالات کیے۔ آپ نے اس کے ہر سوال کا دنداں شکن جواب دیا اور اس کے سامنے یہ ثابت کر دیا کہ تم جس مسلک و مشرب کا خود کو نمائندہ بتاتے ہو۔ تمہارا مسلک و مشرب باطل ہے۔ تم جس مذہب کی وکالت

کرتے ہو، قرآن واحادیث سے اس کی صحت ثابت نہیں ہوتی۔ یعنی آپ ہر حالت میں حق کی حمایت فرماتے اور باطل کی تضحیک کرتے۔ عصر حاضر میں ایسے چہرے دور، دور تک نظر نہیں آتے۔ دعا ہے کہ ربّ کائنات ہمیں ان کے نقوشِ قدم پہ چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین

حضرت مولانا مفتی محمد انوار احمد امجدی سربراہِ اعلیٰ مرکز تربیت افتاء بستی

دنیا میں کبھی کبھی ایسی شخصیات پیدا ہوتی ہیں جن سے دین وشریعت کے اعتبار میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور وہ معیارِ حق وصداقت سمجھی جاتی ہیں۔ اکبر نے دین اسلام کے خلاف دین الٰہی کی بنیاد رکھی۔ حضرت مجدد الف ثانی حق کی تلوار بن کر سامنے آ گئے اور اکبر کے دین الٰہی کی رگیں کاٹ ڈالیں۔ حضرت مجدد الف ثانی نے یہ نہ دیکھا کہ سامنے کون ہے۔ آپ نے اپنے طرزِ عمل سے حق کو واضح فرمایا اور باطل کو ذلیل وخوار کیا۔ آپ کے عہد میں آپ کی ذات ہی معیارِ حق تھی۔ حضور مجاہد ملت تاحیات مجدد الف ثانی کے طرزِ حیات پہ عمل کرتے رہے۔ باطل کتنا مضبوط ہے، آپ نے اس کی کبھی فکر نہیں کی۔ آپ نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ باطل کے وجود سے زمین پاک ہو جائے۔ آپ کے عہد میں وہابیت اور دیوبندیت دین اسلام کے لیے سب سے بڑا خطرہ تھی۔ چونکہ ان دونوں تحریکات کا مقصود مسلمانوں کے دلوں سے چراغِ عشقِ رسالت کو بجھانا تھا۔ اور یہ عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم دین اسلام اور ایمان کی اساس ہے۔ آپ نے مذکورہ دونوں تحریکات کی شناعتوں سے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا اور ان کے تعاقب کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ نے مناظرانہ ادب کو نئی جہتوں سے آشنا کیا اور مستقبل کے لیے کئی باصلاحیت مناظر تیار کیے۔ آپ کی روئداد حیات کو منظم طور پر ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ کام ہوتا ہے تو نئی نسلوں کے دینی جذبے میں اضافہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو آپ کی حیات کو مشعل راہ بنانے کی توفیق بخشے۔ معیارِ حق ہونے کی جو شرطیں ہیں وہ ساری شرطیں آپ کی ذات میں موجود تھیں۔ آپ کی زندگی کی ہر سان عشقِ رسالت کی چاندنی سے عبارت تھی۔ باطل شکنی کا انہوں نے جو معیار قائم کیا ہے اسے عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم عمر رضوی، ساؤتھ افریقہ

حضرت مجاہد ملت کی حیات کے کس گوشے پہ گفتگو کی جائے۔ان کی کتابِ حیات کا ہر ورق تجسس اور استعجاب سے بھرا ہوا ہے۔دین قربانی چاہتا ہے اور آپ کی پوری زندگی قربانی سے عبارت ہے۔آپ رئیس وقت تھے،لیکن رئیسی کو کبھی محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔بلکہ رئیسی کو دین کی چوکھٹ پر قربان کر دیا۔دینی شوکتوں کے نفاذ کے لیے جب بھی کوئی آواز دیتا آپ کسی تاخیر کے بغیر وہاں حاضر ہو جاتے۔چلتے وقت جب آپ کو کوئی کچھ پیش کرتا تو لینے سے انکار کر دیتے۔آج کے مصلحین اُمت اپنی قیمت طے کرتے ہیں اور قیمت بھی انسانیت سوز ہوتی ہے۔پھر قیمت کی نصف رقم پہلے وصول کر لیتے ہیں۔پھر شرکت کی رضامندی دیتے ہیں۔ایسے مصلحین اُمت کے لیے حضور مجاہد ملت کی ذات درسِ عبرت ہے۔

حضرت مجاہد ملت سنّتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ایسا آئینہ تھے جس پہ دنیوی آلائشوں کا کوئی داغ دھبّہ نہیں تھا۔ان کے معمولاتِ زندگی کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا کہ وہ اسی فطرت پہ پیدا کیے گئے ہیں۔جس عالم پہ دنیا غالب دیکھتے اس کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش کرتے۔یہ کام آپ خفیہ طور پر کرتے۔عیب پوشی آپ کو بہت عزیز تھی۔دینی کام میں ذاتی مفاد کی شمولیت کے آپ سخت مخالف تھے۔آپ کے شب و روز کے معمولات کو دیکھ کر عہدِ صحابہ نگاہوں میں گھومنے لگتا۔آپ دینی قدروں کے فروغ کے لیے ہر طرح کی قربانی کے لیے ہر وقت تیار رہتے۔اولوالعزم افراد استقامت پہ عمل کرتے ہیں،لیکن آپ ہر کام میں عزیمت کا مظاہرہ فرماتے۔آپ اپنے عہد میں ہر اعتبار سے منفرد بھی تھے اور ممتاز بھی۔

دنیا سرائے خانہ ہے۔یہاں جو بھی آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن جانا ہے۔جانے والوں کا غم انفرادی بھی ہوتا ہے اور اجتماعی بھی۔آپ کے جانے کا غم اجتماعی ہے۔آپ گئے تو اپنے ساتھ ایک عہد چلا گیا۔ہم آپ کا بدل ڈھونڈ رہے ہیں لیکن ہماری آنکھوں کو مایوسیوں کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ہمارے پاس اب آپ کی صرف یادیں ہیں اور یہی ہمیں جینے کا حوصلہ دیتی ہیں۔ربّ کائنات ہمیں آپ کے مشن کو فروغ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت مولانا محمود عالم رشیدی خطیب وامام ہری جامع مسجد گونڈی ممبئی

حضرت مجاہد ملت کا ذکر کر کے آپ نے میرے سوئے زخموں کو کرید دیا ہے۔ ان کی ذات سے میری بہت ساری یادیں وابستہ ہیں، لیکن اس مختصر سی تحریر میں ان سب کو سمیٹنا بہت مشکل ہے۔ انسانی وجود عناصرِ اربعہ سے تشکیل پایا ہے۔ مگر حضرت مجاہد ملت کی کتابِ حیات پڑھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کا وجود ایثار اور قربانی کے خمیر سے تیار ہوا تھا۔ ان کے عہد میں بڑی بڑی ہمالیائی شخصیتیں موجود تھیں۔ ان میں حضرت مجاہد ملت اپنی خصوصیات کے اعتبار سے منفرد تھے۔ لوگ کام کرتے ہیں، کام کے ساتھ ان کی نگاہ تشہیر پہ بھی ہوتی ہے اور تعارف بھی، لیکن آپ کا معاملہ بالکل اس کے برعکس تھا۔ آپ نام ونمود کو قطعی پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ کوئی بھی کام صرف اور صرف رضائے خدا و رضائے محبوبِ خدا کے لیے کرتے تھے۔ عشقِ خدا و عشقِ محبوبِ خدا کے دعوے تو بہت سارے لوگ کرتے ہیں لیکن ان کے عشق کا گراف کہیں نہ کہیں ظاہر ہو جاتا ہے۔ حضرت مجاہد ملت حقیقت میں فنا فی الرسول وفنا فی الغوث تھے۔ عشقِ حبیب خدا کے حوالے سے بے شمار شواہد کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ یہاں ہم عشقِ غوث الوریٰ کے حوالے سے نظیریں پیش کرتے ہیں۔

ایک بار ربیع الغوث کا مہینہ تھا۔ اور حضرت مجاہد ملت ممبئی میں موجود تھے۔ آپ کی طبیعت بہت زیادہ ناساز تھی۔ معالجین نے چلنے پھرنے سے سختی سے منع فرما دیا تھا۔ جب جلوسِ غوثیہ کا دن آیا تو فرمایا کہ جلوس میں میری بھی شرکت ہوگی۔ حاضرین اور خدّام نے سمجھایا کہ معالجین نے چلنے پھرنے سے منع کیا ہے۔ چلنے پھرنے سے مرض میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ آپ خدام کی گذارشات کو مسلسل نظر انداز کرتے رہے۔ جب خدام کو اپنے فیصلے پر اٹل دیکھا تو فرمایا کہ اچھا ایسا کرو کہ دو آدمی دونوں طرف سے مجھے سہارا دیں، تا کہ سہارے سے جلوس میں شرکت کی نیت سے میں گیارہ قدم چل لوں۔ آپ کی یہ بات مان لی گئی۔ اس طرح آپ نے اپنی خواہش پوری کی۔

۱۹۸۰ء میں نجدی حکومت نے بغیر حج کے آپ کو واپس کر دیا۔ آپ کے اس سفر کی داستان بڑی المناک ہے۔ تصور ہی سے آنکھیں چھلکنے لگتی ہیں۔ بہر حال دوسرے سال یعنی ۱۹۸۱ء میں پھر آپ نے حج پہ جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ احباب نے عرض کیا کہ حضرت سالِ گذشتہ کے واقعات و حادثات ابھی تازہ ہیں۔ جیسے ہی آپ کا پاسپورٹ مشین پر رکھا جائے گا، ساری تفصیلات اسکرین پر آئینے کی طرح آجائیں گی۔ اس طرح آپ کا فارم رد کر دیا جائے گا۔ اس لیے امسال حج کے سفر کا ارادہ ترک کر دیں۔ آپ نے احباب سے فرمایا کہ تم لوگ بعد کی زندگی کی ضمانت دے سکتے ہو؟ آپ نے پورے اعتماد و یقین کے ساتھ فرمایا کہ حج کا فارم بھرو۔ ان شاء اللہ غوثِ اعظم کے فیضان سے سب اندھے ہو جائیں گے۔ آپ کے فرمان کی روشنی میں فارم بھرا گیا۔ منظوری میں کسی قسم کی کوئی دقت پیش نہ آئی۔ آپ حج پہ گئے اور پوری آن بان شان کے ساتھ ارکانِ حج ادا کیا۔ یہ حج کا سال آپ کی زندگی کا آخری سال تھا۔ اس واقعہ سے غوثِ اعظم کے کرم پہ اعتماد بھی ظاہر ہوتا ہے اور اپنی موت سے آگاہی بھی۔

حضرت مجاہد ملت کی کتابِ حیات کا ورق ورق ایثار و قربانی کے نور سے روشن و منور ہے۔ آپ کو دیکھ کر اسلام کا قرنِ اوّل یاد آجاتا تھا۔ آپ نے دین کے نام پر جینے اور دین کے نام پہ مرنے کا جو شعور دیا ہے اسے بڑے پیمانے پر عام کرنے کی ضرورت ہے۔ آج قدم قدم پر ہمیں آپ کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ ربّ کعبہ جماعت اہلِ سنّت کو آپ کا بدل عطا فرمائے، تاکہ تاریکیوں کا سینہ چاک ہو، اعتماد کی فضا بحال ہو اور فکر رضا کے نور سے اذہان روشن و منور ہوں۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت ماسٹر فیروز خان رضوی، کولکاتا

حضور مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے ایک رئیس و جاگیردار گھرانے میں آنکھیں کھولیں مگر دل میں امارت کے بجائے عبادت و خدمت خلق کا جذبہ شدت کی حد تک تھا۔ علوم دینیہ کی تکمیل کے دوران ہی آپ نے مسلمانوں کی اصلاحی تحریکوں کا بغور مشاہدہ کیا اور قوم کی اصلاح کے لیے لائحہ عمل کا جامع منصوبہ ترتیب دینے

لگے۔ دورحصولِ آزادی کی آخری منزل میں داخل ہورہا تھا۔ انگریز دشمنی اور قومی اتحاد کے نام پر مختلف تنظیمیں مسلمانوں کے ذہن وفکر میں تبدیلی کی خواہاں تھیں۔ عصر حاضر میں ہم یہ تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ حضور مجاہد ملت نے ایسے نازک حالات میں اس وقت کے نبّاضِ قوم حضرت مولانا حامد رضا خاں اور ان کے ہم عصر علما کی اصلاحی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور مسلمانوں کو اپنا دینی تشخص برقرار رکھتے ہوئے کسی بھی تحریک کا ساتھ دینے کی طرف رہنمائی کی۔ بقول شاعر

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
بزم انجم بھی نہیں جذبۂ باہم بھی نہیں

ان کے اس عملی اقدام سے اہلِ سنّت و جماعت گاندھی کے اثرات سے محفوظ رہے۔
(تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر، ص ۲۶۹)

حضرت مولانا عالمگیر اشرف مصباحی

خالق کائنات نے تخلیق کائنات کا مقصدِ حقیقی اپنی معرفت اور اپنے نافذ کردہ احکام کی بجا آوری کو قرار دیا ہے، مگر دین اسلام کی معرفت اور احکامِ خداوندی کی بجا آوری، جذبۂ ایثار کو تصلب فی الدین کہا جاتا ہے۔

انسان کے اندر جس قدر تصلب فی الدین ہوگا، اسی قدر دینی غیرت وحمیت ہوگی۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ دینی تصلب ایک ایسا اعلیٰ درجہ کا وصف کمال ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے جس بندے پر فضل خاص فرماتا ہے، اسے اس عظیم وصف سے سرفراز فرماتا ہے۔

تصلب فی الدین کا نمونہ عہدِ صحابہ وتابعین میں کامل طور سے نظر آتا ہے۔ چنانچہ اصحابِ نبی دینی معاملات میں کسی بھی قسم کی خارجی پیش رفت کو جائز نہیں سمجھتے۔ رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے وصال فرمانے کے بعد کچھ عرب مرتد ہو گئے اور انھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ حضور

کے دور میں جتنی زکوۃ دے رہے تھے، اس میں سے ایک رسی بھی چھوڑ دیں گے تو میں اس کے لیے ابھی ان پر جہاد کروں گا۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے خلیفۂ رسول! ان لوگوں کے ساتھ نرمی کیجیے، تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سخت جلال میں آ گئے اور ارشاد فرمایا:

اجبّار فی الجاهلیة وخوار فی الاسلام انه قد انقطع الوحی وتم الدین اینقص وانا حی۔ (مشکوۃ، ص ۵۵) کیا زمانۂ جاہلیت میں تم بہت بہادر تھے اور اسلام لا کر بزدل اور پلپلے ہو گئے ہو؟ یقیناً وحیِ ربّانی ختم ہو چکی اور دین اسلام مکمل ہو گیا۔ کیا میرے زندہ رہتے ہوئے اس دین میں کچھ کم کیا جا سکتا ہے؟

سرزمین ہند اس اعتبار سے بہت زرخیز ہے کہ بے شمار اولیائے کرام اور صوفیا عظام اور ایک سے بڑھ کر ایک مجاہد اس چمنستانِ ہند پر جلوہ افروز ہوئے اور انھوں نے دین اسلام کی نشر و اشاعت اور دینی استحکام کی مکمل کوشش کی۔

انھیں جلیل المرتبت اکابر اہلِ سنّت میں سے مرجع العلماء جامع کمالاتِ ظاہریہ و باطنیہ، عالم ربانی، شیخ الاسلام مجاہد ملت حضرت الحاج محمد حبیب الرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذاتِ گرامی بھی ہے، جن کی پوری زندگی تصلب فی الدین اور احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے لیے وقف تھی۔ (تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر، ص ۲۷ ۳)

جناب منصور فریدی

حق و باطل کی جنگ رہتی دنیا تک چلتی رہے گی اور ربوبیت کے طرفدار اور حق کے علم بردار دنیا کی فضائے بسیط پر روشن اور منور ستارے کی طرح نمودار ہوتے رہیں گے۔ ایسے ہی درخشندہ ستاروں میں حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی جدوجہد اور اپنے اجتہاد کے ذریعے اسلام کے اجرامِ فلکی میں شامل ہو گئے۔ اور کیوں نہیں ہوتے کہ اللہ رب العزت ان لوگوں کو سربلندی و سرفرازی عطا فرماتا ہے جو احکام شریعت پہ کاربند ہو کر اپنی زندگی کو قرآن و سنت کا آئینہ دار بناتے ہوئے پوری زندگی اسی پر عمل پیرا ہو کر گزار دیتے ہیں۔ اور قرآن و سنت کے خلاف اٹھنے والی تمام آوازوں اور سروں کو کچل کر پیغام اسلام و قرآن اُمتِ مسلمہ کو

سناتے رہے اور خدا کی وحدانیت، رسول کی رسالت اور مقامِ صحابہ لوگوں کے دلوں میں راسخ کرتے رہے اور غیر شرعی رواجوں اور اُصول وضوابط سے لوگوں کو بچاتے رہے۔ انھیں علم برداروں میں حضور مجاہد ملت کا نام شہابِ ثاقب کی طرح روشن و درخشندہ ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے مجاہدوں کو دنیا کے جس حصے میں چاہے پیدا فرماتا ہے۔

(تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر، ص ۳۶۹)

حضرت مولانا انیس عالم سیوانی، لکھنؤ

حضور مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ حبیب الرحمٰن عباسی اڑیسوی کی شخصیت جہاں ایک طرف مذہبی اور مسلکی اعتبار سے نمایاں تھی، وہیں سماجی، سیاسی اور قومی لحاظ سے بھی اہمیت کی حامل تھی۔ علماء بہت گذرے ہیں مگر آخری دور کے علماء میں جن اوصاف اور خوبیوں کے جامع حضور مجاہد ملت تھے۔ اس کا تصور دوسروں کے یہاں نہیں کیا جا سکتا۔ عام طور پر علماء کی زندگی اور خدمات کا دائرہ مسجد، مدرسہ و خانقاہ کے محور پر گردش کرتا نظر آتا ہے۔ جماعت علماء میں سیاسی فکر اور سماجی وملّی سوچ رکھنے والے علماء بہت کم ملیں گے اور جو لوگ سیاسی، سماجی اُمور میں کچھ دل چسپی رکھتے ہیں، ان کی مذہبی حیثیت مجروح ہو جاتی ہے۔ وہ اپنا دینی تشخص برقرار نہیں رکھ پاتے۔ کوئی رام بھگوان کی مدحت کرتا ہے، تو کوئی ایسے بے دینوں کی بے دینی کو اسلامی جامہ پہنانے کے لیے دارالافتاء کی آبرو نیلام کرتا ہے۔ عموماً یہ دیکھا گیا کہ سیاست میں جانے کے بعد مولوی اپنا مذہبی وقار بیچ دیتا ہے۔ اس کی زندہ مثال عبیداللہ خان اعظمی جیسے لوگ ہیں، جنھوں نے اسلام کو بدنام کیا، مذہب و مسلک کو فروخت کرنے میں کبھی دریغ نہ کیا۔ لیکن ایسے بھی علماء گذرے ہیں جنھوں نے سیاست اور سماج کا حصہ بننے کے باوجود کبھی مذہب و مسلک کو اپنی بے راہ روی سے غبار آلود نہ کیا، بلکہ مسجد و مدرسہ و خانقاہ سے لے کر خواہ سماجی منچ رہا ہو یا سیاسی، ہر جگہ انھوں نے اپنی مذہبی شان ظاہر کی، نہ کبھی ہنود کے سامنے دوغلی پالیسی اختیار کی نہ کبھی وہابیوں، دیوبندیوں، رافضیوں، خارجیوں کے لیے رویہ نرم کیا، بلکہ ہر جگہ وہ یہی کہتے رہے۔

دشمنِ احمد پہ شدت کیجیے — ملحدوں کی کیا مروّت کیجیے
ذکر اُن کا چھیڑیے ہر بات میں — چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجیے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب — اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجیے

یہ شان ہمیں حضور مجاہد ملت کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا مگر اپنے اُصولوں سے سمجھوتہ نہ کیا۔ مسلک کو زینہ اور حصولِ زر کا ذریعہ نہیں بنایا۔

ہمارے علماء اور طلبا کو مذہب و مسلک میں حضور مجاہد ملت کا پیرو کار بننا چاہیے۔ حضور مجاہد ملت مذہبی، ملّی، سماجی، سیاسی، قومی، عالمی ہر سطح پر مسلکِ اعلیٰ حضرت کے علم بردار اور مبلغ نظر آتے ہیں۔ ان کی زندگی کو اس شعر کے آئینے میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

حضرت مولانا محمد قمر الزماں مصباحی، پرنسپل الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ سٹی

حضور مجاہد ملت عشق و عرفان کی ایک ایسی شمع تھے جس میں دھواں نہ تھا۔ آپ تا حیات بزمِ حبیب میں اس طرح جلتے رہے کہ آپ کو دیکھ کر کتنوں کو جلنا آ گیا۔ آپ نے بربطِ عشق پہ جو نغمات چھیڑے ہیں اس کی اب تک کوئی دوسری مثال دیکھنے میں نہیں آئی ہے۔ انھیں حالات کے تحت بدلنا نہیں آتا تھا بلکہ آپ حالات بدل دیتے تھے۔ آپ انتہائی سادہ طبیعت پہ پیدا ہوئے تھے لیکن اس سادگی میں قیامت کی ادا ہوتی تھی۔ دیکھنے والے اس سادگی پہ مر مٹتے تھے۔ ایک کامل انسان کا وجود جن عناصر سے ترکیب پاتا ہے وہ سارے عناصر آپ کی ذات میں بدرجۂ کمال موجود تھے۔ ہر انسان کے سینے میں دل ہوتا ہے اور دل کا کام دھڑکنا ہوتا ہے۔ دل کی دھڑکنوں پہ زندگی کا دارومدار ہوتا ہے۔ اگر دل کی دھڑکن بند ہو جائے تو انسان موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ آپ نے بھی دل پایا تھا۔ آپ کے دل کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ صرف ملت کے لیے دھڑکتا تھا۔ ہر انسان خوف کے سائے میں جیتا ہے لیکن اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں خوف جن سے خود بھی خوف زدہ رہتا ہے۔ انھیں

بندگانِ خدا میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ نے انصاف کو مرنے نہ دیا اور ظلم کو کبھی اُبھرنے نہ دیا۔ آپ کی حیات کا ہر باب خشیتِ الٰہی سے عبارت ہے۔ آپ نے اپنی زندگی اور بندگی کا جو فلسفہ پیش کیا ہے اسے اپنانے اور بڑے پیمانے پر عام کرنے کی ضرورت ہے۔

مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

سرکار مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن عباسی قادری قدس سرہٗ اسم با مسمیٰ تھے۔ وہ رحمٰن کے حبیب بھی تھے اور محب بھی، اور ان بارگاہوں کے بھی بے حد چہیتے اور مرکز الطاف تھے جنہیں بارگاہ رحمٰن سے محبوبیت کا سرنامۂ امتیاز حاصل تھا۔ آپ کی پاک ہستی میں محاسن و کمالات کا تو ایک گلستاں آباد تھا لیکن آپ کی ذات والا صفات کی خاص پہچان عشق غوثیت مآب اور فدائیت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھی۔

۸ ر محرم الحرام ۱۳۲۲ھ/ ۲۶ ر مارچ ۱۹۰۴ء کو اس دنیائے رنگا رنگ میں تشریف لانے والا [اور ۶ ر جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۰۱ھ/ ۱۳ ر مارچ ۱۹۸۱ء بروز جمعہ کو اس سرائے فانی کو الوداع کہنے والا] یہ سعادت مند وجود دنیائے رنگا رنگ کے ایک خوش عیش گھرانے میں آنکھ کھولتا ہے جہاں خوش عیش زندگی کے سارے ساز و سامان موجود تھے۔ لیکن قدرت کی یہ کیسی سعادت ارزانی تھی کہ اسے دنیا کی یہ رنگینی ایک آنکھ نہیں بھاتی اور وہ حسن ازل کی تجلیوں میں گم رہا کرتا تھا۔ شہنشاہ بطحا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شبگوں زلفوں کی اسیری ہی اس کے لئے سب کچھ تھی۔ حضرت مجاہد ملت نے محمدی عزم و استقلال اور حیدری زور پر جلال کی خاص برکتیں پائی تھیں۔ انہیں محبوب لم یزل کی ہر تجلی اپنی سمت کھینچتی تھی اور اس کی بارگاہ کا ہر محبوب ان کا مرکز عقیدت تھا۔ شعور کی منزلیں طے کرنے کے بعد سے ہی انہیں تین بارگاہوں سے شیفتگی کی حد تک لگاؤ تھا۔ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، سرکار غوثیت مدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ۔ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ چھڑتا تو آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں۔ عشق غوثیت مآب کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ انہیں کے تصور میں گم رہتے تھے اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعلق خاطر کا یہ عالم تھا

کہ ان کی ہر نسبت سرکار مجاہد کو اپنی جانب کھینچتی تھی اور حضرت رضا سے وابستہ ہر فردوشئ پر دل وجان تصدق تھا۔ سرکار مجاہد کے جذبۂ عشق کی روداد ان کے اوراق حیات میں جا بجا ملے گی۔ عشق رسالت مآب کی کشش انہیں ہر جگہ ان کے دشموں کے سامنے سینہ سپر رکھتی۔ مدینہ طیبہ کی حاضری میں ان کے عشق کا جوبن بہاروں پر ہوتا۔ آنکھیں آنسوؤں کی برسات کر رہی ہوتیں، دامن دل جذب عشق سے کھنچا جاتا اور حضوری اور وارفتگی، بے خودی اور محویت کا عالم ہمیشہ طاری رہتا۔ عشق غوثیت مآب کا عالم یہ تھا کہ ان کے تصور میں ہمیشہ ڈوبے رہتے۔ آپ کو آبائی اور مشائخ کی بہت سی عظیم نسبتیں حاصل تھیں لیکن آپ نے حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کو ہی اپنی شناخت بنایا۔ سرکار غوث اعظم کے خاص فیض یافتہ بزرگ حضرت سیدنا منور علی شاہ قادری قدس سرہٗ، ہمت گنج الہ آباد کے آستانے پر پاپیادہ حاضر ہوتے۔ آپ سے اگر کوئی ہمت گنج حاضری کی درخواست کرتا تو فوراً آمادہ ہو جاتے۔ یہ آپ کے عشق غوثیت مآب کا اظہار یہ تھا۔ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی سے بے مثل و بے مثال انس تھا۔ سرکار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سب سے زیادہ چرچا اعلیٰ حضرت کا ہی فرماتے۔ زندگی بھر امام عشق ومحبت سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک عشق وعرفان کی ترویج واشاعت میں مصروف رہے، اعلیٰ حضرت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جتنے بدمذہب زمانہ تھے، ان سے آپ پوری زندگی برسرپیکار رہے، بریلی شریف سے کوئی بھی آجاتا، ان کے لئے آپ سروقد کھڑے ہو جاتے اور ان کی تکریم میں دل وجان سے کوشش فرماتے۔ اعلیٰ حضرت سے عشق کی حد تک لگاؤ کا ہی اثر تھا کہ آپ نے جب سلسلۂ بیعت وارشاد جاری فرمایا تو ہمیشہ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت فرماتے، جبکہ آپ عارف باللہ حضرت علامہ عبدالکافی علیہ الرحمہ سے سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ یہی معاملہ حضرت حافظ ملت شاہ عبدالعزیز قادری علیہ الرحمہ کا تھا کہ آپ بیعت شیخ المشائخ حضرت سید علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے دست مبارک پر سلسلۂ عالیہ چشتیہ اشرفیہ میں ہوئے لیکن جو سلسلۂ بیعت آپ نے جاری فرمایا وہ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ تھا۔ اعلیٰ حضرت

کا تذکرۂ مبارکہ ’’ہمارے اعلیٰ حضرت، سرکار اعلیٰ حضرت، ہمارے آقا‘‘ کے والہانہ القاب سے یاد فرماتے۔ دھام نگر شریف میں سرکار اعلیٰ حضرت کا عرس مبارک بہت اہتمام اور دھوم دھام سے منعقد فرماتے۔ دس ہزار سے زائد افراد شریک عرس رضوی ہوتے، سب کے لئے پر تکلف قادری رضوی لنگر کا اہتمام فرماتے۔ عرس رضوی کے پورے لمحات میں ایک قدم پہ کھڑے رہتے، سارے مہمانوں کی خبر گیری، ہر ایک کی دلداری، کہیں کوئی کمی نہ رہ جائے، کہیں کسی کو تکلیف نہ ہو، یہ اعلیٰ حضرت کے عرس پاک کے مہمان ہیں۔ یہ آپ کے جذبات دروں صاف عکاس ہیں کہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے آپ کو کس قدر والہانہ لگاؤ تھا۔

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ، ادارۂ شرعیہ، پٹنہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے دین متین کی جو خدمت کی ہے اس کا دائرہ صرف ان کے عہد تک ہی محدود نہیں بلکہ چراغ سے چراغ جلنے کی روایت سامنے رکھیں تو یہ کہنا پڑے گا کہ ہمارے عہد میں بھی جو علمی، مذہبی اور ادبی خدمات ہو رہی ہیں اس کا سرچشمہ اعلیٰ حضرت ہی کی ذات ہے۔ اعلیٰ حضرت کے جانشین حضور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان نے اس میکدہ علم وعرفان سے جو کچھ پایا تھا اسے بچا بچا کر رکھنے کے بجائے خوب لٹایا، خوب تقسیم کیا اور تاعمر تقسیم کرتے رہے۔ انہیں کے بادہ خواروں میں ایک نام حضور مجاہد ملت علامہ شاہ حبیب الرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان کا بھی ہے۔

حضور مجاہد ملت نے زندگی کا لمحہ لمحہ حق کے ابلاغ اور مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ و تشہیر میں صرف کیا، رئیس ہو کر بھی فقر میں فخر کی مثال قائم فرمائی، بادشاہی میں فقیری کا لباس زیب تن کیا اور فقیری میں بادشاہی کا نمونہ چھوڑ گئے۔ قدرت نے ان کو علم، عمل، اخلاص اور عشق و ایثار کا جو جوہر گرانمایہ عطا فرمایا تھا اس کے مظاہر آج بھی کہیں روشنی، کہیں خوشبو، کہیں ہدایت تو کہیں جگنو بن کر موجود ہیں۔ کل بھی جن کے نقش قدم نے لاکھوں گمشتگان راہ کو نشان منزل عطا کیا اور آج بھی چراغ راہ ہدایت بن کر وہ ملت کی رہنمائی فرما رہے ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان کے مرقد پہ رحمتوں کے پھول برسائے اور ہمیں ان کے چھوڑے ہوئے علمی و مسلکی کام کو

تکمیل تک پہنچانے کا جذبہ اور حوصلہ عطا فرمائے۔

حضرت مولانا عبد الحکیم نوری، تامل ناڈو

عالمِ ما کان و ما یکون علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد علمائے ملت نے دینِ متین کی تبلیغ و اشاعت میں ذرّہ برابر کوتاہی نہ کی اور اس کی حفاظت و صیانت میں لومۃ لائم کی پرواہ کیے بغیر فرمانِ رسالت مآب ﷺ: العلماء ورثۃ الانبیاء کو سچ کر دکھایا اور اس کے مقابلے میں دنیا کے مال و دولت و امارت وحکومت اور عزت وعظمت کو ٹھکرا دیا۔ انھیں علمائے حق کی جانفشانیوں کا ثمرہ ہے کہ ایک طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود دینِ اسلام پر کسی طرح کی آنچ نہ آئی جبکہ اسے کتنوں نے منہدم کرنے کی ناپاک کوششیں کی ہیں۔ معتزلہ وخوارج وشیعیت ووہابیت اور زمانۂ موجودہ کے مستشرقین وصلح کلیت کے ناپاک اِرادوں کو کون نہیں جانتا کہ ہمیشہ ان کا مقصد مسلمانوں کے جذبۂ ایمانی کو مجروح کرنا تھا۔ مگر علمائے حق نے دشمنانِ اسلام کو جواب ہی نہیں بلکہ شکست دیا ہے۔ انھیں فاتح علما میں زبدۃ العارفین، رئیس التارکین، جامع علوم وفنون حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قادری علیہ الرحمہ کا شمار ہوتا ہے۔

حضرت مولانا محامد حلیم حاذق رضوی، کولکاتا

اس مشینی دَور میں ایک اضطرابی کیفیت ہر حسّاس طبیعت انسان کے دل میں پائی جاتی ہے۔ ایٹمی قوتوں کی یورش اور جدید مشینوں کے دَور میں انسان کے احساسات وقلبی جذبات پس کر رہ گئے ہیں۔ ہر ایک طرف انتشار کا عالم ہے۔ جس میں ہر ذی روح لاوجودیت کا شکار نظر آرہا ہے۔ شاید اب ہماری نسلوں کی نشوونما بارود کی چھاؤں میں ہوگی۔ جب ہی تو زندگی کا سفر دشوار ترین اور موت کی تجارت کو بہ کو آسان نظر آرہی ہے۔ چونکہ ہمارا عہد مادّہ پرستی کا ہے، جس میں ترقی پسند ذہنوں نے روحانیت کو بالائے طاق رکھنے کا حکم نافذ کر دیا ہے اور مادّہ پرستی عیاری اور مکاری پر خلوص وفا کا خول چڑھا کر حقیقی زندگی کے ساتھ سوتیلے پن جیسا سلوک کر رہے ہیں۔ ایسے ہاؤ ہو اور لمحۂ پُرفتن میں کون کسے یاد رکھتا ہے۔ جہاں ہر کوئی صرف

اپنے ''میں'' کا دیوانہ ہو۔

مگر اس کربناک عہد میں بھی اس زیست کے ناہموار راستوں کا وہ راہی جو اپنی زندگی کو گلزار بنانے کی خواہش رکھتا ہے، سادہ ذہن ہو کر گذری بہاروں کے دائمی نقوش تلاش کرنے میں سرگرم سفر ہوتا ہے۔ جب وہ جستجو کی سرحد پر کھڑے ہو کر شعوری طور سے جائزہ لینا شروع کرتا ہے اور کچھ دور چلنے کے بعد جب وہ کامرانی کی منزل میں قدم رکھتا ہے تو اسے کچھ لوگ نظر آتے ہیں، جن کے بارے میں وہ کچھ نہ کچھ سنتا چلا آ رہا تھا یعنی وہ لوگ جو اس کائنات میں سانس لینے کے باوجود اپنی زندگی کچھ ایسے نرالے انداز سے گذارتے ہیں کہ نمونۂ حیات سے تعبیر کیے جاتے ہیں اور ان ہی کے درمیان کچھ لوگ ایسے بھی نظر آتے ہیں جو چلتی پھرتی لاش کی مانند ہوتے ہیں، جن کی زندگی موت سے بہتر کہی جاتی ہے۔

اب ایک سوال ذہن میں اُبھرتا ہے یعنی وہ کون لوگ ہیں جن کی زندگی نمونۂ حیات سے تعبیر کی جاتی ہے۔ تو ہم اس بارگاہِ بیکس پناہ کی جانب رُخ کریں جو زندگی کی آئینہ دار ہیں اور جن کی زندگی کے عکس سے ہماری حقیقی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ وہ ہے خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی۔ آپ کے اسوۂ حسنہ سے جس نے وابستگی حاصل کر لی۔ بلاشبہ وہ عہدِ ظلمت میں بھی روشن منارہ کی صورت اُبھر کر منظر عام پر آیا اور اس کے حسنِ اخلاق سے ایک عالم چمکتا ہوا نظر آیا۔

اسی ذاتِ گرامی کے روشن بخت غلاموں میں حضور مجاہد ملت حضرت علامہ مفتی الحاج الشاہ محمد حبیب الرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان کا شمار ہوتا ہے آپ کی زندگی حُبِّ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آئینے میں درخشندہ و تابندہ نظر آتی ہے۔ آپ نے دینِ مصطفوی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور اپنی زندگی کے بیشتر لمحے ریل اور جیل میں گزارے۔

وہ زندگی یقیناً لائق صد احترام اور قابلِ تحسین ہوا کرتی ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوتی ہے۔ آپ کی زندگی بھی کچھ ایسی ہی تھی جو ہر نیک نفس انسان کو زندگی کا شعور بخشتی ہے۔ خصوصاً آپ کی مجاہدانہ زندگی آپ کا اخلاقِ حمیدہ اور آپ کا لبادۂ فقیری جو ایک عالم کو اپنی جانب مائل کرتا نظر آتا ہے۔

حضرت مولانا قاری صابر علی رضوی، خطیب و امام مسلک اعلیٰ حضرت مسجد، لکھنو

اللہ تبارک وتعالیٰ ہر شئے کا خالق ہے۔ مخلوقات کا پالنہار ہے اور کائنات کا حاکمِ مطلق ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ زمین پر فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ زمین کو ہر طرح کے فساد سے پاک رکھنے کے لیے اس نے اپنے انتہائی محبوب بندوں انبیا کرام ورسولانِ عظام کو مبعوث فرمایا۔ ہر نبی ورسول نے اپنی بعثت کے مقصد کو بحسن وخوبی پورا کیا۔ جب آقائے کائنات پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بابِ نبوت ورسالت بند ہوا تو ربِّ کائنات نے کارِ نبوت و رسالت کی انجام دہی کے لیے اپنے محبوب کی اُمت کے علما کا انتخاب فرمایا اور ان کے سروں پر بے پناہ عظمت و بزرگی کا تاج رکھا۔ کنز العمال، جلد ۱، ص ۷۹ کی ایک حدیث ہے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی اُمت کے علما کی بزرگی وکرامت کا اعلان کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ

”جس نے عالموں کا استقبال کیا تحقیق اس نے میرا استقبال کیا اور جو عالموں کی ملاقات کے لیے گیا یقیناً وہ میری ملاقات کے لیے آیا۔ اور جو عالموں کے ساتھ بیٹھا وہ تحقیق میرے ساتھ بیٹھا اور جو میرے ساتھ بیٹھا وہ یقیناً میرے رب کی بارگاہ میں بیٹھا۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جب جب اور جہاں جہاں زمین میں فساد برپا ہوا علماء کرام نے اس کا ہر طرح سے مقابلہ کیا اور اُمت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ زمین کو فساد سے پاک کرنے اور انسانی معاشرہ کی فکری و اعتقادی اصلاح میں جن علما نے اپنی قربانیاں پیش کی ہیں انھیں علما میں حضور مجاہد ملت کا شمار ہوتا ہے۔

حضور مجاہد ملت کے عہد میں ایسی جماعتوں، تحریکوں اور مشنریوں کی ایک طویل فہرست ہے جو امنِ عالم اور انسانی معاشرہ کے لیے خطرہ بنی ہوئی تھیں۔ آپ نے امن دشمن جماعتوں کو بے نقاب کیا۔ ان کا پوری شدت سے مقابلہ کیا اور انھیں ہر محاذ پہ شکست وریخت سے دوچار کیا۔ اس راہ میں کبھی کبھی آپ کو شدید کٹھنائیوں سے گذرنا پڑا۔ امن دشمن طاقتوں نے آپ کو پابندِ سلاسل بھی کیا۔ اس کے باوجود آپ کے حوصلوں میں کبھی کوئی کمی نہیں دیکھی

گئی۔ بلکہ آپ کے حوصلوں کے سامنے مصائب کے کوہِ گراں کو موم کی طرح پگھلتے ہوئے دیکھا گیا۔ آپ کی حیات کے مطالعہ سے اس احساس کو توانائی ملتی ہے کہ آپ یقیناً مجاہد ملت تھے۔ آپ نے اپنے منصب سے کبھی بے وفائی نہیں کی۔ آج کے فتنہ پرور ماحول میں شدت سے آپ کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ آپ کے سر پہ نیابت رسول کا جو تاج زرّیں تھا اس کے تقدس کو آپ نے کبھی داغدار ہونے نہیں دیا۔ آپ کی زندگی کا ہر تیور پوری انسانی برادری کے لیے قابلِ عمل و نمونۂ عمل ہے۔

حضرت مولانا مولانا نسیم بستوی

کیسی بے کیف بنا رکھّی تھی فرزانوں نے
پھونک دی روح نئی بزم میں دیوانوں نے

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کا سراپا نورانی تشخص جب کبھی میرے ذہن و فکر پر اُبھرتا ہے تو قرونِ اولیٰ کے پاک باز مردانِ حق کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور زبان پر بے ساختہ یہ مصرع آ جاتا ہے ؎

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ شرع و تصوّف کے جس اعلیٰ اور ممتاز منصب پر فائز تھے وہ ہر عالم شریعت اور شیخ طریقت کو نصیب نہیں ہوا کرتا۔ آپ بیک وقت شریعت و طریقت دونوں منزلوں کے رہنما و پیشوا ہی نہیں بلکہ امیرِ کارواں تھے۔ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی زندگی میں درسگاہ کا عالمانہ جاہ و جلال بھی تھا اور خانقاہ کا عارفانہ حال و قال بھی گویا آپ کی ذات ''در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق'' کی ایک روشن اور پُرکشش تصویر تھی۔ درسگاہ میں جلوہ افروز ہوتے تو اسلامی علوم و فنون پر آپ کی گہری نظر اور پُرمغز علمی و تحقیقی گفتگو اور فنّی مباحث میں طرزِ استدلال سے وقت کے اکابر و قدآور اربابِ علم و فن کو ایسا محسوس ہونے لگتا کہ آپ شب و روز درس و تدریس اور مطالعۂ کتب میں مصروف و مستغرق رہتے ہیں اور جب خانقاہ میں مسند نشین ہو کر اہلِ ارادت اور عقیدت کیشوں کے درمیان زُہد و تقویٰ، یقین و

توکّل، استغنا و بے نیازی، تزکیۂ نفس، فقر و تصوّف، خوفِ خدا، اُمید و رجا، اسرارِ ولایت، رُموزِ طریقت، ریاضت و مجاہدہ، تقرّب الی اللہ اور اہلِ حق کی روحانی تعلیمات و باطنی ہدایات کا تذکرہ فرماتے تو سامعین و حاضرین اپنے گرد و پیش سے بے خبر ہو کر مستی و بے خودی میں جھومنے لگتے۔ اس موقع پر حاضر رہنے والوں کا بیان ہے کہ اس وقت ہر شخص کے دل میں یہ یقین نقش ہو کر رہ جاتا تھا کہ آپ دنیا میں خاص روحانیت اور فقر و تصوّف کی تعلیم کے لیے تشریف لائے ہیں ؎

اُن کا سایہ اک تجلّی اُن کا نقشِ پا چراغ
وہ جدھر گذرے اُدھر ہی روشنی ہوتی گئی

ڈاکٹر سید اعجاز مدنی، برہانی کالج، بمبئی

حضور رئیس التارکین، سلطان المجاہدین، امام الزاہدین حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب عرف عام میں مجاہد ملت رئیس اڑیسہ کی بے لوث دینی خدمات حضور امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشابہہ ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے پاس علم کی کثرت تھی۔ عمل کی شدّت تھی۔ انھوں نے اہلِ سنّت و جماعت کے فروغ و بقا کے لیے تمام عمر صرف کی۔ اسی طرح مجاہد ملت نے بھی عقائد اہلِ سنّت کے فروغ، بقا اور تحفّظ کے لیے اپنے علم، رسوخ، جائداد اور مسلسل جدوجہد سے ایک ایسا عالمی ریکارڈ قائم کیا جو تاریخ اہلِ سنّت و جماعت میں سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

حضرت مولانا محمد جابر حسین حبیبی، ہوڑہ۔ کلکتہ

آقائے نعمت سرکار مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے میں جن دولتوں اور نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا ان میں جرأت، حق گوئی و بے باکی اور مناظرہ کی بے پناہ قوت و طاقت تھی۔ ان قوتوں کا استعمال دینِ حق کی سرفرازی اور سربلندی کی خاطر آقائے نعمت علیہ الرحمہ نے خوب خوب فرمایا۔ ہندوستان بھر میں پھیلے ہوئے سینکڑوں مناظرے اور ان مناظروں میں سرکار مجاہد

ملت کی ذہانت اور علمیت کے چراغوں کے سامنے باطل کی بے چہرگی اور بے شانی کے نقوش، بھدرک جیل سے بیر علی جیل تک قید و بند کے طویل ایام اور سرگرمیِ عمل سے حق کی سرفرازی اور باطل کی تباہی سرکار مجاہد ملت کی ان بے مثال قوتوں کے ثبوت ہیں۔

سرکار مجاہد ملت نے مناظرہ کی بے پناہ قوتوں سے نہ صرف یہ کہ سرزمین ہند پر باطل کے بڑھتے ہوئے قدموں کو پابند زنجیر کر دیا تھا بلکہ ملک کی سرحدوں سے بہت دور سعودی شہنشاہیت کے جابرانہ نظامِ حکومت میں بھی اپنی جرأتِ اظہار اور مناظرانہ قوتوں کے استعمال سے نجدیوں کو شرمسار اور لاجواب کر دیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ طاقت کے نشے میں چور نجدیوں نے شکست خوردگی کو اپنی اصلاح کی بجائے انتقام کا ذریعہ بنالیا اور مجاہد ملت پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے۔

سلطان المناظرین علیہ الرحمہ نے چھ بار فریضۂ حج کی ادائیگی کا شرف حاصل کیا۔ ان چھ حجوں میں پہلا حج شریف مکّہ شریف حسین کے عہد میں فرمایا۔ یعنی نجدیوں کے اقتدار سے قبل اور پانچ حج سعودی نجدیوں کی ظالم حکومت کے دوران۔ آخری حج جو انھوں نے ۱۹۸۰ء میں فرمایا اس کا تو عالم ہی عجیب تھا۔ لگتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص مہمان ہیں۔ الگ جماعتیں قائم کیں۔ باضابطہ میلاد شریف کی محفل منعقد فرمائی۔ اپنے آقا کے حضور جس طرح چاہا گرمیِ عشق کے مکمل اظہار کے ساتھ درود و سلام کی ڈالیاں نچھاور کیں۔ فاتحانہ گئے اور فاتحانہ واپسی ہوئی مگر پہلے اور آخری حج کے درمیان کے چار حجوں میں الگ جماعتیں قائم کرنے اور نجدی عقائد کے پرخچے اُڑانے پر نجدیوں نے ان کو پریشان کیا اور مباحثے کیے اور مباحثہ ان کے عقائد کے تابوت میں آخری کیل ہی ثابت ہوا۔

خورشید جان قریشی۔ بی ایس سی کشمیر

واقعی آپ موجودہ صدی کے ایک عارف باللہ اور کامل درویش تھے۔ نہ صرف درویش بلکہ شب و روز تنظیمی و تبلیغی مشن اور دعوتِ الی الحق میں سرگرم تھے۔ آپ ہی کے مساعی جمیلہ سے تحریک خاکسارانِ حق، آل انڈیا تبلیغ سیرت اور جامعہ حبیبیہ الہٰ آباد معرضِ وجود میں آئے۔ حضرت موصوف نے زندگی کے آخری ایّام تک ملک کے مختلف مقامات پر دین

اسلام کے فروغ وارتقا کے لیے دینی وعلمی درسگاہوں کا نہ مٹنے والا ایک جال بچھا دیا۔ آپ کی آغوشِ تربیت میں بیدار مغز اور نامور علما واد با پیدا ہوئے۔

یہی علمائے اہلِ سنّت دین اسلام کی لازوال نعمتوں سے مالا مال ہوکر دینی، علمی وادبی وتبلیغی خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں۔ مجاہد ملت جس کوچے سے گذرے بلادِ ہند ہوں یا ملکِ عرب، متاعِ عشقِ رسول ہمیشہ لٹاتے گئے۔ عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بننے کے انداز سکھائے۔ بزرگانِ دین کے نقش قدم پر چلنے کے صحیح طریقے بتائے۔ ضرورت بھی ایسے ہی رہنما کی تھی جو اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر صبر اور استقامت کا پہاڑ بن کر حضرت فاضل بریلوی کی یاد تازہ کرادے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

مولانا محمد اظہر القادری پوکھریروی جامعہ امام احمد رضا اسلام پور

اس کرۂ ارض پر بسنے والے بندوں پر اللہ ربّ العزت کا ہزار فضل واحسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام ورسولانِ عظام کو مبعوث فرمایا۔ ان میں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو افضل واعلیٰ بنایا۔ جس کے اُمتی ہونے کا شرف ہم لوگوں کو حاصل ہے۔ جملہ انبیائے کرام کی امتوں میں اُمتِ محمدیہ کو "كنتم خير أمة" کا تاجِ زرّیں عطا فرما کر امتیازی وانفرادی خصوصیت کا حامل بنایا۔ اس اُمت کے علما اور اولیا کو بھی نیابتِ رسول کا شرف حاصل ہے، جن کی ذمے داری اسلام اور اسلامی فکر ونظریات کی صالحیت کو برقرار رکھنا ہے۔ امام التارکین سراج السالکین حضور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت بھی اپنے ہم عصر علما اور اولیا میں نصف النہار کی حیثیت رکھتی تھی۔ جن کا ظاہر و باطن ایسا روشن وتابناک تھا کہ دنیا کی ساری روشنی پھیکی اور ہیچ نظر آتی تھی۔ جہاں آپ ایک متبحر عالم دین اور بہترین مفکّر، عمدہ محدث، بے باک مناظر، شاندار محقق و مدقق تھے وہیں زہد وتقویٰ، عجز وانکساری، حلم وبردباری، صبر و

استقامت، خدا شناسی اور خدا ترسی میں یکتائے روزگار کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی عبقریت ان کے کردار و عمل سے اظہر من الشمس تھی۔ اعلاء کلمۃ الحق احقاقِ حق اور ابطالِ باطل ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ دینِ محمدی کی پیروی کے ساتھ اس کی اشاعت و تبلیغ ان کی زندگی کا نصب العین بن چکا تھا، جن کی فکری صلاحیتوں اور تدبیری خوبیوں نے اٹھنے والی ہر باطل قوت کو زیر کر دیا۔ مسلکِ حنفیت کے سچے سپاہی کی حیثیت سے ایسے ایسے کارنامے انجام دیے کہ اربابِ علم و نظر اور صاحبانِ جبّہ و دستار نے حقیقت کو تسلیم کرنے میں اپنا سر ٹیک دیا۔ اور ان کی ذات و صفات کے تاثر نے عقائدِ باطلہ سے تائب ہونے پر مجبور کر دیا اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی خدمت کو زندگی کا سب سے اہم ترین کارنامہ تصور کر کے ایسی صالح اور صحت مند تبلیغ فرمائی کہ آج تک اس کی خوشبو مشامِ جاں کو معطر کر رہی ہے۔

پروفیسر دبیر احمد، مولانا آزاد کالج، کلکتہ

مجاہد ملت ایک ایسے جلیل القدر انسان تھے جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ ایسی شخصیتیں اپنا نقش اس طرح مرتب کرتی ہیں کہ جن کے دیکھنے کو ہر آنکھ متلاشی ہوا کرتی ہے۔ وہ اپنے مسلک کے بے باک مجاہد اور سالارِ کارواں تھے۔ وہ ہر شخص کو توحید و رسالت کا فرد دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ دوسروں کے لیے زندہ رہنا چاہتے تھے۔

حضور مجاہد ملت کا دل عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر وقت گرم رہا کرتا تھا۔ ان کی زندگی کا مقصد بھی عشقِ رسول ہی تھا۔ ان کی زندگی کا جائزہ لیجیے تو یہ حقیقت آشکار ہوگی کہ ان کے سینۂ دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہی ہے۔ انھوں نے شب و روز نبی کی یاد میں گزارے۔

آپ بلند پایہ کے محدث تھے اور ساتھ ہی ساتھ باکمال مفتی بھی۔ اس سلسلے میں جن کمالات کا ہونا ایک مفتی کے اندر ضروری ہے وہ تمام خصوصیتیں آپ کے اندر موجود ہیں۔ آپ نے ہمیشہ مفتی کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے سینکڑوں فتوے احکامِ شرعیہ کے مطابق صادر کیے۔ یہ ضرور ہے کہ انھوں نے باضابطہ دار الافتاء میں بیٹھ کر فتویٰ کا کام نہیں کیا لیکن جب کبھی کسی

سلسلے میں آپ سے سوالات پوچھے گئے تو بڑی جاں فشانی سے محققانہ جوابات مرحمت فرمائے۔

حضور مجاہد ملت نے ساری زندگی اُصولِ شرع کی پاسداری کی۔ ان کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا اور گفتگو کا طریقہ اُمورِ شرعیہ کے خلاف نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ زندگی بھر اپنی خواہشات کی مخالفت کرتے رہے۔ تبھی تو جاگیردارانہ گھرانے میں آنکھیں کھولنے کے باوجود سیدھی سادی زندگی کو ترجیح دی اور اللہ کی خوش نودی حاصل کرتے رہے۔ انھیں اس بات کا احساس تھا کہ نفس کی پیروی کرنے والا ہلاک ہوجاتا ہے۔ اس لیے کبھی بھی نفس کی پیروی نہیں کی بلکہ اس کے خلاف جہاد کیا۔

حضرت مولانا محمد عرفان عالم مصباحی

اللہ تعالیٰ کی اس سرزمین پر ایک سے بڑھ کر ایک نابغۂ روزگار رونما ہوتے رہتے ہیں۔ جن کی برکت والی ذات سے باغِ ہستی کی بہت سی مرجھائی ہوئی کلیوں کو شادمانی کے لمحات میسّر آتے ہیں۔ جن کا وجود اندھیری رات کے مسافروں کے لیے آفتابِ نیم روز ہوتا ہے۔ جو ہر گم گشتہ راہ کے لیے منارۂ ہدایت اور جبلِ نور ہوتے ہیں۔ جن کا عزم و استقلال جبل شامخ کی طرح غیر متزلزل ہوتا ہے۔ جن کی بصیرت افروز نگاہیں بند پلکوں سے عرشِ اعظم کا مشاہدہ کرتی ہیں۔ جو اپنی ہمہ جہتی کی وجہ سے معاشرے کے ہر نیک طبقے کا حصہ معلوم ہوتے ہیں۔ جو فضل و کمال کے ہر خوان سے وافر حصہ وصول کرتے ہیں۔ وہ جس میدان کی طرف اپنے براقِ خیال کا رُخ پھیرتے ہیں کامیابیاں آگے بڑھ کر ان کا استقبال کرتی ہیں۔ ان کی خاکساری و بردباری "یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا" کا مظہر کامل ہوتی ہے۔ ان کے تصلّب فی الدین سے "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ" کا جلال ٹپکتا ہے۔ ان کا حسنِ معاشرت "رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ" کا نمونہ ہوتا ہے۔ ان کی جرأت و ہمت اور حق گوئی ان کے فولادی اِرادوں کی غمّازی کرتی ہے۔ ان کی حیات سے کائنات کی ہر شئے جلا پاتی ہے اور ان کی وفات ایک عالم کی روحانیت اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ جب وہ ملتِ بیضاء پر ہونے والے حملوں کا دفاع کرتے ہیں تو ان کی کاوشوں میں آفتابِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محنت و

مشقت کا پَرتو نظر آتا ہے۔ مذہب مہذب کی ترویج واشاعت کے لیے ان کی جفاکشی میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلفتوں کی سنّت جھلکتی ہے۔ حاصل یہ کہ جن کا وجود "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ" کا عکس بن کر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں ہمہ وقت مشغول رہتا ہے۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا شیوۂ حیات ہوتا ہے۔

انھیں نفوسِ قدسیہ میں ایک بابرکت شخصیت سید السالکین، سلطان التارکین، رئیس المناظرین، ملک المدرسین، مردِ حق آگاہ دھام نگر کے جاگیردار و بادشاہ، مناظر اہلِ سنّت، حامیِ اُمّت، دافع شیطنت حضور مجاہد ملت علامہ شاہ حبیب الرحمٰن عبّاسی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان فی کل حین وآن ہیں۔"

حضرت مولانا رحمت علی مصباحی، کولکاتا

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ ریاست اُڑیسہ میں صوبائی پیمانے پر زمین داری میں بلند مقام رکھتے تھے، حتیٰ کہ آپ کو رئیس اعظم اڑیسہ کہا جاتا تھا بلکہ حقیقت میں آپ رئیس اعظم اڑیسہ تھے۔ دولت وثروت کی کوئی انتہا نہیں رہی تھی۔ چاہتے تو اپنے عیش وآرام کے لیے عظیم الشان بلڈنگ تعمیر کرالیتے۔ آگے پیچھے گاڑیوں اور کاروں کی قطار رہتی۔ عیش وآرام کا سارا سامان مہیا رہتا۔ تن آسانی اور عشرت سامانی کے ساتھ شاہانہ زندگی گزارتے لیکن انھوں نے ایسا کچھ نہیں کیا بلکہ بادشاہت میں فقیری اختیار فرمائی۔ نہ خورد ونوش میں کوئی ناز ونخرہ اور نہ بود وباش میں کوئی تکلف۔ سادہ لباس، سادہ زندگی، روز وشب قوم وملت کی فلاح و بہبود کا غم حتیٰ کہ ان کا کھانا پینا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا اور کہیں آنا جانا سب دین اور علم دین کی اشاعت اور قوم وملت کی خدمت وفلاح و بہبود کے واسطے ہوتا تھا۔

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی میں اپنے لیے کچھ بھی نہیں کیا بلکہ جو کچھ کیا سب خدا اور رسول عز وجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رضا جوئی اور تقرب اور بندگانِ خدا کے دین ومذہب کی حفاظت وصیانت کے لیے کیا۔ باطل طاقتوں کی سرکوبی کے لیے اسلامی فوج بنام خاکسارانِ حق تیار کرنا آپ ہی کی خصوصیت ہے۔ جگہ جگہ دینی مدارس کا قیام اور مساجد کی

تعمیر، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے مناظرے کا انعقاد، عوام الناس کی اصلاح اعتقاد و عمل کے لیے دینی اجلاس کی ترتیب۔ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی پوری زندگی اس قسم کی رفاہِ عامہ سے متعلق اُمور خیر کو محیط ہے۔ وفادارانِ مصطفیٰ کے لیے موم سے بھی زیادہ نرم اور دشمنانِ خدا اور رسول کے لیے پتھر سے زیادہ سخت یعنی اشداء علی الکفّار و رحماء بینھم کے سچے آئینہ دار تھے۔

ڈاکٹر قمر الہدیٰ فریدی، علی گڑھ

میں نے مجاہد ملت کی جوانی کو نہیں دیکھا۔ لیکن ان کے بڑھاپے کے تیور بتا رہے ہیں کہ یہ شخص عزم و حوصلہ کے اعتبار سے ضعیفی میں بھی جوان ہے اور بزرگوں کے بیانات کی روشنی میں مجھے یہ کہنے کی بھی اجازت دی جائے کہ تقویٰ و پرہیزگاری کی بنیاد پر مجاہد ملت جوانی میں بھی پیری کی دولت سے سرفراز تھے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ضعف جسمانی اور پیرانہ سالی نے مولانا کی ملک گیر سرگرمیوں کو روکنے کی بہت کوشش کی لیکن ع

اہلِ حق کے بھی کہیں تیور بدلتے ہیں
بنا لیتا ہے موج کون دل سے ایک چمن اپنا

وہ پابند قفس جو فطرۃً آزاد ہوتا ہے (وہ آج بھی قوم کے خیال سے غافل نہیں) وہ آج بھی حق پرستی کے رفیق اور دشمنانِ رسول کے لیے شمشیر برہنہ ہیں۔ انھیں کوڑے کی مار پسند ہے۔ لیکن ضمیر کا سودا کرنا گوارہ نہیں۔

(ان کے سینے میں غمِ حبیب سے لبریز دل دھڑک رہا ہے) وہ دل دھڑکتا رہے گا۔ دھڑکتا ہی رہے گا۔ (کیوں کہ جذبۂ عشق جاگ رہا ہے)

خیر اب جنوں سلامت ہے تو ان شاء اللہ دیوانے کو بھی نیند نہیں آئے گی، دیوانہ سو گیا تو فرزانوں کا کیا ہوگا!!!؟؟؟

پس نوشت: اہلِ محفل بڑے غور سے سن رہے تھے کہ اچانک کوئی خاموش ہو گیا داستاں کہتے کہتے اور زخموں کے پھول کھل اُٹھے۔ درد کی خوشبو ہواؤں کے بدن میں جاگی۔ صحنِ چمن میں ہر برگ گل پر اشکوں کے موتی بکھر گئے۔ ۱۳؍ مارچ ۱۹۸۱ء بروز جمعہ شام پونے چھ بجے بمبئی اسپتال میں مجاہد ملت نے اس دارِ فانی کو الوداع کہا۔ اور اپنے وطن دھام نگر اڑیسہ میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
غنچۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

سید شاہ محمد ابوالابرار قیام الدین حسینی

ہر دور میں غوث وقطب ومجدد ہوتے ہیں تو ہر دَور میں مجاہد بھی ہوتے ہیں۔ حضور مولٰینا شیخ طریقت عظیم المرتبت حبیب الرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات وشخصیت کا اندازہ تو ان کے لقب سے ہی لگتا ہے۔ ہر کے بس کی بات نہیں کہ باطل کو باطل کہہ دے۔ کہے گا وہی جو دیوانۂ رسول ہوگا۔ جس میں ایمانی جذبہ ہوگا۔ کبھی بھی آپ نے نجدی امام کے اقتدا میں نماز نہ پڑھی۔ جماعت ہوتی رہی آپ ٹہلتے رہے۔ مخلصین کہتے بھی رہے کہ آپ جماعت میں شریک نہیں ہوتے۔ تو اُس وقت یہاں ٹہلنا مناسب نہیں۔ جماعت ختم ہونے کے بعد تشریف لائیں تو بہتر ہے۔ آپ فرماتے لوگوں مسلمانوں کو کیسے معلوم ہوگا کہ نجدی امام کے پیچھے اس کے عقائدِ باطلہ کو وجہ کر نماز جائز نہیں۔ یہی شرعی حکم بتلانے کے لیے تو میں یہاں ٹہلتا رہتا ہوں۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق　　عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

اب سنّتِ بلالی وسنّتِ حنبلی انجام پانے کا وقت قریب آ چکا۔ جماعتِ باطلہ کے انکار کی وجہ کر آپ کو قید کر لیا گیا۔ ہاتھوں میں ہتھکڑی، پاؤں میں بیڑیاں باندھی گئیں۔ قاضی القضاۃ باطلہ کے پاس حاضر کیا گیا۔ اس سے آپ کی طویل گفتگو ہوئی۔ لیکن وہ آپ کو کسی طرح بھی قائل نہ کر سکا اور آپ کو دھمکیاں دی گئیں۔ آپ کن سے باتیں کر رہے ہو چاہے تو قاضی تمہیں قتل کروا ڈالے۔ حضور مجاہد ملت کی ایمانی قوت سے بھرپور آواز گونج اُٹھی، جو

پوری کائنات میں خوشبو کی صورت میں پھیل گئی۔

اے خوش نصیب کہ میں خدا کی اس پاک سرزمین اور دیارِ رسول میں شہید کیا جاؤں اور حجازِ مقدس کے ریگ زاروں میں میرا خون جذب ہوجائے۔ یہی تو میرا عین مقصود اور معراجِ زندگی ہے۔ واقعی سرکار مجاہدِ ملت کی ذات ایمان کی تازگی اس مقام پر سنّیت حسینی انجام پانے کو تڑپ رہی ہے۔

مولیٰ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ہم سنیوں کو حضور مجاہد ملت جیسا عشق وایمانی جذبہ ومحبت رسول عطا فرمائے۔ سرکار حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے صدقے حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

الحاج محمد نعمت اللہ حبیبی ایڈوکیٹ، اڑیسہ

فرد قائم ربطِ ملّت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

افراد کی انفرادی پہچانیں جب اجتماعی شکل اختیار کرتی ہیں تو معاشرہ وجود میں آتا ہے اور معاشرے کی مجموعی ترقی فرد کی ترقی کا اظہار ہوتی ہے۔ افراد کی انفرادی ترقیاں معاشرے کی ترقی کی وجہ بنتی ہے۔ غرض یہ کہ فرد جب معاشرے کا ایک جُز بنتا ہے تو اس پر معاشرتی ذمّے داریاں اس طرح عائد ہوجاتی ہیں کہ وہ ان سے انحراف کی ہمت نہیں کر پاتا ہے اور اگر کرتا ہے تو ننگِ معاشرت کہلاتا ہے۔ بعض افراد معاشرے کی مشین کا پرزہ ثابت ہوتے ہیں۔ یعنی یہ کہ وہ معاشرے کی ترقی میں حائل نہیں ہوتے بلکہ معاون ثابت ہوتے ہیں اور کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو معاشرے کی ترقی میں محض معاون نہیں ہوتے بلکہ ترقی کی راہوں پر پورے معاشرتی کارخانے کو لے جانے والے ہوتے ہیں۔ حضور مجاہد ملت شاہ حبیب الرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذاتِ گرامی وہ رفیع الدّرجات ذات تھی جس نے معاشرے کے وسیع مشین کا پرزہ بننا گوارہ نہیں کیا بلکہ نوجوانی کے ایّام سے ہی معاشرے کی سربلندی اور ترقی کے لیے کوششوں کو اپنا مشن سمجھا۔

حضرت مولانا محمد مشتاق احمد، سالار کل ہند تحریک خاکسارانِ حق

۱۳۸۹ھ کی ایک سر درات کو غیر مسلم علاقے اترسو یا الٰہ آباد میں مسجد اعظم جامعہ حبیبیہ کے ہال میں جوان، بوڑھوں اور نوجوانوں کا ایک مجمع لگا ہوا تھا لیکن اس مجمع کی خصوصیت یہ تھی کہ ہر شخص با ادب سامنے بیٹھے ہوئے سفید ریش بزرگ کو تک رہا تھا۔ ان کی زبان سے نکلتے ہوئے الفاظ کو غور و توجہ سے سُن رہا تھا۔ معمولی سے لباس میں ملبوس اس بزرگ شخصیت کا عجیب رُعب و دبدبہ تھا۔ یوں تو مجھے بڑے رؤسا، آفیسر و وزیروں کے سیکریٹریٹ میں آفیسر کے دفتروں میں جانے کا اور ملاقات کا اتفاق ہوا لیکن وہاں پر طاقت کے خوف سے لوگ با ادب تھے لیکن یہاں پر تو عجیب منظر تھا کہ حضور مجاہد ملت شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ مسکرا کر ہر شخص کی گفتگو سماعت فرما رہے تھے اور ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کررہے تھے۔ ہر شخص کی خواہش تھی کہ حضور مجاہد ملت مجھ سے بھی گفتگو فرمالیں۔ حضرت مجاہد ملت ہر شخص سے باری باری پوچھتے جاتے تھے کہ کیسے تکلیف فرمائی آپ نے؟ میں حیران و پریشان تھا کہ نہ کوئی فوج ہے نہ کوئی پہرہ، نہ کوئی پولیس لیکن ادب کا عجیب عالم ہے کہ کوئی شخص بھی تیز گفتگو نہیں کررہا ہے۔ میں صدیوں پیچھے چلا گیا اور ایسا احساس ہوا جیسے کسی شہنشاہ کے دربار میں حاضر ہوں۔

بدرالدین بدر ایڈوکیٹ، کلکتہ

حضور مجاہد ملت علیہ رحمہ کی ذاتِ بابرکات بذاتِ خود ایک آئینۂ کائنات ہے جس میں ہر باشعور اپنی ذات کے عکس کا مطالعہ و مشاہدہ کرسکتا ہے۔ ان کی تعلیمات کا سرچشمہ وحدانیت کے بنیادی پہلو سے معمور، پیرویِ رسالت اور حبِّ غوث الاعظم سے لبریز تھی۔ ان کے پیغامات دنیا کے گوشے گوشے میں آفتاب کی روشنی کی طرح منور رہے اور ہیں اور جن کی تابناکی اور قوتِ حیات بخشنے والی صداقت آج بھی ایمان و ایقان رکھنے والے دل و دماغ کی تاریکیوں کو منور کررہی ہے۔

ایک ایسے متقی جس کی زندگی کا ہر لمحۂ عزیز یادِ الٰہی اور خدمتِ خلق میں گزرا۔ ایک ایسے

مجاہد جنھوں نے کبھی بھی حق کو باطل کے مقابلے میں پیش کرنے میں ذرّہ برابر بھی جھجک محسوس نہ کی۔ جس کے لیے انھیں کبھی تو قید و بند کی سختیاں تو کبھی باطل پرستوں کی جھڑکیاں اور مغلظات بھی سننی اور برداشت کرنی پڑیں لیکن کبھی پیشانی پر شکن نہیں پڑی۔ انھیں باطل پرستوں سے نہ کبھی خوف آیا اور نہ ہی حزن و ملال کا شائبہ ان کی روشن زندگی پر پڑا۔ ان کی زندگی اس آیت کریمہ: الا انّ اولیاء اللہ لا خوفٌ علیھم ولاھم یحزنون۔ (سورہ یونس، آیت ۶۵) کی زندہ مثال تھی اور بقول اقبالؔ ؎

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

تاریخِ انسانی کے مطالعہ سے یہ حقیقت واشگاف ہوتی ہے کہ صلاحیتوں کے لافانی نقوش چھوڑنے والے لوگ زندہ جاوید بن جاتے ہیں لیکن یہ ایک برہنہ حقیقت ہے کہ ایسے لوگ نادر و نایاب حد تک قلیل ہیں۔ بقول اقبالؔ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بے شک وشبہ حضور مجاہد ملت علیہ رحمہ کی شخصیت ایسی ہی تھی جن کو دیکھنے کے لیے مہر و ماہ کی آنکھیں ترستی ہیں۔ بقول اقبالؔ

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ مے خانہ

لافانی نقوش چھوڑنے والے کردار ایمان کی غیر معمولی قوت کی وجہ سے دنیا میں بصورتِ خورشید زندہ رہتے ہیں۔ انھیں آنی فانی تو لاحق ہوسکتی ہے لیکن کلّی فنا سے وہ ہمیشہ کے لیے مستغنی ہوتے ہیں۔ بقول اقبالؔ

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

حضور مجاہد ملت نے اپنی ساری زندگی ملّی ترقی کے لیے وقف کردی۔ ہندوستان کے تاریک ترین گوشے میں خود شناسی کے چراغ روشن کیے۔ ان کے قدم مبارک جہاں بھی پڑے علم وعرفان کے ہزاروں چشمے پھوٹ پڑے۔

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد یونس نظامی، دائرہ شاہ اجمل، الہٰ آباد

عالمِ شریعت، مرشدِ طریقت، مقتدائے اہلِ سنّت، مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ حبیب الرحمٰن قادری دھام نگری علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی ذات وصفات میں منفرد تھے۔ اڑیسہ کے رؤسا میں ممتاز وعظیم المرتبت تھے۔ انگریزوں کے زمانے میں ڈنکنی بندوبس کے سلسلے میں بارہ ہزار روپیے سالانہ کے مال گذار تھے۔ ہزاروں ایکڑ زمین کے مالک تھے۔ مگر ازل ہی سے انھوں نے مزاج درویشانہ وفقیرانہ پایا تھا۔

حضور مجاہد ملت نے ہندوستان کے مختلف حصوں میں نہ جانے کتنے دینی مدرسوں کی بنیاد رکھی، ان کو جاری کیا اور معتد بہ رقم اپنی جیب خاص سے مرحمت فرمائی۔ مختلف جگہ مسجد کے لیے زمین خرید کردی اور مسجدیں تعمیر کرائیں۔ متعدد غیر مسلم حضرت مجاہد ملت کی بزرگی سے متاثر ہوکر آپ کے دستِ حق پرست پر مشرّف بہ اسلام ہوئے، جن کی آپ نے پرورش فرمائی اور ان کو دینی تعلیمات سے بہرہ ور فرمایا۔ یہاں تک کہ عالم بنا دیا۔ آج وہ درس گاہوں میں درس دے رہے ہیں۔ حضرت مجاہد ملت نے اپنے بعض شاگردوں کو حج کرایا، شادی کرائی، مکہ معظّمہ بھیج کر تعلیم دلائی۔ آپ اپنے طلبہ کے ساتھ اولاد جیسا برتاؤ کرتے تھے۔ ہمیشہ ان کی خبر گیری کرتے تھے اور مدد فرماتے رہے۔ مجاہد ملت انتہائی سخی اور مخیر تھے۔ حاجت مندوں کی ہمیشہ حاجت روائی فرماتے تھے۔ (ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر، مئی ۱۹۸۲ء)

پروفیسر اطہر علی فاروقی، سابق صدر شعبۂ اردو، الہٰ آباد یونیورسٹی

اسلاف اور بزرگانِ دین کی سوانح حیات اور ان کی سیرت کے درخشاں پہلو آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ بن کر ان میں نہ صرف جرأت مندانہ رجحانات پیدا کرتے ہیں بلکہ ان کی بے راہ روی کے لیے ایک عبرت اور سبقِ بصیرت بن جاتے ہیں۔

اسی نظریے کے تحت میں ان چند سطروں میں مجاہد ملت حضرت مولانا الحاج شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی کی سیرت کے چند ایسے ہی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں جو ہمارے لیے ایک عبرت اور بصیرت ہیں اور ایک زبردست رہنما۔

اس ضمن میں کچھ تو آنکھوں دیکھی کچھ لکھی ہوئی کچھ اخباروں اور کچھ سنی سنائی باتوں کے سہارے بڑھنے کی کوشش کروں گا۔

آیئے سب سے پہلے آپ لکھی ہوئی خبروں کے ذریعے مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ سے متعارف ہوں۔

آج سے کوئی اناسی اسّی سال پیشتر اس دھرماتما نے صوبۂ اڑیسہ کے ضلع بالیسور میں واقع دھرم نگر یا دھام نگر میں ایک خوش حال زمیندار خاندان میں جنم لیا اور پوتڑوں کے رئیس جاگیردار کے گھر میں آنکھ کھولی۔ جس کے قبضے میں ہزاروں بیگھے زمین اور زر و مالِ کثیر رہا ہے ۔۔۔ ابتدائی روایتی تعلیم کے بعد مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد میں اعلیٰ درسیات عربی کی تعلیم پا کر اسی دارالعلوم میں تدریس کا کام سنبھالا۔ جسے بحسن و خوبی انجام دیا اور استاذ العلماء کا استحقاق پایا۔ آپ کی شہرت علمی حلقوں سے باہر عوام کے دائروں تک بھی پہنچ چکی تھی۔ عوام ان پر اعتماد کرتی تھی، ان کی حیات کی ہر سانس ہمارے لیے روشنی کا مینار ہے۔

حضرت سیّد شاہ محمد خالد ابوالعلائی، خانقاہِ ابوالعلائیہ، پٹنہ

حضور مجاہد ملت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمن قادری اڑیسوی رحمۃ اللہ علیہ عالمِ دین بھی تھے، مجاہد ملت بھی۔ ہزاروں کے پیر و مرشد بھی تھے اور سیکڑوں علما کے استاد بھی۔ عابد و زاہد بھی تھے اور پیکرِ اخلاص و مروّت بھی۔ ان کے گوناگوں اوصاف و محاسن کی محاسبہ آرائی راقم کے بس سے باہر کی بات ہے۔ گویا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ البتہ میرا اعتقاد ہے کہ حضرت اُن مقبولانِ خدا میں تھے جو اپنے رب کے حضور ایک قلب سلیم اور قلب مطمئن لیکر حاضر ہوتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی روحانی شخصیت آج بھی ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک نشان ہے۔ ملتِ اسلامیہ کو ایسی جامع اور باکمال شخصیت، قسمت سے ہی نصیب ہوتی ہے۔ نہ

جانے قوم کتنے کٹھن مراحل اور آزمائش وامتحان سے گزرتی ہے تو کسی عظیم ہستی کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کی زندگی قوم کے لیے عظیم سرمایہ اور موت ناقابلِ تلافی نقصان ہے ؎

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

ایسی جامع ذات جو گوناگوں صلاحیتوں کی حامل ہو، درحقیقت اس کی حیثیت ایک انجمن کی ہوتی ہے، جس کی طرف سبھی کشش محسوس کرتے ہیں ؎

بہت لگتا ہے جی محفل میں ان کی
وہ اپنی ذات سے اک انجمن ہیں

قاری محمد اسماعیل تبسم عزیزی مبارکپوری

دل شکستہ خشک آنکھیں روح تنہا لب خموش
بستیوں میں دیکھتے ہیں صورت ویرانہ ہم

مجاہدِ ملت نے اپنے علمی وعملی کارناموں سے دنیائے سنیت کو اتنا کچھ دیا کہ اس کا شمار مشکل ہے۔ راہِ خدمات میں آپ کو ایک اعلیٰ اور منفرد مقام حاصل ہوا۔

آپ کی خداداد صلاحیت خلوص وایثار اور تبلیغی جذبہ نے دنیائے سنّیت کو خوب خوب توانائی بخشی، جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کی زبوں حالی، کردار کی ابتری اور دلوں کو جذبۂ للّٰہیت سے خالی دیکھ کر آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ایک ایسی اصلاحی تحریک کی بنیاد ڈالی جائے جن سے دنیائے سنّیت میں سدھار پیدا ہو۔ چنانچہ ”تحریک خاکسارانِ حق“ کی بنا ڈالی اور آپ نے اس کی تربیت اور اشاعت میں پوری دل چسپی لی۔ جس کے نتیجے میں چند سالوں کے اندر ملک کے مختلف شہروں میں اس تحریک کے ممبران نظر آنے لگے۔ جن کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ واقعی یہ کسی مردِ مجاہد اور مردِ حق شناس کے تربیت یافتہ ہیں۔

یہ زمانہ دنیائے اسلام کے لیے بڑا ہی پُرآشوب ہے۔ کفّار ومشرکین کی عیاریوں سے بڑھ کر دیوبندیت وہابیت کی مکارانہ روش اور شاطرانہ چال گلشنِ اسلام کو پامال کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ جس کا شکار علمِ دین کے جانکاروں کے علاوہ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ خاص

طور سے خوش عقیدہ اور سادہ لوح مسلمان ان کی زد میں آتے جا رہے ہیں۔ مولانا فضل حق خیر آبادی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی، حافظِ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مبارک پوری رحمہم اللہ علیہم اجمعین کی طرح حضور مجاہد ملت نے بھی خاص طور پر اس طرف توجہ کی اور گمرہی بدعقیدگی کے خلاف قلمی، علمی اور عملی جہاد آخر دَم تک کرتے رہے۔

حضرت مولانا حکیم سید شاہ عزیز احمد ابو العلائی

عاشقِ رسول حضور مجاہد ملت شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قادری اڑیسوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصالِ پُرملال سے جہاں ان کے بے شمار عقیدت مندوں کو تکلیف پہنچی ہے وہیں اس فقیر کے دل پر بھی کافی گہرا اثر پڑا ہے۔ وصال کی خبر ملتے ہی سینے میں طوفان جاگ اٹھا، آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوگئیں اور دیرینہ تعلقات و مراسم کا ایک ایک منظر نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگا۔ کرب واندوہ کا یہ جذبہ، وقتی نہیں ثابت ہوا بلکہ آج بھی مجاہد ملت کی جیسے ہی یاد آتی ہے قلب وجگر بے چین ہو کر رہ جاتا ہے۔

مجاہدِ ملت حضور صدر الشریعہ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اور حضور صدر الافاضل مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی نہ صرف قیمتی یادگار تھے، بلکہ نمونۂ اسلاف اور ملتِ اسلامیہ کے روحانی پیشوا بھی تھے۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ رشد و ہدایت اور تبلیغ و اصلاح میں صرف کیا۔ آپ اسلام کے ایک بے خوف سپاہی تھے۔ کسی بھی محاذ پر گھبراتے نہیں دیکھا گیا۔ اپنے معاصرین میں مجاہد ملت کا مجاہدانہ کردار غالباً سب پر بھاری تھا جو نوجوانانِ ملت کو شیروں کی طرح جینے کا درس دیتا رہا اور ناموسِ رسالت کا پرچم بلند کرنے کا حوصلہ عطا کرتا رہا۔

مسندِ تدریس سے ہٹنے اور علماء کا ایک معیاری قافلہ تیار کرنے کے بعد آپ کردار و عمل کے دوسرے فرائض کی طرف خصوصیت کے ساتھ منہمک ہوئے۔ اور آخر دم تک سرگرم عمل رہے۔ خصوصاً ایک مناظر کی حیثیت سے آپ نے امتیازی شان حاصل کی۔ فتنہ پرور جماعتیں آپ کے نام پر کانپتی رہیں۔ کوئی بھی سُنّی فرد کہیں بھی کسی بدعقیدہ سے مناظرہ طے

کرتا، مجاہد ملت اس مناظرہ میں ضرور شرکت فرماتے۔ زندگی بھر مناظروں میں شریک ہوتے رہے اور اپنے علم وفن کی بنیاد پر اہلِ فتن کی دھجّیاں بکھیرتے رہے۔

ڈاکٹر ایس ایم ہاشمی، شعبۂ اردو، ہگلی

حضور مجاہد ملت کو ان کی حیاتِ ظاہری میں دیکھنے کی سعادت مجھے حاصل نہیں ہوئی اس لیے کہ میں ان دنوں ہائی اسکول کا طالب علم تھا اور اتفاق سے اپنے علاقے کے کسی ایسے پروگرام میں بھی جانے سے معذور رہا تھا جس میں ان کی تشریف آوری یقینی تھی۔ بہر حال شعور کی پختگی تک آتے آتے مجھے اس بات کا ملال ضرور ہوا کہ میں اپنے عہد کی ایک عبقری شخصیت کی بارگاہ میں باریابی کے شرف سے محروم رہا۔

پندرہ روزہ نوائے حبیب کا مجاہد ملت نمبر ایک دوست کے توسط سے ملا تو ان کی حیات کے ان گوشوں کے تعلق سے بھی جاننے کا موقع ملا جن سے اب تک میں ناواقف تھا۔ مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ ایک شخص میں اللہ تعالیٰ نے کتنی خوبیاں ایک ساتھ جمع کر دی ہیں۔ قدم قدم پر پیرویِ سنّت کے علاوہ مختلف محاذوں پر قوم کی رہنمائی کے لیے سرگرم عمل رہنا اپنے آپ میں ایک کرامت ہے۔ جو ان کی ولایت پر دال ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سرکار مجاہد ملت کے فیوض سے ملتِ اسلامیہ کو سرفراز فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر محمد ہمایوں جمیل خاں، شعبۂ اردو مولانا آزاد کالج

میرے بچپنے میں کلکتہ کی تقریباً ہر بڑی دینی مجلس کے اشتہار میں ایک نام مجاہد ملت شاہ حبیب الرحمٰن کا ضرور رہا کرتا تھا۔ دن بھر کی تعلیمی مصروفیات کی تکان مجھے ایسی کسی مجلس میں جانے سے روک دیتی تھی۔ مگر محض مجاہد ملت کو دیکھنے کی خواہش مجھے کھینچتے ہوئے جلسہ گاہ تک لے گئی۔ ان کی نورانی صورت، ان کا سادہ لباس، ان کی عالمانہ گفتگو اور ان کی قائدانہ صلاحیتوں نے پہلی نظر میں ان کا شیدائی بنا ڈالا۔ ان کے انتقال سے آج سے پچیس سال پہلے جو خلا پیدا ہوا، وہ آج تک پُر نہیں ہو سکا۔

خدا مجھے اور ان کے تمام چاہنے والوں کو ان کی حیات کے مشن کو آگے بڑھاتے رہنے

کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد صمید الدین، مائنارٹی کمیشن، حکومت مغربی بنگال

خوش عقیدہ مسلمانوں کی بستی جگتدل (چوبیس پرگنہ) وہ جگہ ہے جہاں میں نے شعور کی آنکھیں کھولیں، نتیجتاً صف اوّل کے علما اور مشائخ سے دید و شنید کی سعادت مجھے حاصل رہی۔ دیکھا سُنا۔ ایک آدھ بات یاد رہ گئی تو رہ گئی مگر سرکار مجاہد ملت کی ذات نے جو نقش قائم کیا، وہ ان کی حیاتِ ظاہری سے رخصت کے ستائیس سال بعد بھی نہ صرف قائم ہے بلکہ مزید مستحکم ہو گیا ہے۔ کم از کم مجھے اپنی زندگی میں ایسی جامع کمالات کسی دوسری ہستی کو دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ آپ شعلہ بار مقرر نہیں تھے۔ گفتگو کے انداز میں تقریر کرتے تھے مگر دلوں میں شعلے بھڑکا دیتے تھے۔ چال ڈھال ایسی سادہ کہ اندازہ ہی نہیں ہوتا تھا کہ وہ ظاہری اور باطنی دولتوں سے مالا مال ہیں۔ تواضع اور انکساری کی خوبیاں ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھیں۔ خدمت خلق کا جذبہ ان کی ذات میں سمندر کی طرح موج زن تھا اور ملّی سربلندی ان کا وہ خواب تھی جس کی تعبیر ان کی زندگی کا ماحصل تھی۔

پروفیسر سید شاہ مرہون الارشاد القادری، خانقاہ شریف قادریہ عالیہ، کولکاتہ

آج کے اس پُر آشوب دَور میں حضرت مجاہد ملت شاہ محمد حبیب الرحمٰن علیہ الرحمہ جیسی شخصیت کے حالاتِ زندگی، ان کا کردار، ان کے ارشادات اور ان کے اصولوں کو منظر عام پر لانا بے حد ضروری ہے، جو عوام کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ ان سے مسلمانانِ ہند کو آج کل کے زمانے میں بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ مجاہد ملت صرف ایک عالمِ دین و صوفی ہی نہیں تھے، بلکہ قدرت کی طرف سے علم کی دولت کے ساتھ ساتھ عمل کی دولت سے بھی خوب نوازے گئے تھے۔ انکساری، مہمان نوازی، فیاضی، خوش مزاجی، صبر و تحمل، تقویٰ، عزمِ محکم جیسے اوصاف سے متصف تھے۔ عشقِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سرشار تو محبت غوثِ پاک میں بے چین و بے قرار رہتے تھے۔ آپ حق پر ایسے بے باک رہے کہ اظہارِ حق میں کبھی مصلحت اندیشی سے کام نہیں لیا۔ سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھلے بلند اخلاق و پاکیزہ صفات تھے۔

ڈاکٹر انجم کمالی پوکھریروی، صدر شعبۂ اردو، بوچی کالج، مظفر پور

پوکھریرا شمالی بہار کا علمی، مذہبی اور ترقی یافتہ گاؤں ہے۔ شمالی بہار میں مذہب پرستی، مسلک نوازی اور خوش عقیدگی کا جہاں بھی چراغ روشن ہے اس میں پوکھریرا کا تیل جل رہا ہے۔ مذہب و مسلک سے وفاداری پوکھریرا کی مٹی میں شامل ہے۔ علم اور علما سے دوستی پوکھریرا کا امتیازی وصف رہا ہے۔ اس کے روشن شواہد تاریخ میں موجود ہیں۔ ہندوستان کے تاریخی شہروں میں جس شہر سے پوکھریرا کا رشتہ سب سے مضبوط، مستحکم اور پائیدار رہا وہ بریلی شریف ہے۔ شمالی بہار میں فکرِ رضا کے فروغ میں پوکھریرا کے قائدانہ رول سے کوئی بھی ذی علم، ذی فہم اور ذی شعور شخص انکار نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ علما کی ایک بڑی جماعت پوکھریرا کو ثانی بریلی کے لقب سے یاد کرتی رہی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کے علاوہ جماعت اہلسنّت میں جن تاریخی اور مرکزی شخصیات کے تذکرے ملتے ہیں پوکھریرا کو ان تمام شخصیات کے قدموں کی برکتیں حاصل ہیں۔ انھیں تاریخی شخصیات میں ایک نمایاں نام حضرت مجاہد ملت کا بھی ہے۔

حضرت مجاہد ملت کثیر الاوصاف شخصیت کے مالک تھے۔ دین کے غم میں آپ کی پلکیں ہر وقت اشکوں سے بھیگی رہا کرتی تھیں۔ اڑیسہ کے امیر ترین لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا لیکن آپ نے امارت پہ فقیری کی چادر ڈال دی تھی۔ دینی قدروں کے فروغ میں آپ نے اپنی دولت کا جس انداز میں استعمال کیا ہے، اسے دیکھ کر حضرت عثمان غنی کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ آپ کے ہر عمل سے جہاد کی خوشبو پھوٹتی ہے۔ آپ نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں جس جرأت و بے باکی کا ثبوت دیا ہے جماعت اہلسنّت میں اب تک اس کی کوئی دوسری مثال سامنے نہ آسکی ہے۔ فقیری کی دہلیز پہ سلامی کے لیے شاہی ننگے قدم حاضر ہوتی رہی ہے۔ یہ کتابوں میں پڑھتا رہا ہوں۔ لیکن حضرت مجاہد ملت کی بارگاہ میں اس کی عملی تصویر دیکھی ہے۔ ان کی زیارت سے نگاہیں بار بار شاد کام ہوئی ہیں۔ ان کی موجودگی میں بارہا نعتیہ کلام سنانے کے بھی پرمسرت مواقع ملے ہیں اور ان کی بابرکت صحبت میں بیٹھنے کا شرف

بھی حاصل ہے۔ ان کی محفل میں بیٹھنے کے بعد اٹھنے کے لیے طبیعت آمادہ نہیں ہوتی تھی۔ ان کے روئے زیبا پہ ایک خدائی نور ہر وقت رقصاں رہا کرتا تھا۔ اس نور کو دیکھ کر باطل مرعوب ہوتا تھا۔ اور اہلِ ایمان اس نور میں اپنی فیروز مندی تلاش کرتے تھے۔ جہاں جلوہ افروز ہوتے اہلِ عقیدت ومحبت کی بھیڑ لگ جاتی۔ آنے والا ہر شخص سائل بن کر آتا لیکن آپ کسی کے چہرے پہ مایوسی دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ ان کی مسیحائی سے کتنے ویرانے آباد ہو گئے۔ خدا نے ان کی ذات میں مسیحائی کی قوت رکھ دی تھی۔ آپ ہر اعتبار سے مسیحائے قوم وملت تھے۔ طبیبِ حاذق تھے اور عاشقِ صادق تھے۔ آپ جب تک حیاتِ ظاہری میں رہے قوم آپ سے مستفیض ہوتی رہی اور آج بظاہر ہم میں نہیں ہیں پھر بھی ہماری دستگیری فرما رہے ہیں۔

آپ کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ اب تک پُر نہیں ہو سکا ہے۔ دعا ہے کہ خدائے پاک پھر ہم میں کوئی مجاہد ملت پیدا فرما دے۔ آمین

حضرمولانا کوثر امام قادری

امام التارکین سلطان المناظرین حضرت مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان، ان نابغۂ روزگار شخصیات میں سے ہیں جنھوں نے اپنے سیرت، کردار، فکر ونظر، علم وعمل کے ذریعے ایک دنیا کو متاثر کیا۔ رب تبارک وتعالیٰ نے آپ کو بہت سارے محاسن سے آراستہ فرمایا تھا۔ بہت ساری خوبی وکمالات کے آپ جامع تھے۔

آپ نے گونا گوں مصروفیات کی بنا پر باقاعدہ قلمی دنیا کی طرف توجہ مبذول نہیں فرمائی، اس کا مطلب یہ نہیں کہ قدرت نے انھیں قلمی توانائی سے نہیں نوازا تھا، بلکہ تصنیف و تالیف کی بھرپور اہلیت موجود تھی۔ علمی استحضار کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب مصنف کے لیے جتنی صلاحیتیں مطلوب ہیں وہ سب آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھیں۔ شہادت کے لیے وہ تحریریں پیش کی جاسکتی ہیں جو کبھی کبھار آپ نے سپرد قرطاس فرمائی ہیں۔ میری معلومات کے مطابق آپ کا تحریری سرمایہ مضامین، مکتوبات، سوالوں کے جوابات، بعض کتب پر تقریظات کی شکل میں آج بھی منتشر ہے۔ سب کو یکجا کر دیا جائے تو ایک طرف ان گراں

قدر علمی نوادر سے نئی نسل مستفیض ہوگی، تو دوسری طرف آپ کی یہ صفت خفیہ بھی نہ صرف یہ کہ آشکار ہوگی بلکہ ایک بطل جلیل، مجاہد عظیم کی علمی یادگار ضائع ہونے سے محفوظ رہ جائے گی۔

حضرت مولانا انور علی رضوی، جامعہ حنفیہ بنارس

مجاہدملت..... جن کی ساری عمر شریعت مطہرہ کا علم پھیلاتے اور طریقت وحقیقت کی راہ بتاتے گذری ان کی فکر ونظر کی اصابت، علم وفن کی انفرادیت، شریعت وطریقت التزام اور دین وسنّیت کے فروغ وارتقا کے لیے ان کے دل کا اخلاص عرب وعجم نے تسلیم کرلیا ہے۔ اس کام کے لیے اہلِ عقیدت اور مخلص علما واہلِ زبان وقلم کو آگے آنا ہوگا۔ انہوں نے دین و شریعت کی سربلندی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کردیا۔ ہمیں ان کے لیے تھوڑا وقت قربان کرنا ہوگا۔ ہماری طرف سے ان کی بارگاہ میں یہی سب سے اہم خراجِ عقیدت ہے۔

مجاہدملت..... اپنے وقت کے بادشاہِ طریقت اور رہنمائے شریعت تھے۔

مجاہدملت ..... جہاں علم وفضل کے تاجدار تھے، وہیں یکتائے روزگار بھی تھے۔ خطیب باوقار بھی تھے۔

مجاہدملت..... علم ظاہر کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اور علمِ باطن کا کوہِ گراں تھے۔ کشورِ علم کے شہنشاہ اور اقلیم روحانیت کے تاجدار تھے۔ مجاہدملت دارالافتاء میں بیٹھتے تو نائب امام اعظم نظر آتے۔ اُلجھے ہوئے مسئلے کو سلجھاتے تو شانِ غزالی نظر آتے اور بزم رُشد وہدایت میں بیٹھ جاتے تو مظہر غوث الاعظم نظر آتے۔ مجاہدملت کے آج بھی اگر عملی وعلمی عکسِ جمیل کو دیکھنا ہو تو شمس العلماء حضرت علامہ نظام الدین صاحب قبلہ کو دیکھو۔ ان میں حضور مجاہدملت کے جلوے نظر آئیں گے۔

مجاہدملت..... جس نے عروسِ گیتی کی برہم زلفوں کو سنوارا تھا۔ جس نے زندگی کو بھی چلنے کا سلیقہ سکھایا تھا۔ جس نے حیات کو بھی لذتِ حیات سے آشنا کیا تھا۔ مجاہد ملت جس نے شعور کا اُجالا عطا کیا تھا۔ مجاہد ملت جن کے مردانہ عزائم نے ملّت فروشی کی مجرمانہ ذہنیت کو برافگندہ نقاب کردیا تھا۔

مجاہدملت..... وقت کا ایسا مفکر، ایسا صاحبِ زہد وورع جس کی ایک وقت کی نماز بھی

قضا نہیں ہوئی۔ دیکھنے والوں نے دیکھا، سننے والوں نے سنا کہ جب آپ کے درِ دولت پر کوئی مفلس، کوئی بے کس و مجبور آجاتا تو اس کو اپنے در سے خالی نہیں پھیرتے۔ وہ اپنے دامنِ مراد کو گوہرِ مراد سے پُر کر کے واپس جاتا۔

مجاہد ملت ..... اس صاحبِ جود وعطا کا نام ہے جس نے خُم کا خُم لُنڈھایا تھا۔ جام پر جام پیش کیے تھے۔ جس نے قطرہ مانگا تھا، اسے دریا بخش دیا تھا۔ جس نے دردتہہ جام کی آرزو کی تھی، وہ بھی آپ کی کرم گستری سے میکدہ بر دوش ہو گیا تھا۔ مجاہد ملّت جس کو دنیا رئیس اڑیسہ کے نام سے جانتی ہے لیکن اس نے دولت کو لات مار کر فقیری اختیار کر لی تھی اور مال و زر کو انفاق فی سبیل اللہ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آج بھی خاکسارانِ حق اس بات کی شاہد ہے۔
(نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۴۴)

حضرت مولانا نظام انور، شیب پورہ، ہوڑہ

آپ کی فطرت میں سادگی، خورد نوازی، انکسار و تواضع اور فروتنی کے جوہر نمایاں تھے۔ سادگی کا ایک عینی شاہد راقم الحروف بھی ہے۔ حضور مجاہد ملت آل انڈیا تبلیغ سیرت کے اجلاس میں شرکت کرنے کی غرض سے سرزمین چاپدانی ضلع ہگلی تشریف لائے۔ مکتبہ اہلِ سنّت و جماعت اور انجمن انصار الاسلام کے ذمہ داران اور عہدہ داران نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا، بطور تعارف اپنی دینی خدمات سے آگاہ کرنے اور حصولِ برکت کے لیے آپ کو مدعو کیا۔ مجاہد ملت فوراً آمادہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ کدھر چلنا ہے؟ لوگوں نے سمت و فاصلے بتائے۔ آپ پاپیادہ ہی جانب منزل روانہ ہو گئے۔ لوگوں نے سواری کے لیے اصرار کیا لیکن آپ نے سختی سے روک دیا۔ انجمن انصار الاسلام و مکتبہ اہلِ سنّت و جماعت کا تفصیلی جائزہ لیا۔ اراکین کو مشورے دیئے اور خوش ہو کر دعاؤں سے نوازا۔ ان ہی نمایاں خصوصیات کی وجہ سے عوام وخواص کے دونوں طبقوں میں آپ کو یکساں مقبولیت حاصل تھی۔

حضرت مولانا محمد سعید جیلانی کانپوری

اسلاف کی یادگار وہ عظیم ہستی جس کو دیکھ کر صدیوں پہلے کے بزرگوں کی یاد تازہ

ہوجاتی تھی، تقویٰ، پرہیز گاری کا سنگم، عزم اور استقلال کا پہاڑ، انسانیت کا درد رکھنے والا، مردِ مجاہد، منافقین و مرتدین کے لیے کھلی ہوئی شمشیر، مناظروں کے اسٹیج پر ایک عظیم الشان مناظر اور پاسبانِ دین وملت جن کی گھن گرج سے باطل کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا ہوجاتا ہے۔ رہن سہن اور گھریلو سادگی میں جواب نہیں، کسی نے خوب کہا ہے ؎

سادگی ایسی ہو جس پر آرائش نثار
لوٹتا ہے جس پر دل پروانہ وار

وہ چلے گئے اور لاکھوں عقیدت مندوں کو اپنی یادگار ہزاروں اسٹیج دے گئے۔ آج بظاہر مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہم میں نہیں ہیں لیکن ان کی یادوں کے چراغ لاکھوں انسانوں کے قلوب میں جل رہے ہیں۔

عرب وعجم میں ان کی یاد اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ اپنا گھر بنائے ہوئے ہے۔ مدینہ منورہ جو دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کے ایمان کے دلوں کی دھڑکن ہے، وہاں بھی حضرت مجاہد ملت کی یادوں کے چراغ روشن ہیں۔

حضرت مولانا محمد شمیم الزماں قادری، ہوڑہ

حضور مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ انتہائی خلیق و منکسر المزاج تھے۔ آپ کبھی کسی کی دل شکنی نہ فرماتے، بلکہ دلوں پر مرہم رکھتے تھے۔ لوگوں کے عیب اور کمزوریوں کو نہیں ڈھونڈتے تھے۔ آپ کی زبان کبھی کسی تلخ اور درشت کلمے سے آلودہ نہ ہوئی، ہمیشہ بردباری اور درگذر سے کام لیتے۔ آپ فرزندانِ اسلام کو انتہائی محبت سے دیکھتے تھے۔ اندازِ گفتگو میں اس قدر شیرینی اور جاذبیت نمایاں تھی کہ جو بھی آپ سے ملتا آپ کا گرویدہ بن جاتا اور یہ صفت آپ کی ذاتِ عالی میں اس لیے ممتاز دکھائی دیتی تھی کہ آپ العلماء ورثۃ الانبیاء کے مطابق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب صادق اور سچے وارث تھے۔ آپ کی حیاتِ پاک کے ہر ہر شعبے میں اطاعتِ حق، حسن کردار اور خلق عظیم کی جھلکیاں موجود تھی۔ آپ کا مرتبہ باعتبار اخلاق کتنا بلند تھا اور اخلاقی دنیا میں آپ کن

بلندیوں پر فائز تھے، احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ آپ کی بارگاہ میں ہر انسان کے دُکھ درد کی امداد ہوتی تھی اور آپ کی بارگاہ سے لوگ فیض یاب ہوتے تھے۔ آپ مہمان نوازی اور غربا پروری میں ایک خاص مسرّت وشادمانی محسوس کرتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالعزیز رضوی، سابق استاذ دارالعلوم خیریہ نظامیہ، سہسرام

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان سے سب سے پہلے میری ملاقات قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڈھ میں ہوئی، جب کہ میں دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم تھا اور عرسِ امجدی میں شرکت کی غرض سے حاضر ہوا تھا۔ اس موقع پر حضور مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے تھے۔ بات سچ تو یہ ہے کہ آپ تو مشہور ہیں مجاہد ملت سے لیکن نہ آپ کا لباس مجاہدانہ تھا، نہ رفتار مجاہدانہ۔ کیوں کہ حضرت جب حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ مصنف بہارِ شریعت کے مزار پُر انوار پر حاضری دینے کے لیے تشریف لا رہے تھے تو نہ لباس بتا رہا تھا کہ حضور مجاہد ملت آ رہے ہیں اور نہ رفتار بتا رہی تھی کہ مجاہد ملت تشریف لا رہے ہیں۔ ہاں، جن لوگوں نے پہلے زیارت کی تھی اور جن جن آنکھوں نے انھیں دیکھا تھا ان لوگوں کا قدم جلد جلد اس طرف بڑھنے لگا، جس طرف سے ایک سادہ لباس میں ملبوس فقیر صفت شخصیت جلد جلد مزارِ اقدس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ میرے ہمراہ چند طلبہ تھے۔ میں نے ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو، ان لوگوں کا قدم کدھر اُٹھ رہا ہے۔ معلوم کرو۔ آگے بڑھ کر کسی نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ سامنے کچھ دوری پر حضور مجاہد ملت تشریف لا رہے ہیں۔ ہم لوگ بھی آگے بڑھے۔ اس بھیڑ میں دیکھا کہ چند علماء ہیں اور لوگ ہر ایک سے مل رہے ہیں۔ ہم لوگوں نے بھی ملاقات کی۔ دست بوسی بھی کی مگر سچ پوچھیے تو اس وقت ہم لوگوں کو صحیح پتہ نہ چل سکا کہ ان میں کون حضور مجاہد ملت صاحب ہیں۔ جب چند لوگوں سے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ ان میں جو بالکل سادہ لباس میں ملبوس ہیں، وہی حضور مجاہد ملت ہیں۔ اللہ اللہ۔ وقت کا مجاہد اور یہ تواضع اور انکساری۔ زمانہ کا رئیس اور ادنیٰ لباس میں ملبوس۔ سنا ہے کہ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے دولت کدہ پر غرباء، مساکین، یتامیٰ، فقرا کی بھیڑ رہتی تھی اور نہ جانے کیسے کیسے

حاجت مندوں کی حاجت روائی کرتے تھے۔ ان کا یہ حال کہ جسم پر سادہ کپڑا ہے۔

جہاں یہ عاجزی ہے، وہیں سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بھی ہے۔ حضور مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ سادہ اور صاف لباس ان لوگوں کے لیے درسِ عبرت ہے جو ہمیشہ لباسِ فاخرہ میں ملبوس رہتے ہیں اور ان کے پڑوس میں ایک غریب ادنیٰ لباس کے لیے بھی ترس رہا ہے۔ خدا نے جن حضرات کو اپنی نعمت و کرامات سے نوازا ہے، ان کو چاہیے کہ حضور مجاہد ملت کی اس پاکیزہ اور صاف ستھری زندگی سے سبق حاصل کریں اور غیروں کے لیے مشعلِ راہ بنے۔

حضرت مولانا محمد مصعب خان گونڈوی

قوموں کی اصلاح کے لیے ہمارے جن اسلاف نے اپنے خونِ جگر سے شجرِ اسلام کی آبیاری کی، مجاہد ملت حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب علیہ الرحمٰن ان میں سے ایک تھے۔ مجاہد ملت نے اپنی انتھک کوششوں سے قوم کی ڈوبتی کشتی کو بادِ مخالف کے تھپیڑوں سے، بچانے میں جو اہم رول ادا کیا، قید و بند کی صعوبتیں مختلف جیلوں میں برداشت کی ہیں، وہ اظہر من الشّمس ہیں۔

آپ بہت بڑے رئیس و جاگیردار تھے۔ ہزاروں ایکڑ پھیلی ہوئی آراضی کے مالک تھے۔ بہترین قلعے کے مالک ہوتے ہوئے آپ نے اپنے لیے چھپر ڈال رکھی تھی۔ یہی آپ کی رہائش گاہ تھی۔ انداز رہن سہن اور آپ کا لباس یہ سب فقیرانہ تھا۔ کیوں کہ آپ کی نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث پاک تھی۔ ''لوگوں کے نزدیک فقر و ناداری عیب ہے مگر روزِ قیامت اللہ کے یہاں زینت و آرائش ہے۔''

(نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۲۲۵)

حضرت مولانا محمد ماہر سلطان پوری

حضور مجاہد ملت کی زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ آپ مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی پر وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی زبوں حالی کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے، خواہ سیاسی ہو یا سماجی، سماجی اصلاح کے لیے مال و متاع کی پرواہ نہ کی۔ سیاسی مرحلے پر حق گوئی اور بے باکی کا بے پناہ مظاہرہ کیا۔ نو وارد سیاسی رہنماؤں کی تو بات ہی اور تھی۔ آپ ضرورت کے

مطابق ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں کا رہنما ایک قوم کے پتا اور مہاتما کے لقب سے پکارے جانے والے جناب گاندھی پر اعتراض کرنے سے باز نہیں آئے۔

آپ نے ایک بار ہماری جامع مسجد میں امامت سے پہلے تقریر فرمائی اور دعا میں تاخیر کے سبب کو ملاحظہ فرمایا۔ ہماری مسجد کا یہ پرانا دستور رہا ہے کہ سلام کے بعد جمعہ کو مسجد کی صفوں میں چندہ وصول کیا جاتا ہے، جس سے امام ومؤذن کے علاوہ مسجد کے جملہ اخراجات پورے کیے جاتے ہیں۔ انھوں نے فوراً سمجھ لیا اور فوراً اپنی جیب خاص سے ایک سوایک روپے مرحمت فرما کر یہ نصیحت کی کہ سلام کے بعد دعا میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے اور نہ کسی قسم کی رخنہ اندازی جائز ہے۔ چونکہ آپ مجبوراً یہ فعل کرتے ہیں، پھر بھی میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ یہ ایک پیر کا اوروں کے بالکل برعکس عمل تھا، جس سے میں کافی متاثر ہوا۔

دوسری بات جس سے میں آج متاثر ہوں وہ یہ تھی کہ جمعہ سے پہلے آپ نے ایک پُر اثر تقریر کی تھی، جس میں مسلمانوں کو تلقین کی تھی کہ خبردار حکومت آپ کو طرح طرح کے اقدامات سے مشتعل کرنے کی کوشش کرے گی، پھر اپنی پولیس کے ذریعے سزائیں دے گی۔

آج جب ان کی تقریر پر غور کرتا ہوں تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ موصوف کی نظر کتنی وسیع تھی۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ اہانتِ رسول کا سلسلہ دراز ہوتا جا رہا ہے۔ قرآنِ مقدس پر مقدمہ، شریعت مطہرہ پر سپریم کورٹ کا نازیبا حملہ اور حکومت سب کچھ دیکھتے ہوئے خاموش ہے۔ آخر کیوں؟ جب اس کیوں پر غور کرتا ہوں تو حضور مجاہد ملت کی نصیحت یاد آجاتی ہے۔ آج قیادت وسیادت کی کمی شدّت سے محسوس کی جارہی ہے۔ کاش کہ ایسے حالات میں حضور مجاہد ملت ہمارے درمیان ہوتے۔

حضرت مولانا احسان الحق رضوی، خطیب وامام انوار القرآن مسجد، گونڈی، ممبئی

دنیا ایک سرائے خانہ ہے۔ لوگ آتے ہیں۔ تھوڑے دن قیام کرتے ہیں اور پھر ہمیشہ کے لیے چلے جاتے ہیں۔ جو جاتے ہیں کبھی واپس نہیں آتے لیکن آنے اور جانے والوں میں ہمیشہ کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو کچھ ایسے نقوش چھوڑ جاتے ہیں جن کی بنیاد پر انسانی دنیا

انھیں بہت دنوں تک یاد رکھتی ہے۔ اور جب بھی انسانی آبادی فساد کا شکار ہوتی ہے تو ان کے وہ چھوڑے ہوئے نقوش خیر و فلاح اور اصلاحِ فکر و خیال کی ضمانت بن جاتے ہیں۔ حضور مجاہد ملت کا شمار ایسے ہی افراد میں ہوتا ہے۔ آپ کی حیات کے ہر نقش میں انسانی فلاح کا راز پنہاں ہے۔ آپ کی حیات کے بہت سارے گوشے اب بھی پردۂ خفا میں ہیں۔ آپ کی شخصیت پہ کام ہوئے ہیں اور ماشاء اللہ ہو بھی رہے ہیں مگر کام کرنے والے اپنی فہم و فراست کی روشنی میں کام کر رہے ہیں۔ ان کی دینی، ملّی، علمی اور سیاسی فراست تک بہت کم لوگوں کی اب تک رسائی ہو سکی ہے۔ ان کا حال یہ تھا کہ وہ داناؤں میں بھی ممتاز تھے۔ دیوانوں میں بھی ممتاز تھے۔ فرزانوں میں بھی ممتاز تھے۔ بلکہ فضل و کمال کے جتنے ابواب متعین ہیں، ہر باب میں ان کی امتیازی شان دور سے دکھائی دیتی ہے۔ وہ فقیر صفت انسان تھے لیکن ان کی فقیری کی دہلیز پر بادشاہتیں سر پٹکتی تھیں۔ ان کا قیام جھوپڑی میں ہوتا تھا مگر ان کی جھوپڑی پہ محلّات کی ساری رونقیں قربان تھیں۔ ان کی نگاہوں میں یہ اسلامی فلسفہ پورے طور پر محفوظ تھا کہ دین محلوں سے نہیں پھیلا ہے بلکہ جھوپڑی سے پھیلا ہے۔ مسجد نبوی کی کچی زمین سے پھیلا ہے۔ اور خاک نشین صحابہ کی جماعت سے پھیلا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تا حیات جھوپڑی میں قیام کرتے رہے اور بوریہ پر سوتے رہے۔ جس ٹوٹی اور بوسیدہ چٹائی پر وہ سوتے تھے اس چٹائی کے ہر تار سے دینی درد کی خوشبو پھوٹتی تھی۔ باتیں بہت ہیں لیکن کاغذ کی وسعت بہت کم ہے۔ ان کی ہر ادا کرامت تھی۔ ربّ کریم سے دُعا ہے کہ ان کے جیسا پھر ہم میں کوئی باکرامت پیدا فرما دے تاکہ آج جو فکری آوارگی کا طوفان تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے اس پہ روک لگ جائے۔ اور ہر سمت مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نور پھیل جائے۔ انھوں نے اپنے قول و فعل سے یہی پیغام دیا ہے کہ

صلیب و دار پہ رکھتے چلو سروں کے چراغ — جہاں تلک یہ ستم کی سیاہ رات چلے
صلیب و دار سہی دشت و کوہسار سہی — جہاں بھی تم نے پکارا ہے جاں نثار چلے
سنی جو بانگِ جرس تو بمقتل گاہ جفا — کفن بدوش اسیرانِ زلف یار چلے

محمد زبیر قادری، مدیر اعلیٰ افکارِ رضا، ممبئی

حضور مجاہد ملت کا ماضی قریب کی باوقار شخصیات ماضی قریب کی عظیم ہستیوں میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کے کارہائے نمایاں پڑھ کر، سن کر جذبات میں تلاطم برپا ہوجاتا ہے کہ ایسی ہستی بھی اپنے خاکستر میں تھی۔ وہ شخص واقعی میں عظمت کے عظیم رتبے پر فائز ہوگا جو دنیا کی بے شمار دولت رکھتے ہوئے بھی دولتِ دنیا کو چھوڑ کر فقیرانہ زندگی گذارے اور اپنا تن، من، دھن مذہب و مسلک کی ترویج واشاعت میں لگادے۔ آج ایسی ہستیاں دور دور تک کہیں نظر نہیں آتیں۔

آپ کا سب سے بڑا اور اہم کارنامہ ہندوستان کے دگرگوں سیاسی حالات میں حالاتِ حاضرہ پر نظر رکھتے ہوئے مسلمانانِ ہند کی ہر طرح سے خیر خواہی کرنا تھا۔ جس کی ضرورت اُس وقت بھی تھی اور آج تو شدید ضرورت ہے۔ آج کے دور کا المیہ یہ ہے کہ قوم و ملت کا درد رکھنے والے بہت سے علما سیاست میں چلے تو جاتے ہیں، مگر وہاں جا کر بِک جاتے ہیں یا کچھ کام کے نہیں رہتے۔ لیکن حضور مجاہد ملت نے قوم مسلم کے رہبر و رہنما کا بھرپور کردار ادا کیا، مگر کسی عہدہ یا منصب کی خواہش نہ کی۔۔۔ بس ہمہ تن دین و مسلک اور قوم و ملت کی خدمت میں لگے رہے۔ ہر طرح کی صعوبتیں سہیں، جیل گئے، مگر حکومت وقت سے مطالبات منوانا نہ چھوڑا۔ آپ کی پوری حیاتِ طیبہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ کاش کہ ہماری جماعت میں ایسے دو چار مجاہد ملت پیدا ہوجائیں، تو ہم مسلمانانِ اہلِ سنّت کے حالات بہتر ہوجائیں۔

ان کی شوکت کا چراغ اب بھی ہے روشن ہر سو
دین و مسلک کے اُجالا ہیں لکھوں لکھتا رہوں

سید اولادِ رسول قدسیؔ

باب
مناقب

بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب علیہ الرحمہ اعظمی

عالمِ امر سے پیغامِ طرب آیا ہے
اک مجاہد نے اڑیسہ میں جنم پایا ہے

اس کی آمد کی مسرت کا یہ عنواں کر دو
ہند کے پوربی ساحل پہ چراغاں کر دو

اسکے قدموں کے تلے تخت بھی ہے تاج بھی ہے
زیرِ فرمانِ شہی راج بھی ہے باج بھی ہے

گھر میں عشرت کے اُجالوں کی فراوانی ہے
ہاتھ باندھے ہوئے خدمت کو جہاں بانی ہے

آنے والا مگر ہر امر سے بے پرواہ ہے
اس کو کچھ غم ہے تو اندیشۂ فردا ہے

وہ ہے اسلام کا دل، دل میں مدینہ اس کے
قوم کے غم میں نمکداں سر و سینہ اس کے

علم و عرفان کا اک طرفہ علم دار بھی ہے
فن و حکمت کا وہ بے مثل طرحدار بھی ہے

پھول جھڑتے تھے دمِ عقدہ کشائی لب سے
نرم خو، نرم روش، نرم تکلم سب سے

یہ بھی سچ ہے کہ ہر باطل کے لیے خار تھا وہ
صف شکن، شیر فگن، حیدرِ کرار تھا وہ

محفلِ بحث و نظر کا وہ شہہِ خوش گفتار
صفِ باطل کے لیے شیرِ خدا کی تلوار

کوچۂ سیدِ عالم کا گدائے غیور
جس کی ہیبت سے لرزتے تھے ہزاروں فغفور

وہ شہہِ خاک نشیں زینتِ محرابِ رسول
جس نے سکھلائے غلاموں کو سیاست کے اُصول

وہ سیاست جسے پابندِ شریعت کہیے
وہ سیاست کہ جسے حسنِ حقیقت کہیے

زلزلے پڑ گئے باطل کے شبستانوں میں
اس نے نعرے جو لگائے کبھی زندانوں میں

نجد کے دشت ہوں یا ہند کے ویرانے ہوں
ہر جگہ وہ تیرے پیغام کے دیوانے ہوں

حق نوا، حق پہ فدا، حق کی حمایت والے
عاشقِ شاہِ ھدیٰ دین و دیانت والے

تب سیاست کے اندھیروں میں اُجالا ہوگا
بول تب نعرۂ تکبیر کا بالا ہوگا

حضرت علامہ مفتی محمد عاشق الرحمٰن صاحب خمارؔ قادری حبیبی، جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد

تجلّی گاہِ باعظمت کا جس کو آسرا ہوتا
وہ انساں صاحبِ ثروت کے در کا کیوں گدا ہوتا

ترا جس پر کرم ہوتا وہ بندہ کیا سے کیا ہوتا
حقیقت فخر کرتی اور تصوّف ہمنوا ہوتا

جسے مخدوم تجھ سا اے مجاہد مل گیا ہوتا
سمندر چھوڑ کر چشمے کا پیاسا کیوں شہا ہوتا

نہ منزل تک پہنچتے اور نہ کوئی رہنما ہوتا
اگر راہِ تجسّس میں نہ تیرا نقشِ پا ہوتا

وہ اک ذاتِ عجب تھی کون جانے کون پہچانے
اگر پہچان لی ہوتی تو کوئی باصفا ہوتا

رضا سے حامد اور ان سے حبیب اک سلسلہ ہے یہ
رضا کی راہ سے پھر کر کوئی کیا با رضا ہوتا

وہی مردِ مجاہد ہے کہ جس نے سر کو باطل کے
کچل کر رکھ دیا اس سے پریشاں وہ بھلا ہوتا

تری چشمِ عنایت سے بڑی اُمید ہے شاہا
بغیر اس کے نہیں اللہ کا بابِ جود وا ہوتا

مصائب ہیں بہت لیکن کرم بھی ہے بڑا ورنہ
خمارِؔ قادری کس طرح ایسا خوش نوا ہوتا

حضرت مولانا مفتی اسلم بستوی

وہ پیشوائے طریقت، وہ رہنمائے سلوک
وہ ایک ذرّہ مگر کوہِ استقامت تھا

وہ ایک نقطہ مگر جوہرِ شرافت تھا — وہ ایک نقش، محبت کی جو علامت تھا
وہ ایک قطرہ مگر عزم کا سمندر تھا — نحیف جثّہ مگر وہ جہاد پیکر تھا
بلند جس نے کیا تھا صداقتوں کا علم — رہِ وفا میں ہمیشہ رہا جو تیز قدم
وہ بیقرار کہ رگ رگ میں جس کی قوم کا غم — صلیب وقت پہ بن کر رہا جو مشقِ ستم
وہ خارزاروں میں دیوانہ وار پھرتا تھا — وہ دشتِ ظلم میں مردانہ وار پھرتا تھا
مگر جبیں پہ شکن تھی نہ لب پہ شکوہ تھا — رضائے مولیٰ پہ راضی رہے وہ بندہ تھا

دلوں میں آج بھی اس کا مقام روشن ہے
جہاں میں آج بھی اس کا پیام روشن ہے
''عمل پسند رہو'' اور ''خاکسار'' بنو!
حیاتِ نو کے لیے تم وفا شعار بنو!

زمین قیس پہ اک آسماں بنا کے رہا — دیارِ حسن سے کچھ اور زخم کھا کے رہا
وہ نجدیوں کو جھلک عشق کی دکھا کے رہا — وہ ریگزار میں فصلِ وفا اُگا کے رہا
خلیج نجد نہ اس کے جنوں کو روک سکی — دیارِ حسن سے رحمت کا پھر پیام آیا
وہ مضطرب گیا، آیا تو شادکام آیا — وہ کوئی اور نہیں تھا وہ ایک عاشق تھا
وہی امیرِ شریعت، وہی اسیرِ حبیب — مزاجِ وقت کا نبّاض، قوم کا وہ طبیب
جہاں کو جہدِ مسلسل کی دے گیا دعوت — کہ جس کو کہتی ہے دنیا مجاہدِ ملت

حضرت مولانا مفتی سید اولادِ رسول قدسیؔ، نیویارک امریکہ

ح حامیِ شرعِ رسالت مجاہدِ ملت حاملِ رمزِ ولایت مجاہدِ ملت
ض ضربِ جانکاہ سے باطل کے ہوش اڑنے لگے ضیغمِ مسلک و ملت مجاہدِ ملت
و واہ رے عزم مظالم کے بیچ حق گوئی واقفِ سرِّ عزیمت مجاہدِ ملت
ر رب کی رحمت سے ہوا غرق نجد کا بیڑا رعبِ ایماں کی ہیں حجت مجاہدِ ملت
م مستیٔ شوق میں دیدار مصطفی کا کیا مظہرِ لمعۂ قسمت مجاہدِ ملت
ج جلوۂ سرورِ دیں میں رہے وہ گم ہردم جاذبِ نور ہیں حضرت مجاہدِ ملت
ا اشک جاری ہوا آنکھوں سے سن کے ذکرِ نبی ایسے ہیں جانِ محبت مجاہدِ ملت
ہ ہم بُرے لاکھ سہی ان کا تو ہے اعلیٰ مقام ہیں ہمارے لیے رحمت مجاہدِ ملت
د در ہے وہ در کہ جہاں نعمتیں برستی ہیں دارِ انعام و عنایت مجاہدِ ملت
م مت کرو نالہ و شیون حبیبو تم اب منبعِ فیض ہیں حضرت مجاہدِ ملت
ل لَو رہی عشقِ شہِ دیں کی تیز ہر لمحہ لاحقِ بحرِ حقیقت مجاہدِ ملت
ت تاج ہے ان کی غلامی کا قدسیؔ سر پہ ترے تیری تقدیر کی رفعت مجاہدِ ملت

حضرت نسیم شاہ جہاں پوری

بے ریا تھے مجاہدِ ملت باصفا تھے مجاہدِ ملت
درحقیقت سفینۂ دیں کے ناخدا تھے مجاہدِ ملت
کیوں نہ کہہ دوں کہ رازِ فطرت سے آشنا تھے مجاہدِ ملت
دامن آلودۂ ہوس نہ ہوا پارسا تھے مجاہدِ ملت
متقی، باعمل، نڈر، بے باک حق نما تھے مجاہدِ ملت
جادۂ حق سے وہ کبھی نہ ہٹے باوفا تھے مجاہدِ ملت
اہلِ علم و یقیں و عرفاں کے آسرا تھے مجاہدِ ملت
رہ نوردانِ راہِ سنّت کے رہنما تھے مجاہدِ ملت
پاکبازانِ حق کی نظروں میں دل رُبا تھے مجاہدِ ملت
درحقیقت ہم اہلسنّت کے پیشوا تھے مجاہدِ ملت
جس کو نجدی کبھی بجھا نہ سکے وہ دِیا تھے مجاہدِ ملت
گونجتی ہے جو اَب بھی کانوں میں وہ صدا تھے مجاہدِ ملت

ان کی ہستی تھی ایک راز نسیمؔ
جانے کیا تھے مجاہدِ ملت

حضرت مولانا قاری محمد عثمان اوجؔ اعظمی

وقارِ اہلِ شریعت مجاہدِ ملت | بہار باغِ طریقت مجاہدِ ملت
امینِ رازِ حقیقت مجاہدِ ملت | چراغ بزمِ ولایت مجاہدِ ملت
نہ آسکی کبھی پائے ثبات میں لغزش | بلا کی تھی تری ہمت مجاہدِ ملت
کہاں سے لائیں گے اہلِ سنن بدل تیرا | کہاں ملے گی وہ صحبت مجاہدِ ملت
خلاف دیں کسی سازش کا ہمنوا نہ ہوا | یہی تھی تیری سیاست مجاہدِ ملت
مخالفوں کے لیے تیغِ قاطعِ حجت | منافقوں پہ قیامت! مجاہدِ ملت
ہمیشہ قلعۂ باطل پہ برق بن کے گرا | وہ مردِ حق و صداقت مجاہدِ ملت
وہ سادہ لوح و خلیق و وجیہہ و کم گفتار | فقیہ و اہلِ بصیرت! مجاہدِ ملت
نبی کی عظمت و سنت کا آئینہ بردار | فدائے شاہِ رسالت! مجاہدِ ملت

رقم ہے اوجؔ! یہ تاریخ سال رحلت ”آپ
شہید جادۂ اُلفت مجاہدِ ملت
۱۴۰۱ھ

حضرت شاہ حکیم محمد یونس نظامیؔ الہٰ آباد

بہارِ گلشنِ ایماں مجاہدِ ملت نگارِ محفلِ قرآں مجاہدِ ملت
حبیبِ حضرتِ رحماں مجاہدِ ملت حبیبِ شاہِ رسولاں مجاہدِ ملت
حبیب سرور مرداں مجاہدِ ملت حبیب شاہِ شہیداں مجاہدِ ملت
غریقِ بحرِ محبت حضور غوث وریٰ حبیبِ سید جیلاں مجاہدِ ملت
حبیبِ خواجۂ ہندالولی غریب نواز ہیں چشتیوں میں نمایاں مجاہدِ ملت
ہیں جانشین، غزالی و شیخ اکبر کے وجودی صوفیِ دوراں مجاہدِ ملت
امامِ فلسفہ، منطق مناظرِ اعظم دلیلِ حجّت و برہاں مجاہدِ ملت
حدیث وشرح قرآن مبیں بہ نوک زباں فقیہ و عالمِ دوراں مجاہدِ ملت
خدا کرے کہ ہو غارت حکومتِ نجدی کیا ہے تم کو پریشاں مجاہدِ ملت
ہمیشہ ہو کے نڈر بات جو تھی حق وہ کہی بہ نزدِ ظالم و سلطاں مجاہدِ ملت
ہمیشہ عزت و شفقت کرم کیا تو نے نظامیؔ خود پہ ہے نازاں مجاہدِ ملت

تمھارے لطف و کرم یاد کر کے روتا ہے
نظامیؔ بندۂ احساں مجاہدِ ملت

حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری

محبت سے عقیدت سے ادب سے اور قرینے سے
سب اپنی جھولیاں بھر لو مجاہد کے خزینے سے
حبیبی عرس میں آ کر مقدر کو جگا لو کہ
رضا کا فیض بٹتا ہے حبیبی آستانے سے
فروغِ دین کی خاطر لٹا کر مایۂ ہستی
مجاہد سو رہا ہے اپنی تربت میں قرینے سے
رضا و حجۃ الاسلام کی نسبت کا کیا کہنا
ابلتا نور کا دریا ہے گنبد او رزینے سے
رضا کا مسلکِ حق ہے سکونِ دل مجاہد کا
یہی تاج الشریعہ کہہ رہے ہیں ہر دیوانے سے
نظر آتا ہے پل پل میں بریلی سے مدینے تک
جو اپنی آنکھیں ملتے ہیں تمہارے آستانے سے
حبیبی گنبد و مینار سے آواز آتی ہے
رہو تاج الشریعہ سے جڑے یہ ہیں نمونے سے
یہ پیغامِ مجاہد ہے جڑے رہنا بریلی سے
کنکشن گر لگانا ہے تمہیں مکے مدینے سے
وہابی دیوبندی صلح کلی سر اٹھاتے ہیں
بچالو سنیت کو تم ہو عباسی گھرانے سے
اے نجم القادری تم بھی بفیض مفتی اعظم
سجالو دامن ہستی مجاہد کے نگینے سے

حضرت مولانا ملک الظفر اکملؔ سہسرامی

وہ ذات جس کو شریعت کا پاسباں کہیے
نقیبِ دین و طریقت کا رازداں کہیے
وہ جس کو عشقِ رسالت کا نغمہ خواں کہیے
وہ ذات کلمۂ حق کی جسے زباں کہیے
ہر ایک بزم ہے سونی ہر انجمن خاموش
زمیں کی گود میں لو آسماں ہوا روپوش
شرابِ عشقِ الٰہی سے جو رہا مدہوش
ہے اس کے ہجر میں ہر گوشۂ نظر غم پوش
وہ جس نے عشقِ رسالت کی شمع روشن کی
لگا دی حق کے لیے بازی اپنے تن من کی
وہ جس کے دم سے تھی توقیر اپنے گلشن کی
وہ جس نے نجد میں تحقیرِ رسمِ قدغن کی
رئیسِ وقت بظاہر فقیر سا جو رہا
فقیرِ حق تھا جہاں میں امیر سا جو رہا
وہ مردِ حُر کہ بظاہر اسیر سا جو رہا
زمانے بھر کے لیے دستگیر سا جو رہا
وہ جس کا دامنِ دل ہجرِ یار میں نم تھا
مجاز اور حقیقت کا ایک سنگم تھا
ہر ایک لمحہ جسے دینِ پاک کا غم تھا
کہ اس کے عشق کا اکملؔ عجیب عالم تھا
خیال و فکر کی وسعت سلام کہتی ہے
شریعت اور طریقت سلام کہتی ہے
میری جبینِ عقیدت سلام کہتی ہے
نظر مجاہدِ ملت سلام کہتی ہے

حضرت محمد نذیر احمد نظیرؔ نعیمی نیازی

امام مسجد روضۂ حضرت شاہ عالم علیہ الرحمہ، احمد آباد

رئیس جادۂ پاکاں مجاہدِ ملت　　فقیر کوچۂ عرفاں مجاہدِ ملت
نقیب محفل خاماں مجاہدِ ملت　　جہاں ہے آپ پہ نازاں مجاہدِ ملت
امیر تاجور، کشور عطا و جود سخا　　جہانِ علم کے سلطاں مجاہدِ ملت
حضور سید عالم کے عاشقِ صادق　　ولیِ حضرت یزداں مجاہدِ ملت
خدا کے سنّت خیر الانام آپ کی ذات　　مدام عامل قرآں مجاہدِ ملت
ظہیر و داعی صدق و صفا و خیر و فلاح　　عظیم مردِ مسلماں مجاہدِ ملت
ہزار سینّوں میں عشقِ رسولِ اکرم کی　　کریں ہیں شمعیں فروزاں مجاہدِ ملت
تمہارے نام کی ہیبت تمہاری ہستی سے　　جنودِ نجد تھی لرزاں مجاہدِ ملت
تمام عمر مصائب سے ہمکنار رہے　　اسیر گوشہ زنداں مجاہدِ ملت
سکون بخشی دلِ عاشقانِ صادق تھا　　تمہارا روئے درخشاں مجاہدِ ملت
تمہارے اَدنیٰ تبسم پہ مسکراتے تھے　　ہزاروں دل کے گلستاں مجاہدِ ملت
تمہاری لوح جبیں پر سدا چمکتی تھی　　ضیائے نیر فاراں مجاہدِ ملت
برائے اہلِ محبت تمہارا ذکر مبیں　　قرار درد دل و جاں مجاہدِ ملت

چمک رہا ہے تصور کے دوش پر اب بھی
نظرؔ وہ عارِض خنداں مجاہدِ ملت

ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ، پٹنہ

جلالِ علمِ شریعت مجاہدِ ملت　　چراغِ راہِ طریقت مجاہدِ ملت
وقارِ عشقِ رسالت مجاہدِ ملت　　رضائے حق کی علامت مجاہدِ ملت
وفا، شعور، صداقت، شجاعت و شوکت　　کرم، خلوص، ہدایت مجاہد ملت
نہ جان پایا کوئی تیرا رازِ سربستہ　　تو ہے وہ رازِ حقیقت مجاہدِ ملت
چمک رہے ہیں وہ ذرّے مثالِ ماہ و نجوم　　جنھیں ملی تری صحبت مجاہدِ ملت
ہزاروں زخم تمنا کو پھول کرتی ہے　　تری نگاہِ عنایت مجاہدِ ملت
مناظروں میں ترے دَم سے کتنے انساں کو　　ملی ہے دین کی دولت مجاہدِ ملت
ہوا ہے شیخِ حرم معترف صداقت کا　　دکھائی تونے وہ جرأت مجاہدِ ملت
رئیسِ لوح و قلم ہوں خطیبِ مشرق ہوں　　ہیں دونوں تیری ہی طلعت مجاہدِ ملت
میں بھول جاؤں انھیں ایسا کیسے ممکن ہے　　مرا وقار ہیں حضرت مجاہدِ ملت
عطا ہو امجدؔ خستہ کو علم کا صدقہ
کرے یہ دین کی خدمت مجاہدِ ملت

مناجات

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ

یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یاالٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیٔ دیدار حُسنِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یاالٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات
ان کے پیارے منہ کی صبحِ جانفزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب پڑے محشر میں شورِ دارو گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحبِ کوثر شہِ جود و عطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشیدِ حشر
سیّدِ بے سایہ کے ظلِّ لِوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکے بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگے
عیب پوشِ خلق ستارِ خطا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب بہیں آنکھیں حسابِ جرم میں
اُن تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب حسابِ خندۂ بیجا رلائے
چشمِ گریانِ شفیعِ مرتجیٰ کا ساتھ ہو

یاالٰہی رنگ لائیں جب مِری بے باکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب چلوں تاریک راہِ پُل صراط
آفتابِ ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
رَبِّ سَلِّم کہنے والے غمزُدا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب پہ آمیں ربّنا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب رضاؔ خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدار عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

قصیدہ بردہ شریف

شاہ شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَداً عَلیٰ حَبِیْبِکَ خَیرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اَمِنْ تَذَکُّرِ جِیْرَانٍم بِذِیْ سَلَمٍ مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰی مِنْ مُّقْلَةٍ بِدَمٍ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرُبٍ وَّ مِنْ عَجَمٍ

نَبِیُّنَا الْاٰمِرُ النَّاهِیْ فَلاَ اَحَدٌ اَبَرَّ فِیْ قَوْلِ لاَ مِنْهُ وَ لاَ نَعَمٍ

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمٍ

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَیْسَ لَهٗ حَدٌّ فَیُعْرِبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٍ

جَآئَ تْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً تَمْشِیْ اِلَیْهِ عَلٰی سَاقٍ بِلاَ قَدَمٍ

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمٖ

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَ ضَرَّتَهَا وَ مِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَ الْقَلَمِ

ثُمَّ الرِّضَا عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عَنْ عُمَرَ وَ عَنْ عَلِیٍّ وَّ عَنْ عُثْمَانَ ذِی الْکَرَمِ

وَ الْاٰلِ وَ الصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِیْنَ لَهُمْ اَهْلِ التُّقٰی وَ النُّقٰی وَ الْحِلْمِ وَ الْکَرَمِ

فَاغْفِرْ لِنَاشِدِهَا وَ اغْفِرْ لِقَارِئِهَا سَأَلْتُکَ الْخَیْرَ یَا ذَا الْجُوْدِ وَ الْکَرَمِ

یَا رَبِّ بِالْمُصْطَفیٰ بَلِّغْ مَقَاصِدَنَا
وَاغْفِرْ لَنَا مَا مَضٰی یَا وَاسِعَ الْکَرَمِ

نعت پاک

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دئے ہیں، روتے ہنسا دئے ہیں

اک دل ہمارا کیا ہے، آزار اس کا کتنا
تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلا دئے ہیں

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے
اب تو غنی کے در پر بستر جما دئے ہیں

آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دئے ہیں

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفی نے دریا بہادیئے ہیں

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیئے ہیں

لاکھوں سلام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

شہر یارِ ارم تاجدارِ حرم
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

کل جہاں مِلک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

غوثِ اعظم امام التقیٰ والنقیٰ
جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام

شافعی مالک احمد امامِ حنیف
چار باغِ امامت پہ لاکھوں سلام

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

کتابیات

ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۷،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۸،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۹،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۰،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۱،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۴،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۵۷،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۷۱،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۷۵،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۸۴،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۸۸،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۹۴،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۹۸،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۰۳،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۲۹،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۳۵،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۴۲،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۴۶،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۸۱،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۹۱،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۲۰۵،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۲۳۹،	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۲۴۳،	۱۹۸۲ء

حضور مجاہد ملت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت،	صفحہ ۱۱،	۲۰۱۴ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۲،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۳۴،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۹۵،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۹۷،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۱۲،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۲۸،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۴۹،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۹۲،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۲۱۰،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۲۶۷،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۲۷۷،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۲۸۲،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۲۹۱،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۲۹۵،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۳۱۲،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۳۵۷،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۳۶۳،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۴۴۹،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۰۰۰۸،	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۰۰۱۰،	۱۹۸۶ء
تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۲،	۲۰۰۷ء
تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۲،	۲۰۰۷ء
تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۶،	۲۰۰۷ء
تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۲۳،	۲۰۰۷ء
تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۲۵،	۲۰۰۷ء

تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۴۴،	۲۰۰۷ء
تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۷۶،	۲۰۰۷ء
تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۶۵،	۲۰۰۷ء
تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۷۶،	۲۰۰۷ء
تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۸۲،	۲۰۰۷ء
تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۲۷۸،	۲۰۰۷ء
تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۲۸۲،	۲۰۰۷ء
تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۲۹۱،	۲۰۰۷ء
تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۳۰۲،	۲۰۰۷ء
تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۳۷۴،	۲۰۰۷ء
تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۴۵۵،	۲۰۰۷ء
تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۴۷۲،	۲۰۰۷ء

مناقب

تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۴۷۴،	۲۰۰۷ء
مردِ جوزاء مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۷	
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۹۲	۱۹۸۲ء
حضور مجاہد ملت کا گوشۂ حیات،	صفحہ ۶۲	
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۱۹۴	۱۹۸۶ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر	،صفحہ ۱۴۹	۱۹۸۲ء
ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۷۰	۱۹۸۲ء
حضور مجاہد ملت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت،	صفحہ ۳	
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر	صفحہ ۴۲۴	۱۹۸۶ء
نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر،	صفحہ ۲۹۰	۱۹۸۶ء
تبلیغ سیرت، مجاہد ملت نمبر	صفحہ ۸۳	۲۰۰۷ء